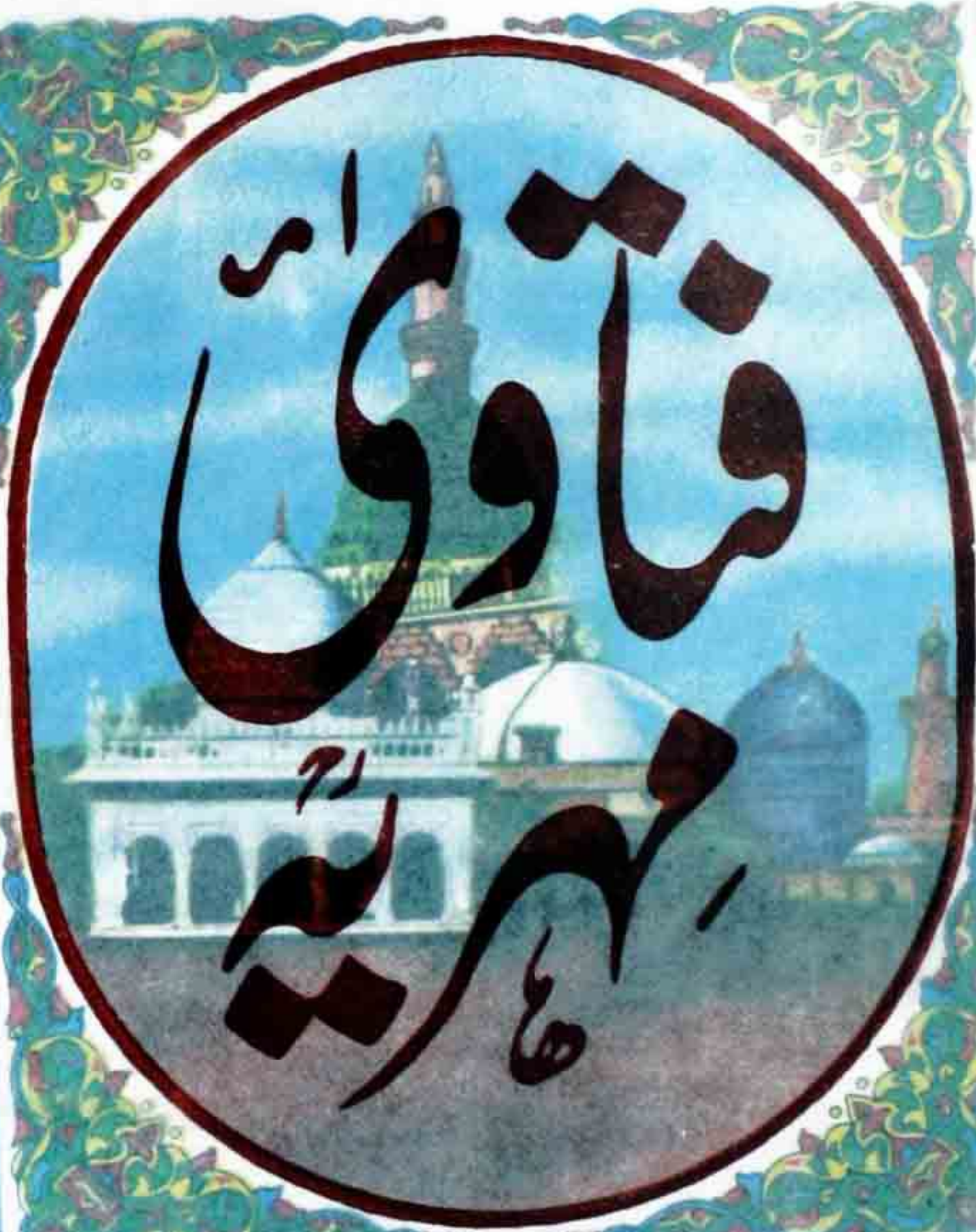


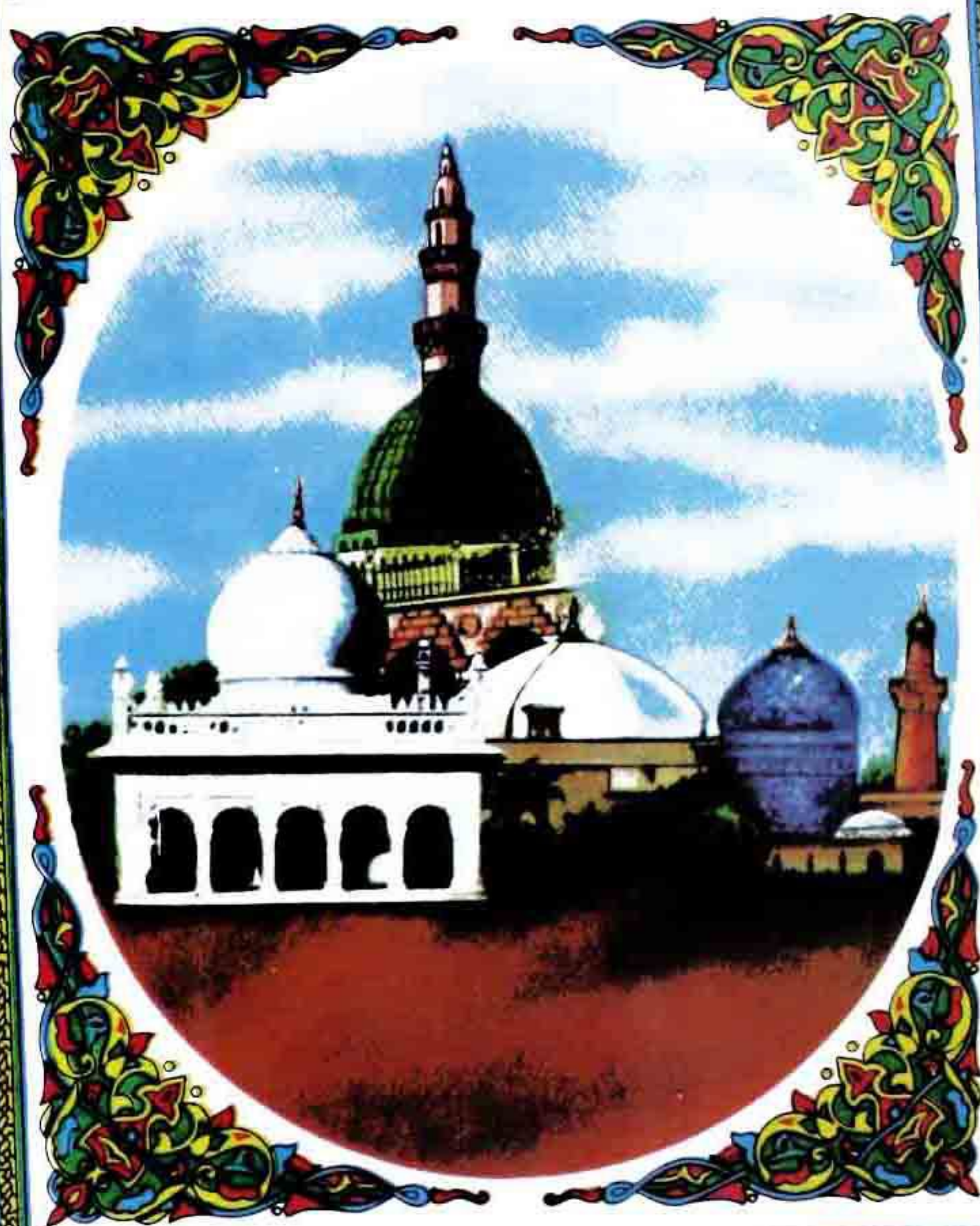
كتاب التمهيد

ہر کرا در جال حسد ایتند محک
ہر یقین را باز داند او ز شک (ذوقی)



فتاویٰ امیر محقق
سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑا شریف

ہر کرا در جہاں حسد اہنہد محک
ہر یقین را باز داند او ز شک (رومی)



فتاویٰ محققہ
سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑا شریف

فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو!

الِافَاضَاتُ لِسِنِّيهِ

الْمُلَقَّبَةُ

فَتْاَوُ مِمْرِيهِ

یعنی

مجموعہ فتاویٰ حضرت قبلہ عالم علامہ زمان خواجہ سید پیر مہر علی شاہ ضاکیلانی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و ترتیب

مولانا فیض احمد صاحب فیض، جامعہ غوثیہ، گولڑا شریف

بایںماء

حضرت سید پیر غلام محی الدین شاہ صاحب قدس سرہ

بإہتمام

جناب سیدنا پیر غلام معین الدین شاہ ضاوی سیدنا شاہ عبدالحق شاہ صاحب مدظلہما العالی

سیدنا پیر غلام معین الدین شاہ صاحب مدظلہما العالی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بار _____ چہارم
تعداد _____ ایک ہزار
مقام اشاعت _____ گولڑا شریف، ضلع اسلام آباد
مطبع _____ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور
کاتب _____ خوشی محمد ناصر قادری خوش رقم بلینڈ پروین رقم

ہدیہ نمبر 85 روپے

صفر المظفر ۱۴۱۸ھ بمطابق جون ۱۹۹۷ء

تعارف

(از مولانا مولوی فیض احمد رضا مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله ملهوا الحق والصواب والصلوة والسلام على افضل من اوتى الحكمة وفضل الخطاب وعلى الذين معه من الال والاصحاب وعلى من تبعهم الى يوم الحساب۔ اما بعد واضح ہو کہ عالم ربانی عارف لاثانی رہبر شریعت ہادی طریقت قبلہ عالم حضرت سیدنا مولانا پیر مہر علی شاہ الحسنی الگیلانی قدس سرہ قدرت کے ان عظیم المثال شاہکاروں میں سے تھے جو حسن معنوی اور اخلاق ربانی کا ایک مجموعہ ہوتے ہیں۔ جن کی نگاہ بصیرت باریک سے باریک حقیقت کو دیکھتی ہے، جن کی نظر اعتبار کے سامنے حیات انسانی کے تمام نقوش خواہ وہ اجتماعی ہوں یا انفرادی، پوری وضاحت کے ساتھ نمایاں رہتے ہیں اور جن کے قلوب انوار سبحانیہ کے معدن اور سرار ربانیہ کے مخزن ہوتے ہیں۔ وہ ایک جانب اپنا تعلق محبوب حقیقی سے استوار رکھتے ہیں اور دوسری جانب بنی نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہر میدان میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ ان کا وجود اسلام اور ربانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیر فانی کمالات کا نمونہ اور ان کا خلق احسنا خلق خداوندی کا آئینہ ہوتا ہے۔ آں جناب کو اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہرہ اور باطنہ سے اتنا دافر حصہ عطا فرمایا تھا کہ بلا ریب کمالات علمیہ میں باب مدینۃ العلم امام المشارق والمغرب سیدنا مولانا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا مظہر اتم نظر آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس مضمون پر بھی لب کشائی فرماتے، دلائل و براہین اور تحقیقات و تدقیقات کا وہ حیرت انگیز نقشہ سامنے آتا کہ بڑے سے بڑے مدعیان علم و حکمت بھی سن کر دم بخود رہ جاتے۔ تمام علوم شرعیہ اور فنون رسمہ کی تعلیم و تلقین میں آپ کو وہ یدِ طولیٰ حاصل تھا کہ مستفیدین جو بذاتہ اکابر اہل علم و بصیرت ہوتے تھے۔ یوں محسوس کرتے تھے کہ گویا خود مصنف کتاب کی تشریح کر رہا ہے۔

خاتم المکاشفین حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی تصنیفات پر آنجناب کو کامل عبور حاصل تھا۔ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم جیسی ادق کتابوں کو پڑھنا آپ کے معمولاتِ درسیہ سے تھا۔ مثنوی حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ میں وہ مہارت تھی کہ بعض اوقات ایک شعر کی تشریح بیان کرنے میں کسی دن گزر جاتے۔ سلسلہ صابریہ کے مشہور شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ جن کے مثنوی شریف پر حواشی شہرہ آفاق ہیں اور جو مثنوی شریف کا درس دینے میں اپنے وقت میں بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے جب مکہ شریف میں حضرت قبلہ عالم سے مثنوی شریف کے ایک شعر کی تشریح سنی تو موجہ حیرت ہو گئے اور فرط مسرت سے اپنا سلسلہ صابریہ بدیثہ پیش فرمایا۔

انٹائے تدریس اور مجالس علمیہ میں آنجناب کے بیان کردہ نکات اور مضامین کا ضبط پورے طور پر نہ ہو سکا اور نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ علوم لدنیہ کا بحر تواج احاطہ تحریر میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے خلف رشید حضرت سیدنا پیر غلام محی الدین قدس سرہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ خالقاہ عالیہ قدوة العارفين شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ فرید الحق والدین کے سجادہ نشین حضرت

دیوان سید محمد صاحب مرحوم جو حضرت قبلہ عالم سے گہری عقیدت رکھتے تھے، کے اصرار پر ایک دفعہ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا ارادہ فرمایا لیکن بعد میں یہ کہہ کر معذرت فرمائی کہ جس وقت میں نے اس مقصد کے لیے قلم اٹھایا تو عالم غیب سے مضامین بارش کی طرح اس کثرت سے میرے دل پر وارد ہونا شروع ہو گئے کہ ان کا ضبط کرنا قلم کی طاقت سے باہر تھا۔ تاہم مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت پر آپ کی تصنیفات شمس الہدیہ اور سیفِ چشتیانی، مسائل نذر نیاز سماع موٹے، استمداد اور علم غیب وغیرہ پر کتاب اعلیٰ کلمۃ اللہ، کلمۃ طیبہ کی تشریح اور مسئلہ وحدت وجود وغیرہ پر آپ کی کتاب تحقیق الحق، غیر مقلدین کے دس سوالات کے جواب میں آپ کا رسالہ فتوحاتِ صدیہ، مکتوبات، ملفوظات اور کچھ علمی فتاویٰ ابھی تک اہل علم حضرات کے لیے خضر راہ کا کام دیتے ہیں اور اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے مفکر اسلام محقق، صوفی، مجتہد، بصیرت کے حامل، فقیہ، زبردست مناظر، بہترین محدث اور اعلیٰ ترین مصنف ہونے کے علاوہ فضائے صدق و اخلاص کے بلند پرواز شہباز اور دریائے عشق و محبت کے غواص تھے۔ ذیل میں آنجناب کے کچھ علمی فتاویٰ اور تحقیقات ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں جو آنجناب کی مختلف تصنیفات اور قلمی تحریرات میں متفرق طور پر موجود تھے۔ تاکہ یہ بکھرے ہوئے موتی ایک مجموعہ کی شکل میں اہل علم و عقیدت حضرات کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں۔ افادہ عام کے لیے فارسی فتاویٰ کا خلاصہ اردو میں بھی اصل کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

موجودہ ایڈیشن کی ترتیب و تدوین اور اشاعت میں حضرت کے نیازمندان محمد حیات خان و محمد فاضل خان نے حسب سابق نہایت خلوص سے میرا ہاتھ بٹایا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر بخشیں۔ اُمید ہے کہ بندہ کی اس حقیر خدمت کو ناظرین حضرات بنظرِ استحسان دیکھتے ہوئے دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

صفر المظفر ۱۳۹۵ھ

نیازمند درگاہ مہریہ

فیض احمد فیض، متوطن بھکر، مقیم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	حضرت قبلہ عالم کا اپنے عقیدہ کے متعلق بیان	۳	۱۶	غلط استدلال کی تردید	۲۷
۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ "بشر" کا اطلاق اور آپ کے حاضر ناظر ہونے کے متعلق استفسار کا جواب	۴	۱۷	ختم نبوت کے متعلق چند شکوک کا ازالہ	۲۷
۳	آنحضرت اور عالم الغیب	۶	۱۷	فرقہ مرزائیہ کے آٹھ اہم اشکالات کا جواب	۳۰
۴	غیر نبی اور علوم غیب	۶	۱۸	بخاری کی احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کے بیان میں تفاوت	
۵	آنحضرت کا افضل المخلوقات ہونا	۸	ب-ج	بخاری کی احادیث اور قرآن کریم میں لفظ "توفی" کے صحیح معانی	
۶	مسئلہ امتناع نظیر	۹	د	آیت ان من اهل الكتاب الیوم من بہ قبل موته کے متعلق تحقیق	
۷	آنحضرت کے میلاد شریف پر خوشی منانا	۱۰	۵	معجزات سے انکار کا جواب	
۸	رسول کریم پر سحر ہونے کے اشکال کا حل	۱۰	د	ابراہیم علیہ السلام اور چار پرندوں والے واقعہ کی تفسیر	
۹	رسول کریم کے الدین کا مذہب اسلام	۱۲	ز-ح	لفظ متوفی کے صحیح معنی	
۱۰	حضور علیہ السلام کے بعض اسماء کی تحقیق	۱۵	۱۸	اسی مضمون کا ایک اور خط اور اس کا جواب	۳۹
۱۱	آل محمد سے کون مراد ہیں؟	۱۸	۱۹	مرزائیوں کی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق اعتراضات اور ان کے جواب	۴۱
۱۲	بنو ہاشم کے لیے صدقات فرضیہ کی حلت	۱۸		متفرق مسائل کے جوابات	
۱۳	فرقہ وہابیہ کے چند اعتراضات کے جواب		۲۳	سیدنا غوث اعظم کے ارشاد گرامی کی تحقیق	۴۵
۱۴	درود مستغاث پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب		۲۳	بیعت مروّجہ مشائخ عظام اور سماع کے متعلق اعتراضات کے جواب	۴۹
۱۵	بدعت کی اقسام و تعریف و رد وہابیہ		۲۰	فرقہ صوفیاء کی ضرورت اور لفظ ولایت	۴۲
	فرقہ مرزائیہ اور بہائیہ کے اعتراضات کے جواب		۲۱		
	فرقہ بہائیہ کے نسخ شرع محمدی کے متعلق		۲۲		

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	مرد کے لیے سونے پاندی کے بن استعمال کرنے کے متعلق حکم	۴۰	۵۱	کے معانی	
۸۳	کرنسی نوٹوں کی خرید و فروخت کے متعلق حکم	۴۱	۵۲	مُرد اور سجدہ تعظیمی	۲۳
۸۴	مسرہ و قد اشیا کی بیع، بازاری عورت کا نکاح سابق، احتیاط جمعہ، احکام مساجد، فقہ الخیر	۴۲	۵۳	علم فقر کا ماخذ	۲۴
۸۶	کی زوجہ کے احکام اور دیگر مسائل کے جواب	۴۳	۵۴	ایصال ثواب اور ارواح کے متعلق سوالات	۲۵
	دریا میں بتی لکڑی کی بیع، ذبیحہ فوق العقدہ طریقی تقسیم گوشت قربانی کیفیت غسل میت کے مسائل کے جواب	۴۳	۵۵	اور ان کے جواب	
۸۸	طاغون زدہ علاقے سے علاج کے لیے نکل جانے کے متعلق حکم	۴۴	۵۶	”روح“ کے متعلق سوالات کے جواب	۲۶
۹۳	معاهدہ کی خلاف ورزی کرنے والے مدعی کے متعلق حکم	۴۵	۵۸	ثبوت سماع موٹے	۲۷
۹۹	کانگریس میں شمولیت کے متعلق حضرت کا ارشاد	۴۶	۵۹	غیر مسلم کی پکائی ہوئی چیز کھانے کے متعلق شرعی حکم	۲۸
۱۰۰	تحریک خلافت اور بیعت امامت کے متعلق خط کا جواب	۴۷		غیر مسلم کی پکائی ہوئی اشیا کے متعلق ایک اور فتوے اور چند دیگر مسائل کے جواب	۲۹
۱۰۰	مسلمان اور حکومت برطانیہ سے تعلقات، آزادی حاصل کرنے کا شرعی طریقہ	۴۸	۶۱	کھانڈ میں مردار جانوروں کی ہڈیوں کے استعمال کرنے کے متعلق مسئلہ کا جواب	۳۰
			۶۳	مونے کے اوپر مسح کا شرعی حکم	۳۱
			۶۴	غلام نبی، غلام رسول، وغیرہ نام رکھنے کا جواز	۳۲
			۶۶	بازاری عورتوں کے جنازہ کے متعلق حکم	۳۳
			۶۸	نماز جنازہ کی تکبیرات کی تعداد کے متعلق تحقیق	۳۴
			۶۸	جمعہ درقرآن کے جواز کا مسئلہ	۳۵
			۶۹	اسی مسئلہ پر حضرت قبلہ عالم کی ایک اور محققانہ تحریر	۳۶
			۷۰	رویت ہلال، تعداد تراویح، فرضیت جمعہ عیدین، تکبیرات جنازہ اور نمازیں ہاتھ باندھنے کے متعلق سوالات اور ان کے جواب	۳۷
۱۰۷	پنجابی لفظ چھوڑنا اور عربی لفظ طلاق کے مترادف الفاظ کے متعلق حضرت کا محاکمہ لفظ نکل جا کہنے سے طلاق لازم آتی ہے یا نہیں؟	۴۹	۷۵	صدقہ فطر کے متعلق حضرت کا توضیحی محاکمہ	۳۸
۱۰۹	بیوی کو ماں بہن کہنے سے طلاق کا امکان	۵۱	۷۹	التزام کفر کے متعلق حضرت کا فرمان	۳۹
۱۱۱	بیوی کو ماں بہن کہنے کے بعد تین طلاق	۵۲	۸۱		

مسائل طلاق

پنجابی لفظ چھوڑنا اور عربی لفظ طلاق کے مترادف الفاظ کے متعلق حضرت کا محاکمہ لفظ نکل جا کہنے سے طلاق لازم آتی ہے یا نہیں؟

بیوی کو ماں بہن کہنے سے طلاق کا امکان

بیوی کو ماں بہن کہنے کے بعد تین طلاق

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۳۳	غیر کفو میں سیدہ کے نکاح کا حکم	۶۲	۱۱۲	دینے کے متعلق شرعی حکم	
۱۳۵	حُرمتِ رضاع کے لیے ثبوتِ شرعی	۶۳	۱۱۳	بیک وقت تین طلاق دینے کے متعلق تحقیق	۵۳
	مسلمان قاضی کی غیر موجودگی میں فسخِ نکاح	۶۴	۱۱۴	طلاقِ صریح کے ساتھ معلق کا حقوق	۵۴
۱۳۶	کی شرعی صورت			حلفِ طلاق میں مخلوف علیہ کے امکان	۵۵
۱۳۷	مزنہ خود کی لڑکی سے نکاح	۶۵	۱۱۷	کا معنی	
۱۳۸	منکوحہ کی لڑکی سے نکاح کی حرمت	۶۶		طلاق کے سلسلہ میں حالف کے حائث	۵۶
	شیعہ حضرات کے چند سوالات کے جواب		۱۱۸	ہونے کا بیان	
	بارہ امامین کے متعلق شیعہ حضرات کے	۶۷		عورت کی طرف نسبت کیے بغیر طلاق کے	۵۷
	سوالات کا جواب		۱۲۰	اعلان کے متعلق حکم	
۱۴۳			۱۲۲	اسی مسئلہ کے متعلق ایک اور فتویٰ	۵۸
	علم تجوید کا ایک مسئلہ		۱۲۴	مدعیہ طلاق کے بیان پر نکاح ثانی کا حکم	۵۹
	حرف "ض" کے صحیح تلفظ کے متعلق حضرت	۶۸	۱۲۵	طلاقِ صبی (نابالغِ خاوند)	۶۰
۱۴۹	کا تحقیقی محاکمہ			نکاح کے متعلق چند مسائل	
			۱۳۱	یتیم کے نکاح میں وصی کے اختیار کا مسئلہ	۶۱

بمحضرت سیدنا محمد ﷺ کے متعلق سوالات کے جواباً

احقرت قبلۃ عالم کا اپنے عقیدہ کے متعلق بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له موصوف بمافض عليه في القرآن المجيد بحسب ما اراد وان محمداً صلى الله عليه وسلم عبده ورسوله. وان ماجاء به النبي عليه السلام حق وان خلافة الخلفاء الاربعة على الترتيب الذي وقع حق فهذه عقيدتي على سبيل الاجمال وكفى بالله شهيداً

ان العبد

المذنب والمشتكى الى الله المدعو بمهر على شاه عفرابه عنه

آزبیر سے تعریف خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں ہدایت فرمائی۔ اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے ہیں گواہی دیتا ہوں کہ بخیر اللہ کے کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور وہ ان صفات سے جو قرآن مجید میں منظر ہیں ویسا ہی موصوف ہے جس طرح اس نے ارادہ فرمایا اور گواہی دیتا ہوں کہ حضور پر نور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ خاص اور رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی طرف سے لائے وہ حق ہے اور خلفاء اربعہ کی خلافت، ترتیب واقعی کے مطابق حق ہے پس میرا اجمالی طور پر یہ عقیدہ ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔



لے آج کل سے اجمالی طور پر آپ کے عقیدہ کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپ نے یہ تحریر فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق استفسار کا جواب

ملتان سے دربار پیران پیر کے مشہور بزرگ اور سجادہ نشین حضرت مخدوم صدر الدین شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق بعض علمائے وقت کے باہم اختلاف پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا مسلک دریافت کیا تو جواب میں مندرجہ ذیل مکتوب ارسال فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلياً۔ از نیاز مند اہل اللہ المدعو بہ علی شاہ السید المکرم جناب مخدوم صدر الدین شاہ صاحب ملتان
حفظہ اللہ تعالیٰ دامت عنایتہ

وعلیکم السلام ورحمة اللہ۔ اما بعد عنایت نامہ مشتمل برتنازع علمائے کرام در بارہ جواز اطلاق بشر بر آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ و عدم آل و حاضر ناظر بودن حضرت سید البشر و انتفائے آل ملاحظہ سے گزرا۔
میں اس قابل نہیں ہوں کہ اہل علم و فضل کے مابین محاکمہ و مداخلت کروں۔ مگر امتثالاً للام السامی ما حاضر عرض کرنے
پر مجبور ہوں۔

مخدوم! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لیے ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری
ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا تحارت میری ناقص رائے
میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بہ کمال ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہل تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا
لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ انحصار خواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کے لیے جائز اور عوام کے لیے بغیر زیادت
لفظ وال بر تعظیم ناجائز۔

توضیح۔ آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو شرف
مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا ہے (مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدَيَّ) چونکہ ملائکہ اس کمال آدم سے بے خبر
تھے۔ ایسا ہی ابلیس بھی فقالوا ما قالوا۔ فرق اتنا ہے کہ ملائکہ جہلانے کے بعد سمجھ گئے اور مُعْتَرِف بالقصور ہوئے۔ قَالَ لَوْ اَنَّ
سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اور ابلیس کو علاوہ تصور جہل کے غرور بھی تھا۔ لَهَذَا اَبَى وَاَسْتَكْبَرَ اِلَهًا كَذٰلِكَ قَالَ
الشیخ الاکبر قدس سرہ الا ظہر بمالہ و ما علیہ فی جواب سوال حکیم الترمذی۔

۲۔ بشری کو کمال استجلاء کے لیے مظہر بنایا گیا ہے۔ اور ملائکہ بوجہ نقص منظریت اس کمال سے محروم ٹھہرے اور مظاہر اور مرایا
کمالات استجلاییہ سے ازگروہ انبیاء علیہم السلام سیدنا ابوالقاسم آنحضرت اصالتہ و ازجماعت اولیائے کرام و ارث مصرع
وَ اِنِّيْ عَلٰی قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرُ الْكَمَالِ سیدنا عبد الفت در و امثالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و راتئہ مظہر اکمل و اتم لاسمہ الاعظم

۱۔ آیت۔ فرمان الہی ابلیس کو: کس چیز نے تجھے اس (آدم) کو سجدہ کرنے سے منع کیا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

۲۔ فرشتوں نے کہا تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے دے رکھا ہے۔

۳۔ شیطان نے انکار کیا اور تکبر اختیار کیا ۴۔ اور میں نبی بدر کمال کے قدم شریف پر ہوں (قصیدہ غوثیہ)

شہرے بشری کے لیے تنزل اخیر ہونے کے باعث اس قدر اہتمام ہوا کہ میت اجتماعیہ و ترکیبات اسمائہ و اتصالات و اوضاع اتنی غمٹ طینت آدم سے لے کر تا ظہور جسد عنصری صلی اللہ علیہ وسلم و اتباعہ من الملک کو متوجہ کیا گیا ہے اور خدام بنائے گئے تاکہ من رانی فقد زای الحق کا آئینہ و چہرہ علی وجہ امکان اور پورا حق منب ہو جتہ مختہ بشری ہے کہ جس کو ۔

گر خواہی خدا بینی و چہرہ من بنسگ

من آئینہ اویم او نیست جدا از من

ہونے اور کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف کا بشر کہنا از قبیل ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا سبب المعطر ہوا بہ خلاف غیر عارف کے کہ اس کے لیے بغیر انصاف کلمات تعظیم صرف لفظ بشر ذکر کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد یوحنا آئی اور تشہد میں جبرائیل کے بعد رسول اللہ اور کلام اہل عرفان میں ہے ۔

فَمَبْلُغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنْتَ بَشَرًا وَأَنْتَ خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ كَلِمَةً تَمِيدُ بِهِ

میرے خیال میں ذوقین از علمائے کرام متنازعین اہل سنت و الجماعت سے ہیں اور ذکر آنحضرت کو بلا سبب المعطر واجب اور ضروری اعتقاد کرتے ہیں۔ لہذا ان سے ہرگز برگزیدہ تصور نہیں کہ معاذ اللہ ذوق ضالہ نجدیہ و بابری کی طرح صرف بشر کا اطلاق جائز نہیں البتہ ان کا خیال ہے کہ بقصد تعظیم لفظ بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز۔ مگر میری رائے وہی ہے جو اوپر بیان کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انصاف کلمات تعظیم نہ چاہیے کہ جو بشیوع عرف و قصد ذوق ضالہ صرف بشر کہنے میں ایہام سر نہا جائز کا ہے۔

۳۔ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد و عنصری ہر مکان و ہر زمان میں حاضر ناظر ہونا۔ تو یہ امر مختلف فیہ ہے۔ فقائل و فہمکوت و بطلی و جہنۃ میرے خیال میں ظہور و سر بیان حقیقت احمدیہ ہر عالم و ہر مرتبہ اور ہر ذرہ ذرہ میں منہ المتحققین من اللہ ثابت ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق کہتے اور کہتے ہیں۔ لَقَوْلُهُ لَوْ زِلْنَا عَلَى اللَّهِ عَيْنِهِ وَسَلَوْنَا لَوْ جَبُورَتُ مَعْنُوِيَةِ قَلْبِ قَمِي قَمِي اور جسد شریف عنصری کے ظاہر ہوا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصورت مثالیہ شریفیہ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام ہر مکان و ہر زمان میں امدیث صیر میں ثابت ہے جس کا اقرار واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار اور اس کا کلمہ آپ کا انکار مانا گیا ہے۔ کما فی حدیث البخاری فی کتاب الایمان۔ اہل تہذیب کو ظہور کذاتی مثالی کا کرا تاہم انما اتفق ہوتا رہتا ہے۔ البتہ ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد و عنصری العینی کا پتہ بعض اہل مشاہدہ کے ہاں سے ملتا ہے۔ اور بحالہ و اقدار شریف و خصائص و لوازم مختلفہ جسد شریف علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام سے مستعد بھی نہیں۔ ہذا ما عندی و اعلم عند اللہ۔

۴۔ میں نے یہ یاد کیا اس نے طے سے تعانی کا یہ ارکیا۔ (الحدیث)

۵۔ میری طرف سے یہ کہی جاتی ہے (قرآن) کہ ہم انما ہیت علم ہے کہ نہ شک ظہور بشری اور ہے شک اللہ کی تمام مخلوق سے ستر ہے اس سے فراوان حدیث ہے مگر یہ ان کے سوال کے حقیقی جواب ہے کہ ہنیت سے سوال کرتے ہیں مالکیت بقول فی حدالوجہ لستند قہر اس شخص یعنی لستند علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے۔ وہ ہمید

آخری معروض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارہ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا تھا کہ ابنی هذا سیند
 لعل الله یصلح به بین الفتنین من المؤمنین۔ آپ بھی چونکہ سید حسن ہیں۔ فریقین کو تحریر بردارنا کر آپس میں
 ملا دیں۔ اور ہدایت کریں کہ ایک دوسرے کو برا نہ کہیں اور ایسا ہی عوام کو بھی۔ ع
 ایں کار از تو آید و مردان خنیں کنند
 الملحقی والشیکی الی اللہ المدعو بہر علی شاہ از گورہ بقلم خود

۳۔ آنحضرت اور عالم الغیب

آپ سے استفسار کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا ہوا اور آپ کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟
 آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:-
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بحسب نصوص قرآنیہ اور علم ماکان و مایون کا از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہما
 الصلوٰۃ والسلام من جانب اللہ عطا ہوا ہے۔ علم غیب کلی اور بالذات علی سبیل الاستمرار خاصہ خدائی ہے۔ عر اسمہ اور
 علم غیب علی قدر الإعلام والاعطایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے اور آپ کو عالم الغیب بعلم عطائی وہی کہا جاسکتا ہے۔
 الملحقی الی اللہ المدعو بہر علی شاہ بقلم خود از گورہ

۴۔ غیر نبی اور علوم غیب

در جواب استفسار جناب صاحبزادہ عبدالحق صاحب پسر جناب ملا صاحب مانکی علاقہ نوشہرہ ضلع پشاور
 مہربان من جناب صاحبزادہ عبدالحق صاحب وفکرم اللہ ماتحب وترضی۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ حسب الارشاد
 تعمیل بعنوان سوال و جواب نمودہ مے آید۔

سوال

از آیتہ کریمہ عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول معلوم مے شود کہ ولی را ہم بوجہ حصول
 علم بالغیب رسول گفتن جائز باشد زیرا کہ در آیت اطلاع علی الغیب منحصر است در رسول و حصول علم غیب برائے ولی از مسلمات
 اہل سنت است و نیز ثابت از کتاب اللہ۔ چنانچہ در سورۃ قصص در حق مادر موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام منصوص است
 انارادہ الیک و جا علوہ من المرسلین۔

جواب

تشریح و جواب آیتہ عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول معلوم مے شود کہ ولی را ہم بوجہ حصول
 علم بالغیب رسول گفتن جائز باشد زیرا کہ در آیت اطلاع علی الغیب منحصر است در رسول و حصول علم غیب برائے ولی از مسلمات
 اہل سنت است و نیز ثابت از کتاب اللہ۔ چنانچہ در سورۃ قصص در حق مادر موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام منصوص است
 انارادہ الیک و جا علوہ من المرسلین۔

باشد بوجہ رفع تبلیس و اشتباہ خطایعے اوسبحانہ و تعالیٰ رسول خود را خواہ ملی یا بشری اطلاع بر غیب مے بخشد۔ نہجیکہ اصلاً احتمال خطا و اشتباہ درو نباشد۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ بعد ازیں مے فرماید: فانہ یسلک من بین یدیه و من خلفہ رسدا یعنی در حق رسول اہتمام چو کیداراں و محافظاں از ملائکہ در وقت انزال آیات نمودہ مے شود۔ کہ از تبلیس و حکم و ہم و غلبہ طبیعت محفوظ و مأمون باشد۔ برخلاف اولیاء عرفاء کہ ایں قدر اہتمام بوقت القار غیب دروں اوشاں نمودہ نمی شود لہذا علم رسول حجت علی الغیر است نہ علم ولی حاصل آنکہ ہمیں قطعیت برنج مذکور فارق است در علم رسول و علم غیر او ولی باشد یا منجسم یا رمال یا جفار یا غیر اوشاں از بعض عوام کہ بذریعہ رویار صادقہ مطلع مے باشند۔ بر وقوع امور مستقبلہ در تفسیر تصبیر الرحمن مے نویسند۔ فلا یظہر ای لا یطلع علی شیئی من غیبہ احد ابر رفع التبلیس عنہ من کل وجہ الا خواصہ من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علی الغیب ماموناً عن التبلیسات اذ یسلک فی ایصال غیبہ الیہ ملک ترصدہ ملائکہ من بین یدیه و من خلفہ رسدا یحررہ من تبلیسات الشیطان والولی اذا اطلع علی الغیب فلا یامن ہذہ التبلیسات ہذا الطریق بل بعلامات اخر و کثیر اما یحتاج الی شواہد الکتاب او السنۃ و انما فعلنا باطلاعہ ذالک لنعلم الرسول ان اے الشان قد ابلاغوا الی الملک الحامل للغیب و المترصدون معہ رسالات ربہم من غیر تغیر شی منہا من جہۃ الشیطان ولا یتصور من جہتم لانہ تعالیٰ و احاط بعالدیہم من الطباع و الاخلاق کیف لا و قد اخص من کل شیء عدد اذ فی حیط بعد طباثعم و اخلاقہم و لکن الرسل لا یطلعون علی جمیع الغیوب لیبقی الاختصاص الالہی بحالہ فانہم واللہ الموفق والاعلم والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ اجمعین ط انتہی۔ اینجا واضح گشتہ کہ از عباد اللہ خاصہ رسولان علیست کہ علم بالغیب برنج مذکور باشد نہ مطلق علم غیب تاکہ بوجہ انحصار استفاد از آیت مذکورہ ولی را رسول گفته شود۔ والا باید کہ منجم و رمال و جفار و صاحب رویائے صادقہ ہمہ رسول باشند و قادیانی را بریں تقدیر یعنی ارادہ مطلق علم بالغیب ہم نصیبہ نیست از رسالت چہ غلطی پیشین گوئی ہائے او بر واقعاں پیدا ہویدا است۔ کتاب سیف چشتیانی را از صفحہ ۳۲ تا ۳۸ ملاحظہ فرمائند کہ در آں بطور مشت نمونه از خوار مندرج است۔

سوال

ترجمہ:-

آیتہ کریمہ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول سے ثابت ہوتا ہے کہ اطلاع علی الغیب رسول میں منحصر ہے حالانکہ ولی کے لیے حصول علم غیب تسلیم شدہ امر ہے۔ اور کتاب اللہ سے بھی ثابت ہے جیسا کہ سورہ قصص میں موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے لیے اس کا ثبوت منصوص ہے۔ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ولی پر بھی لفظ رسول کا اطلاق جائز ہو؟

جواب

آیتہ کریمہ میں علم قطعی کی حصہ ہے جس میں کسی غلطی اور التباس کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ بعد میں اس کی تصریح ہے فانہ یسلک من بین یدیه و من خلفہ رسدا الخ یعنی رسول کے لیے نزول آیت کے وقت اس قدر محافظوں کا اہتمام اس لیے ہوتا ہے کہ وہ تبلیس ابلیس اور غلبہ و ہم سے محفوظ رہیں۔ بخلاف اولیاء و عرفاء کے کہ ان کے لیے القار کے وقت اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا۔ پس رسول کا علم تو حجت علی الغیر ہوتا ہے لیکن ولی کا نہیں۔ یہی چیز علم رسول اور علم غیر رسول کے

درمیان حدفاصل ہے۔ خواہ غیر نبی ولی ہو یا نجومی، بخار، رمال یا عام مومن۔ اور اُسے سچے خواب کے ذریعے آئندہ پیش آنے والے واقعات کی اطلاع دی گئی ہو۔ چنانچہ تفسیر تبصیر الرحمن میں اسی آیت کے ضمن میں اس امر کی پوری تصریح موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قسم کی تلبیس رفع کر کے اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے پسندیدہ رسول کے۔ بے شک اُسے ایسے غیب پر مطلع فرما دیتا ہے جو قسم کی تلبیس سے محفوظ ہوتا ہے۔ اس لیے اُس رسول تک غیب پہنچانے کے لیے فرشتہ وحی کے آگے پیچھے نگہبان مقرر ہوتے ہیں جو تلبیسِ شیطانی سے حفاظت کرتے ہیں۔ اور ولی جب غیب پر مطلع ہوتا ہے تو ان تلبیسات سے مأمون نہیں ہوتا البتہ دیگر ذرائع اور علامات کی وساطت سے اُسے بھی علم غیب محفوظ طور پر ہو سکتا ہے اور اکثر اوقات کتاب و سنت کے شواہد کی طرف محتاج ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ رسول کو علم ہو کہ فرشتہ وحی اور دیگر محافظین نے اپنے رب کے پیغاماتِ شیطانی تغیر کے بغیر اُس تک پہنچا دیئے اور خود فرشتوں سے تغیر متصور ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے طبائع اور اخلاق کو احاطہ فرمایا ہوا ہے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ ہر شئی کی گنتی کو محیط ہے لیکن رسل کرام سب غیب پر مطلع نہیں ہوتے تاکہ خصوصیتِ الہیہ برقرار رہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ خدا کے بندوں سے رسل کرام کا خاصہ وہ علم ہے جو بطریق مذکور ہو نہ مطلق علم غیب تاکہ ہر مذکور کی بنا پر ولی کو رسول کہنا جائز ہو جائے ورنہ لازم آئے گا کہ نجومی، رمال، بخار اور سچے خواب دیکھنے والا سب رسول ہوں (نعوذ باللہ) اور قادیانی کو تو مطلق علم غیب کی صورت میں بھی کچھ مشابہت نصیب نہیں کیونکہ اس کی پیشین گوئیوں کی غلطیاں واقفین حال پر ظاہر ہیں سیفِ چشتیانی از ص ۳۲ تا ص ۳۸ ملاحظہ کرنے سے مثبت نمونہ از خروار معلوم ہو سکتا ہے۔

۵۔ آنحضرت کا افضل المخلوقات ہونا

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مساجد کی افضلیت کا اعتقاد صحیح ہے یا غلط حضرت قبلہ عالم جواب میں فرماتے ہیں:-

مخلصی فی اللہ مولوی فضل احمد صاحب

بعد سلام و دعا آنکہ۔ بوجہ علالت طبع بجواب مکتوب توقف ہوا۔ مگر ماسئلہ افضلیت میں حق بجانب آپ ہیں۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مساجد کی افضلیت کا معتقد ہے۔ وہ سراسر لسانِ شریعت و لسانِ حقیقت سے بے بہرہ ہے۔ فقہاء و محدثین و سائر علماء اسلام کا معتقدہ و مجمع علیہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں۔ حتیٰ کہ مساجد و سائر مکہ متبرکہ و عرش و کرسی سب سے ادرج بلسانِ حقیقت اعیان و اسماء سب ظہورات ہیں حقیقت محمدیہ کے بناؤ علیہ افضلیت اس کی سائر صفات پر پھری صفت تکوین ہو یا غیر اس کا، لہذا واعظ صاحب کو بوجہ عدم رسائی مبنی علیہ دوسرے جملہ افضلیت علی القرآن میں بھی جاہل کہنا نامناسب نہیں۔ ہذا ما عندی والعلو عند اللہ والحمد لله اولاً و آخراً والصلوة والسلام منہ باطنا علیہ ظاہراً والہ وصحبہ۔

(دستخط خاص حضرت قبلہ عالم)

۶۔ مسئلہ امتناع نظیر

آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے امتناع کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے اصل مدعا شروع کرنے سے پہلے فرمایا کہ اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فرقتیں اسماعیلیہ و خیر آبادیہ میں سے شکر اللہ تعالیٰ سيعہم۔ راقم سطور دونوں کو ماجور و مثاب جانتا ہے۔ فانما الاعمال بالنیات۔ ولکل امرئ ما نوى۔

مقدمات۔ (۱) امتناعات ذاتیہ کا احاطہ قدرت حق سبحانہ و تعالیٰ سے خروج کمال ذاتی باری تعالیٰ پر دھبہ نہیں لگاتا۔ بلکہ یہ تصور راجع بجانب قابل ہے کہ امتناع ذاتی قبولیت کا صلح نہیں۔

(۲) انقلاب حقائق و اقیعہ کا خواہ معدودات سے ہوں مثل انسان۔ فرس۔ بقیر۔ غنم کیے یا مراتب عدویہ سے ہوں مثل ایک دو تین چار یا مختلطہ یعنی معدود بحیثیت عروض مرتبہ عددی مثلاً زید جو اول مولود ہے بہ نسبت باقی اولاد عمر و کے متنع بالذات ہے۔ (۳) نظیر کسی چیز کی اسی کو کہا جاتا ہے کہ علاوہ مشارکتہ نوعی کے اوصاف متمیزہ کاملہ میں اس چیز کی ہم پلہ ہو۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحسب الحقیقۃ الروحانیۃ النوریۃ اول مخلوق ہیں۔ اول ما خلق اللہ نوری اول ما خلق اللہ العقل تصریحات محققین از اہل کشف و شہود اس پر شاہد ہیں۔ کما قال الشیخ الاکبر قدس اللہ سرہ الاظہر۔ فلم یکن اقرب الیہ قبولاً فی ذلک الہباء الاحقیقۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المسماۃ بالعقل فكان مبداء العالم باسره و اول ظاہر فی الوجود فكان وجودہ من ذلک النور الالہی اور آخر الانبیاء بھی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

اہل بصیرت کو ان مقدمات مذکورہ پر گہری نظر ڈالنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود متنع بالذات بدیں معنی ہے کہ خالق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو ایسا بنایا ہے۔ اور ایسے کاملہ متمیزہ منحصہ صفات کے ساتھ سنوارا ہے کہ جس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ در صورت فرض وجود نظیر انقلاب حقیقت لازم آتا ہے۔ کیونکہ فرضی نظیر کا وجود آپ کے بعد ہی ہو گا تو لامحالہ ایسا معدود ہو گا جس کو مرتبہ ثانیہ عددی عارض ہو اور نظیر کہلانے کا مستحق جب ہی ہو سکتا ہے کہ وصف متمیز کامل یعنی اول مخلوقیت و ختم نبوت میں مشارک ہو تو معروض مرتبہ ثانیہ کا معروض مرتبہ اولی کا ہو۔ ایسا ہی بلحاظ ختمیت فرض کیا کہ آپ مثلاً چھٹے مرتبہ میں تو نظیر آپ کی معروض ساتویں مرتبہ کی مثلاً ہو کر معروض مرتبہ سادسہ کی ہوگی و ہو خلف۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ امتناعات ذاتیہ میں سے دو قسم اولین اور قسم ثالث میں فرق ظاہر ہے کیونکہ قسم ثالث کا امتناع اوصاف عارضہ کے لحاظ سے ہے اس لیے کہ محل بحث امتناع یا امکان نظیر ہے نہ امتناع یا امکان مثل۔

خلاصہ یہ کہ آنسینہ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں خالق عز و مجدہ نے جڈاگانہ کمال دکھایا یعنی ایسا بنایا کہ نظیر ش امکان ندارد فہذا الکمال راجع الیہ سبحانہ کما ان هذا لجمال مختص بہ من منہ اللہ تعالیٰ فسبحان من خلقہ واحسنہ واجملہ واکملہ۔

ناظرین کو بعد از غور واضح ہو سکتا ہے کہ مسئلہ امتناع نظیر میں فقیر کا مسلک و طرز اثبات مدعا میں جڈاگانہ ہے۔ کیونکہ اس مدعا میں لزوم کذب فی کلام الباری عز و مجدہ سے کام نہیں لیا گیا۔ ہذا مافی ذہنی القاصر الان لعل الحق

لا یتجاوز عنہ والحمد لله اولاً و آخراً وهو یقول الحق ویهدی السبیل۔

۷۔ آنحضرت کے میلاد شریف پر خوشی منانا

محمد اسماعیل صاحب نظامی جھانسی کیتھوبازار شملہ نے دریافت کیا کہ دو سال قبل وہاں گروہ درگروہ جشن عید النبی منائے گئے۔ اور جلوس جھنڈا، ۱۲ کو جامع مسجد سے عید گاہ تک لے جایا گیا۔ اس سال امام احمد حسن صاحب نے جلوس روک دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ولادت میں ایسی تقریب منانا منع ہے۔
جواب میں حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے میلاد شریف پر خوشی منانا جائز ہے۔

۸۔ رسول کریم پر سحر ہونے کے اشکال کا حل

سوال

بھنور فیض گنجور جناب حضور انور پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد اظہار اشتیاق تمنائے سعادتہ قدم بوسی بندہ خاکسار مہر دین سکندریا لکوٹ میان پورہ عرض پرداز ہے کہ بندہ کو ایک عقدہ درپیش ہے جس کا کشاد بجز حضور انور مشکل ہے۔ اُمید واثق ہے کہ حضور انور جواب باصواب سے مسرور فرمائیں گے۔ وہ عقدہ یہ ہے کہ نزول سورہ معوذتین میں کل مفسرین نے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جادو ہونا اور جناب کا چھ ماہ بیمار رہنا ثابت کیا ہے جس سے عجیب حیرانگی ہے کہ چھ ماہ باب وحی کا مسدود ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ دیگر بمقابلہ موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار جادو گر کے جادو کا اثر نہ ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ یہاں حبیب پاک پر ایک عورت کا جادو کرنا اور آپ پر اثر ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ ادھر قرآن شریف میں واللہ یعصمک من الناس ولن یضروک شیئاً آیا ہے۔ برائے مہربانی اس عقدہ کو مفصل طور پر حل فرما کر ممنون فرمائیں۔ والتسلیم۔

الجواب هو الصواب

واقعہ مسحوریت ذات بابرکات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صحیح ودرست ہے۔ اور معوذتین کا شان نزول بھی باتفاق مفسرین یہی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں بکثرت احادیث مروی ہیں۔ مگر اس واقعہ کے وقوع سے کوئی خدشہ و اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ جیسے اور لوازمات بشریہ مثلاً کھانا، پینا، سونا، مرض ہونا من حیث الانسائت ذات مبارک کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اسی طرح اثر سحر کا وقوع بھی من حیث البشریت ہی ہے نہ من حیث النبوة کہ عدم تاثیر سحر بوسلے علیہ السلام و تاثیر سحر بذات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتحیات سے اپنے خیال کے موجب بے جا نتیجے نکالے جائیں جیسے معتزلہ و دیگر فرقہ باطلہ نے اس موقع پر خیالات فاسدہ ظاہر کیے ہیں اور علماء دین نے محققانہ جواب دیئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں یہ

بحث مفصل مذکور ہے تحت آیتہ کریمہ وابتعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان الخ و معوذتین۔ غرضیکہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ من حیث النبوة سحرہ و جادوگران سے تھا۔ اور یہ قانون الہی ہے کہ مقابل نبی کو بازمائش نبوة فتح نصیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ قصہ نوح و دیگر انبیاء علیہم السلام کہ قوم نے ان کی تکذیب کی اور خود واقعہ موسیٰ علیہ السلام اس امر کا شاہد ہے۔

اور اگر مقابلہ من حیث النبوة نہ ہو تو پھر نبی کو تکلیف و ایذا پہنچ جانی کوئی مستبعد امر نہیں ہے۔ بلکہ یہ خاصہ بشریہ ہے جیسے اور لوازمات بشریہ سے نبی مبرا نہیں ہوتا۔ ویسے ہی دنیاوی تکالیف و مصائب سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ و نیز آیتہ کریمہ واللہ یعصمک من الناس و دیگر آیات اس معنی بھی اس واقعہ کی قاضی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ عصمت سے عصمت دینی مراد ہے نہ بدنی۔ ورنہ دندان مبارک کا شہید ہونا۔ کفاروں کا تکالیف و ایذا پہنچانا۔ ملک چھوڑ کے ہجرت کرنا سب عصمت بدنی کے خلاف ہے پس ضرور عصمت سے وہی عصمت مراد لینی پڑے گی جو خاصہ نبوة ہو اور جو فیما سخن فیہ ہے وہ عصمت دینی ہے و ہوالمراد۔ و نیز ان آیات میں انقطاع وحی بھی نہیں معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ معوذتین کا نزول اسی زمانہ میں ہوا ہے اور یہ امر کہ اتنی مدت وحی بند رہی اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

حضرات مفسرین نے تو اس واقعہ کو نہایت ہی بسط کے ساتھ بیان کیا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقعہ و محل نہیں بقدر ضرورت حاشیہ سلیمان محل کی تھوڑی سی عبارت نقل کیے دیتا ہوں وہی ہذہ۔ قال الراغب تاثیر السحر فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو یکن من حیث انہ نبی وانما کان فی بدنہ من حیث انہ بشر وانسان کما کان یا کل ویتغوط ویغضب ویشتہی ویمرض فتاثيره فیہ من حیث ہو بشر لا من حیث ہو نبی وانما یكون ذلك قادحاً فی النبوة لو وجد للسحر تاثیر فی امر یرجع للنبوة کما ان جرحہ وکسر ثنیتہ یومر احدہم یقدح فیما ضمن اللہ لہ من عصمتہ فی قوہ تعالیٰ واللہ یعصمک من الناس وکمالاً اعتداد بما یقع فی الاسلام من غلبۃ بعض المشرکین علی بعض النواحی فیما ذکر من کمال الاسلام فی قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واللہ اعلم وعلما تم

العبد الملتجئ الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ یعلم خود



۹۔ اسلام والدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استفتاء

بخدمت فیض درجت فیض رساں تکیہ تولا بے کساں لُپت پناہ مریاں حضرت مری صاحب جو دد ام ظلم
بعد معروض آنکہ دست بستہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مسئلہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اسلام پر
فوت ہوئے ہیں یا کہ نہیں۔ اور اگر اسلام پر نہیں تو کس پیغمبر صاحب پر تھے۔ زیادہ حد آداب۔

البعثت بعدار ولی محمد چاک نمبر ۱۱ امنگانی
ڈاک خانہ خاص تحصیل و ضلع جھنگ

الجواب هو الصواب

حضرت پیغمبر خدا محمد بنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے عدم اسلام کا علماء متقدمین کو تو یقین و اثن
ہے اور متاخرین ابن حجر وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے مگر بعض متاخرین محققین اہل فقہ و حدیث نے اسلام ابوین شریفین حضرت
رسول الثقلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو احادیث سے ثابت کیا ہے۔ بلکہ جمع آباء و اہمات حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ
علیہ وسلم کا اسلام حضرت آدم علیہ السلام تک پایہ ثبوت کو پہنچایا ہے۔

اور اثبات اسلام کے تین طریقے بیان کیے ہیں۔ اول یہ کہ والدین شریفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین ابراہیم خلیل اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔ دوسرا یہ کہ وہ دونوں صاحب زمانہ فترت میں تھے نہ زمانہ نبوت میں یعنی ان کو کسی نبی کی دعوت نہیں
پہنچی تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے آپ کے والدین شریفین کو زندہ کیا اور وہ اسلام لائے۔
چنانچہ احادیث میں مروی ہے کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ ایزدی میں سوال کیا کہ الہی میرے والدین کو زندہ فرما کر
مشرق باسلام کر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سوال منظور فرما کر آپ کے والدین کو زندہ فرما کر مشرق باسلام کیا۔ اگرچہ بعض احادیث
میں اس کے خلاف بھی تصریح معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث کی علماء متقدمین نے تضعیف بھی کی ہے لیکن متاخرین محققین نے
حدیث احیاء کی تصحیح و تحسین کئی طرح سے فرمائی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث احیاء ان احادیث سے کہ جن کو متقدمین محدثین
نے روایت کیا ہے متاخر ہے۔ گویا کہ یہ علم متقدمین سے ایک گونہ پوشیدہ و مستور تھا اور متاخرین پر اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول دیا
واللہ یختص برحمته من یشاء من فضله۔ علامہ شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس بارہ میں
کئی رسالے لکھے ہیں اور مخالفین کو بخوبی جواب دیئے ہیں۔ علیٰ هذا القیاس صاحب مواہب لدنیہ والوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ
نے بھی اس مدعا کا ثبوت پیش کیا ہے۔

علامہ شامی و طحاوی نے بھی اسلام ابوین شریفین کا مسئلہ بغرض اثبات اسلام انہما ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ الانوار المحمدیہ من
مواہب اللدنیہ میں مرقوم ہے وقد روی ان امنة امننت به صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہا روی الطبرانی
بسندہ عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل الحجون کئیباً حزیناً

فأقاربه ما شاء الله تعالى ثم رجع مسروراً قال سألت ربي عز وجل فاحي لي امي فأمنت بي ثم ردها.
 كذا روى من حديث عائشة أيضاً أحياء ابويه صلى الله عليه وسلم وحتى أمنا به رواه السهيلي
 والخطيب - وقال القرطبي في التذكرة ان فضائله صلى الله عليه وسلم وخصائله لو نزلت تنوأل و
 تتابع الى حين مماته تكون هذا ما فضله الله به واكرمه قال ليس احياء وهما وايمانها ممتنعاً عقلاً
 ولا شرعاً فقد ورد في الكتاب العزيز احياء قتيلى بنى اسرائيل واخبر بقاتله وكان عيسى عليه السلام
 يحيى الموتى وكذلك نبينا عليه الصلوة والسلام راحى الله على يديه جماعة من الموتى وانه اثبت
 هذا فما يمتنع ايمانها بعد احيائها ويكون ذلك زيادة في كرامته وفضيلته صلى الله عليه وسلم
 وقال الامام فخر الدين الرازى ان جميع ابااء محمد صلى الله عليه وسلم كانوا مسلمين ومما يدل على
 ذلك قوله صلى الله عليه وسلم لو ازل انقل من اصحاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات وقد قال الله
 تعالى انما المشركون نجس فوجب ان لا يكون احد من اجداده مشركاً ولقد احسن الحافظ شمس
 الدين بن ناصر الدين الدمشقى حيث قال :-

حبا لله النبى مزيد فضل
 على فضل وكان به لطيفاً
 فاحى امه وكذا اباها
 لا يمان به فضلاً لطيفاً
 فسلم فالقدير بذات دير
 وان كان الحديث به ضعيفاً

اور بخارى شريف ميں بروايت ابى ہريره رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
 بعثت خیر قرون بنی آدم میں قرناً بعد قرن ہوتی ہے اور خیریت بعثت نبوی باوجود تلوث کفر آباؤ اجداد غیر متصور و نیز حدیث مسلم
 جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمعیل علیہ السلام سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو
 اور بنی ہاشم سے خلعت ان طفا حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنائی گئی۔ یہ برگزیدگی واصطفائی بھی اسی کی مقتضی ہے کہ سلسلہ
 آباؤ اجداد نبوی میں کم از کم وجود توحید تضرع و سب پائیا جائے ورنہ باوجود کفر و شرک محض خصائل حمیدہ کسی گنتی و شمار میں نہیں۔ کما فی
 المشکوٰۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر
 قرون بنی آدم قرناً فقراً حتی کنت من القرن الذی کنت منہ رواہ البخاری۔ و... واثلہ بن الاسقع
 قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اصطفیٰ کنانہ من ولد
 اسمعیل واصطفیٰ قریشاً من کنانہ واصطفیٰ من قریش بنی ہاشم وادبطفانی من بنی ہاشم رواہ مسلم
 اور علامہ ابن عابدین شامی و علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی ایمان والین شریفین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح
 ثابت کیا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے اور حدیثین بھی اس کے خلاف وارد ہوئی ہیں ان کی توجیہ خوبی
 فرمائی ہے چنانچہ شامی میں مرقوم ہے۔ ان تری ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم قد اکرمه الله تعالى بحياة ابويه
 له حتى اصابه كمانى حديث صححه القرطبي وابن ناصر الدين حافظ الشام وغيرهما فانتمعا
 بالايمان بعد الموت على خلاف العادة اكره ما للنبية صلی اللہ علیہ وسلم كما صحى قتيلى بنى اسرائيل
 ليخبر بقاتله وكان عيسى عليه السلام يحيى موتى وكذلك نبينا عليه الصلوة والسلام راحى الله تعالى على

یدیه جماعۃ من الموتی وقد صح ان اللہ تعالیٰ رد علیہ الشمس بعد غیبتہا حتی صلی علی کرم اللہ
 وجہہ العصر فکما اکرم بعود الشمس بعد فواتہ فکذا لک اکرم بعود الحیاة ووقت الایمان بعد
 فواتہما۔ ولایقال ان فیہ اساءة ادب لاقتضائه کفر الابوین الشریفین مع ان اللہ تعالیٰ احیاہما لہ
 وامنا بہ کما ورد فی حدیث ضعیف لانا نقول ان الحدیث اعم بدلیل روایۃ الطبرانی وابی نعیم و
 ابن عساکر خرجت من نکاح ولہا خرج من سفاح من لدن ادم الی ان ولد فی ابی وامی لعویص بنی من
 نکاح الجاہلیۃ شیء واحیاء الابوین بعد مماتہما الینا فی کون النکاح کان فی زمن الکفر ولاینا فی ایضاً
 ما قال لہ الامام فی الفقہ اکبر من ان والدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتا علی الکفر ولما فی صحیح المسم
 استأذنت ربی ان استغفر لأمی فلویأذن لی وما فیہ ایضاً ان رجلاً قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 این ابی قال فی النار قلما قفادعاہ فقال ان ابی وایاک فی النار لا مکان ان یکون الاحیاء بعد ذلک لانه
 کان فی حجة الوداع فکون الایمان عند المعاینۃ غیر نافع فکیف بعد الممات فذلک فی غیر الخصوصیۃ
 التی اکرم اللہ بہا نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الاستدلال علی نجاتہما بانہما ماتا فی زمن الفترۃ
 فهو مبني علی اصول الاشاعرة ان من مات ولہ تبلیغہ الدعوة یموت ناجیا اما الماتریدیۃ فان
 مات قبل مضی مدۃ یمکنہ فیہا التأمل ولہ یعتقدہ ایمانا ولا کفر افلا عقب علیہ بخلاف ما اذا
 اعتقد کفرا ومات بعد المدۃ غیر معتقد شیئاً نعم البخاریون من الماتریدیۃ وافقوا الاشاعرة
 وحملا قول الامام لا عذر لاحد فی الجہل یمخالفہ علی ما بعد البعثۃ واختارہ المحقق ابن الہمام فی التحریر
 لکن ہذا فی غیر من مات معتقد الکفر فقد صرح النووی والفخر الرازی بان من مات قبل البعثۃ
 مشرکاً فهو فی النار وعلیہ حمل بعض المالکیۃ ما صح من الاحادیث فی تعذیب اهل الفترۃ بخلاف
 من لہ یشرک منہم ولہ یوحد بل بقی عمرہ فی غفلتہ من ہذا کلہ ففیہم الخلاف وبخلاف من
 اہتدوا منہم بعقلہ کقس بن ساعدۃ وزید بن عمرو بن نفیل فلا یخالف فی نجاتہم وعلی ہذا
 فالظن فی کرم اللہ تعالیٰ ان یکون ابواہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہذین القسمین بل قیل ان ابواہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کلہم موحدون لقولہ تعالیٰ وتقبلک فی الساجدین۔ اور علامہ طحاوی نے بھی اسی
 کے قریب قریب بیان کیا ہے جس کا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں ہے۔ اُس کو ترک کرنا ہوں۔ ہاں اُس میں ایک حکایت
 اُس کے متعلق نقل کی ہے اُس کو تحریر کر دیتا ہوں۔ وحکی ان بعض الفضلاء مکث متفکر الیلتہ فی ابویہ صلی
 اللہ علیہ وسلم واختلف العلماء فی حدیث احیائہما وایمانہما بہ فمن مضعف ومن مصحح
 وهل یمکن الجمع بین الاقوال ام لا فاستہواہ الفکرۃ حتی مال علی السراج فاحرقہ فلما كانت
 صبیحۃ تلک اللیلۃ اتاہ رجل من الجند یسألہ ان یضیفہ فتوجہ الی بیتہ فمر فی اثناء الطريق علی
 رجل حضری قد جلس بباب خزانۃ تحت حانوت بہا موازینہ وباقی آلات البیع فقام ہذا الرجل
 حتی اخذ بعنان دابۃ الشیخ وقال لہ شعر۔

أمنت ان ابا النبی و امہ احیاءما لہی القدير الباری

حتى لقد شهد الہ برسالة صدق فتلك كرامة المختار
وبه الحديث ومن يقول بضعفه
فهو الضعيف عن الحقيقة عارى

ثوقال خذها اليك ايها الشيخ ولا تسهر ولا تتعب نفسك متفكرا حتى يحرقك السراج
ولكن امض المحل الذي انت قاصده لتاكل منه لقمة حراما فبغت الشيخ لذلك ثوقطلب الرجل
فلم يجده فاستنجز جيرانه من اهل السوق فلم يعرف منه احدا واخبر ابا نه لاعهد لهم برجل
يجلس بهذا المحل اصلا ثم ان الشيخ رجع الى منزله ولعمري الى دار الجندی لما سمعه من مقالة
هذا الاستاذ - الحاصل ايمان والدين شريفين حضرت پيغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا متاخرين علماء کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین کے نزدیک ثابت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

الملتجی الی اللہ عبدہ المذنب
مہر علی شاہ

۱۔ حضور علیہ السلام کے بعض اسماء کی تحقیق۔ سو نماز میں ایک مسئلہ

استفسار

مکرم و معظم بندہ سلماک اللہ تعالیٰ تسلیم و نیاز۔ مزاج شریف۔ نہایت ادب سے التماس ہے کہ آیا محمد احمد
محمود، اسم میں یا لقب۔ علماء اس جانب کا اس میں اختلاف ہے۔ محمود از تونسہ
مکرمی معظمی سیدی جناب شاہ صاحب زاد الطافہ۔ بعد تسلیم و نیاز آنکہ بجواب نوازش نامہ خطیج چکا ہوں۔
امید کہ کل موضوع ہوا ہوگا۔ ایک مسئلہ کی دریافت کے واسطے مکتوب ہذا کی تحریر کی جلد ضرورت ہے۔ امید کہ تحقیقات
جواب باصواب سے جلد مشکور فرمائیں گے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس جگہ خلف امام مقتدی کے سو پر اعادہ نماز کے بارہ میں
علماء میں اختلاف ہے۔ اگرچہ اس میں متفق ہیں کہ خلف امام مقتدی کو اپنے سو پر سجدہ نہیں کرنا ہے۔ مگر اس میں اختلاف
ہے کہ اعادہ نماز کا کرنا ہے یا نہیں۔ سنا ہے کہ جناب نے ایک دفعہ پاک پتن شریف میں اس مسئلہ کے بارے میں کچھ
فرمایا تھا۔ براہ مہربانی بعد تحقیق کے جواب سلسلہ مذکور سے مشکور فرمائیں۔

نیاز مند محمود تونسوی

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده وآله وصحبه
استفسار۔ محمد احمد محمود، القاب انديا اسماء۔ جواباً گزارش است کہ مقصود از محمد و احمد محمود چونکہ ذات

مسمی است لہذا اسماء خواہند بود نہ القاب چہ مقصود دریں ہا مدح و ذم است نہ مجرد ذات اگرچہ واضح را عند الوضع معنی وصفی ملحوظ بوده باشد و ثمرہ اشش ہمیں کہ از اسماء منقولہ خواہند بود نہ از اسماء مرتجلہ بنا بر علیہ اہل تحقیق در ذکر اسماء شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمد و محمد را از اسماء ذات شمرده اند و سایر اسماء را علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام از اسماء صفات۔ محدث دہلوی شیخ عبدالحق در مدارج النبوت بنویسد (واعلم واشہر اسماء آنحضرت لحمد و محمد است کہ بمنزلہ اسم ذات اند و دیگر اسماء صفات و آنچه حضرت شیخ بہ ہمیں جانوشہ اند کہ (وایں ہر دو اسم الیٰ پس سزاوار است کہ تسمیہ کردہ شود با حمد و محمد) پس مفید است برائے بودن آنها از اسماء منقولہ کما انہ از قبیلہ القاب چنانچہ ملاحظہ معنی وصفی بعد بودن ذات مقصود از ان ہا عند الوضع باشد یا بعد از ان کما روی عن حسان بن ثابت ابی طالب ے

و شق له من اسمه لیجله فذوالعرش محمود و هذا محمد

انہا را داخل القاب نمی سازد فالعبارة فی کونها اسماء ہو کون الذات مقصودة ولو شتم المعنی الاشتقاقی رائحة التعقل والملاحظة بخلاف اللقب فان المقصود فیها هو المدح کزین العابدین او الذم کانف النافۃ فعلی اسم وزین العابدین لقب وابن الحسین کنیۃ سلام اللہ علیہما وان کان معنی العلو ملحوظا عند الوضع۔ (خلاصہ یہ کہ محمد، احمد، محمود مقصود علیہ السلام کے ذاتی نام ہیں صفاتی نام اور القاب نہیں)

وفائدہ والاسم له معان فیطلق علی مقابل الفعل والحرف وعلی مقابل اللقب والکنیۃ و علی مقابل الصفة المشتقة ویكون بمعنی العلو والظاهر ان المراد ههنا ای فی اسمائه صلی اللہ علیہ وسلم ماشاع اطلاقہ علیہ صلی اللہ علیہ سواء کان علما او صفة او غیرہما وسواء اختص به صلی اللہ علیہ وسلم وضعا ام لافہو العلو وما یشبهہ۔ نسیم الریاض علی شرح شفاء العیاض ہذا ما عندی والعلوم عند اللہ۔

استفسار ۲۔ کیا سہو مقتدی سے مقتدی پر سجدہ سہو واجب ہے یا اعادہ نماز یا کچھ بھی واجب نہیں،

الجواب

روایات ذیل سے پایا جاتا ہے کہ نہ اعادہ اور نہ سجدہ سہو کچھ بھی لازم نہیں۔ ولا یجب بسہو المؤمن یسہو امامہ ان سجد۔ شرح وقایہ۔ والاصل فی ذلك کلہ حدیث انما جعل الامام لیسبہ اخرجہ ابوداؤد وغیرہ الدال علی وجوب المتابعة۔ عمدة الرعاۃ۔ ویلزم الماموم السجود مع الامام بسہو امامہ لا بسہوہ لانہ لو سجد وحده کان مخالفا امامہ ولو تابعہ الامام ینقلب التبع اصلا فلا یسجد اصلا قال صلی اللہ علیہ وسلم الامام لکوضا من یرفع عنکوسہو کورقرا تکو۔ مرقی الفلاح قولہ یرفع عنکوسہو کورقرا تکو قرن رفع السہو برفع القراءة لیفید انہ کمالا اثر علی المؤمن بترك القراءة هكذا لا اثر علیہ بترك السہو بل هو الواجب علیہ ماشیہ طحاوی علی مرقی الفلاح۔ وبسہو المؤمن لا یجب السہو علی الامام لانہ متبوع لا تابع ولا علیہ ای ولا علی المؤمن لانہ ان سجد وحده کان مخالفا امامہ وان سجد الامام معہ ینقلب الاصل تبعا۔ کبیری۔ فان سہی المؤمن لا یجب علی الامام

ولا على المؤتم السجود لان صلاته ليست بمبنية على صلوة المأموم فسادا ولا نقصانا فلا يجب نقصان صلاته نقصان صلوة المأموم واذا العريج على الامام لم يجب على المأموم لانه لو وجب فاما ان يسجد وحده وفيه مخالفة امامه فيما ليس من اتمام الفرض وهو لا يجوز واما ان يسجد معه امامه وفيه قلب الموضوع عن اية شرح هداية - ان الامام يكفي من ورائه فان سهى الامام فعليه سجدة السهو وعلى من ورائه ان يسجد وامعه فان سهى احد ممن خلفه فليس عليه ان يسجد والامام يكفيه (اهق عن عمر) يعني رواه البيهقي في السنن عن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم - منهج العمال - بل الاولى التمسك بما روى ابن عمر عنه صلى الله عليه وسلم ليس على من خلف الامام السهو - شامى صفحہ ۲۹۹ - اس سے ثابت ہوا کہ شامی کا مختار عدم سهو و عدم عادی ہے گو کہ شامی نے صاحب نہر کا قول ذیل بھی نقل کر دیا ہے - قال فی النہر و مقتضی کلامہ ہوا نہ یعیدها لثبوت الکراہة مع تعذر الجاب والعلم عند اللہ و علمہ اتم

کتبہ

العبد الملتجى الى الله المدعو بمهر على شاه

امتثالاً للامر الشريف والا، از ما بجز حکایت مہر و وفا پیرس
جواب بالا کی قبولیت میں حضرت صاحبزادہ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو نوازش نامہ رونق افروز ہوا وہ ذیل میں نقل ہے :-

ازنگ چہ گوئی کہ مرانام زنگ است

وز نام چہ پرسی کہ مراننگ ز نام است

مکرم و معظم بندہ جناب شاہ صاحب جو سلمکم رکم تسلیم و نیاز - ہر دو جواب جو کہ عین ثواب تھے، پہنچے - الہی ہمیشہ
فائز بہ ثواب رہو - آمین - بے شک جناب کو ایسے ویسے جوابات کے لیے تکلیف دینا اگرچہ نازیبا ہے مگر چونکہ مسنی بہرہ ہو
پھر ہم جو کچھ کریں جناب اس کو مہر و محبت کی نگاہ سے دیکھیں گے -

نیکی پیر مغال ہیں کہ چو ما بد مستان

ہر چہ کر دیم بحشم کر مش زیب بود

بارش کی اشد ضرورت ہے - اور اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے - مگر ادعوی استجب لکم کامرہیں رہبری
کرتا ہے کہ دعا طلبی کریں - مکرما تو ہم آئیں گے - نیاز

محمود از تونسہ



۱۱۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کون مراد ہیں

مخلصی فی اللہ بרכת علی حفظک اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لكل نبی آل وعدة وآلی وعدتی المؤمنین۔ ہر ایک نبی کے لیے اتباع وجماعت ہیں اور میری تابعین اور جماعت وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھ کو صدق آل سے سچا نبی مانا ہے۔ اس حدیث سے جس کو حضرت شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کی دوسری جلد میں بحوالہ سوال حکیم ترمذی ذکر کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ آل محمد سے مراد سب مومن ہیں۔ اقارب وازواج واولاد وغیرہم۔ اور لغت والوں جیسا کہ قاموس وغیرہ نے بھی معنی اقارب واتباع لیا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ کسی مقام میں اہل بیت و آل محمد سے مراد وہ اقارب ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے چنانچہ آل علی و آل جعفر و آل عقیل و آل عباس علیہم السلام رضوان۔ اور کسی جگہ پر نظر بقرنیہ مقام اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وازواج مطہرات اور کسی جگہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا و حسن و حسین و علی علیہم السلام۔ خلاصہ آنکہ لفظ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ درود شریف اور آل ابراہیم اور آل فرعون سے مراد اتباع اور پیرو لوگ ہیں۔ ماسوائے درود شریف جیسا جیسا مقام ہوگا بقرنیہ مقام خاص خاص معنی مراد ہوں گے۔ والسلام

دعا گو :-

مہر علی شاہ از گولڑا

۱۲۔ بنو ہاشم کے لیے صدقات فرضیہ کی حلت

حضرت قبلہ عالم کے اس فتوے کی اصل تحریر سید حسین شاہ صاحب سکنہ کوٹ فتح خان ضلع کیمبل پور سے دستیاب ہوئی۔ فتوے فارسی اور عربی میں تحریر ہے۔ فتوے کا متن مع اردو ترجمہ درج ذیل ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

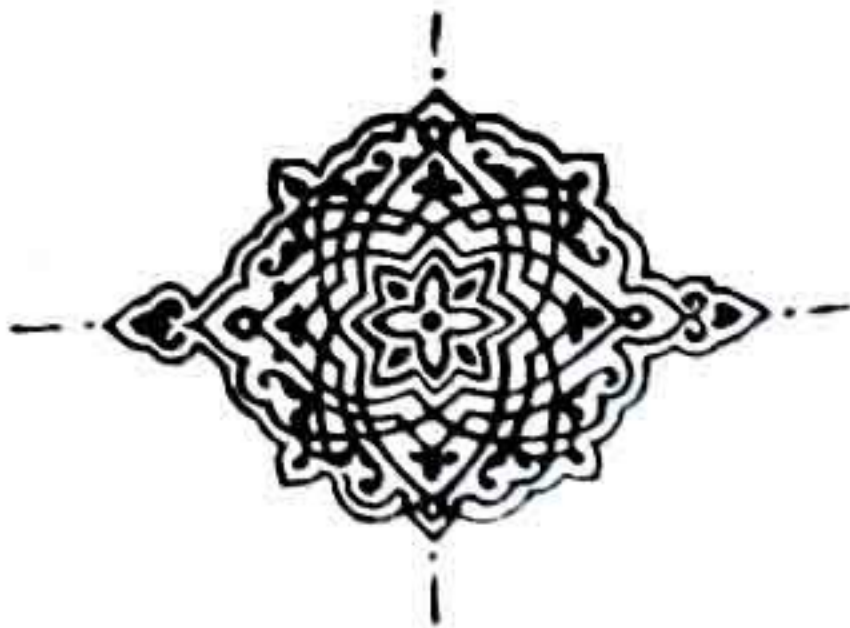
ابا بعد در حرمت صدقات فرضیہ بر بنی ہاشم حدیث بریرہ و حدیث قرہ دلالت بر عموم دارد لکن بعض محبتین کرام عند الامام الحامد اباحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمت را مخصوص بزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داشته و امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ از ثقات و مشارالیه است در تحقیق و تنقید احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہمیں را معتقد و معمول بہ قرار دادہ۔ قال صاحب تفسیر روح البیان تحت الآیۃ واعلموا انما غنمتم الی و ابن السبیل بعید الترجمة والتحقیق اللفظی کما ہود ابہ شکر اللہ تعالیٰ سعیدہ و فی شرح الآثار عن ابی حنیفہ ان الصدقات کلها ای فرضہا و نافلہا جائزۃ علی بنی ہاشم و الحرمة فی زمان النبی علیہ السلام لوصول خمس الخمس الیہم فلما سقط ذلک بموتہ حلت لہم الصدقہ قال الطحاوی و بالجواز ناخذ انتہی۔ پس نظریہ قول امامنا الاعظم

در ذہن ناقص ہیں جو از است فان قلت كيف ذلك والاحاديث مصرحة بعموم النهي فيستدل بها بعدا لعلوم بصحتها على تزئيف الرواية المذكورة في شرح الآثار قلت اولاً ان احتمال عدم وصول الاحاديث الى المجتهد ساقط فانه يسلم الحرمة لكن يخصه بعهد النبي صلى الله عليه وسلم والحرمة المذكورة في الاحاديث فحسب فعلهم ان اجتهاده افضاه الى القول بالجواز فالاستدلال المذكور باطل وثانياً ان الفقهاء صرحوا بان العجم ضيعوا السابهم فكيف يحكم قطعاً بالحرمة اين است ما حضرو الله اعلم و علمه اتقوا ما أبرئ نفسي -

الراقم مهر على شاه عفي عنه

خلاصہ ترجمہ

حضرت نے بحوالہ تفسیر روح البیان زیر آیت وَاَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ (انفال ۴۱) معانی الآثار امام طحاوی سے نقل فرمایا کہ حضرت امام ابی حنیفہ کے نزدیک بنی ہاشم کے لیے ہر قسم کے صدقات فرضیہ ہوں یا نافلہ جائز ہیں۔ ان کی حرمت بنی ہاشم کے لیے فقط زمانہ نبی علیہ السلام میں تھی کیونکہ اُس وقت انہیں مالِ خمس سے حصہ ملتا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ حصہ ان کے لیے ساقط ہو گیا تو صدقات ان کے لیے حلال ہو گئے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم جو از پر فتویٰ دیتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہو سکتا ہے حضرت امام ابو حنیفہ کو ان احادیث کا علم نہ ہو اور جن سے صدقات فرضیہ کی حرمت بنی ہاشم کے لیے ثابت ہے۔ تو اُس کا جواب حضرت قبلہ عالم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ ان احادیث کو جانتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ یہ حرمت اور منع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ منحصر تھی۔ لہذا ایک محقق مجتہد کے اجتہاد سے یہ ثابت ہوا کہ احادیث نہ اپنی جگہ درست ہیں۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی اور حرمت کی علت خمس کا حصہ ملنا قرار دیا۔ لہذا جب یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ختم ہوا نہی اور حرمت بھی ختم ہوئی (نیز ایک الزامی جواب کی طرف بھی اشارہ فرمادیا) کہ جب عجمی لوگوں کے انساب فقہائے کرام کے نزدیک ضائع ہو چکے ہیں یعنی ان کا اعتبار نہیں رہا تو محض شک سے حرمت کیسے ہوگی۔



فرقہ و ہائیمہ کے چند اعتراضات کے جواب

۱۳۔ درود مستغاث پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب سوال

سیدی و سندی دامت برکاتہم العالیہ
تسلیم و نیاز میں نے سنا ہے کہ حضور انور اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن
میں اپنی امت کا حال بلا واسطہ ملائکہ دیکھ رہے ہیں۔ اور قائل کا مقولہ بلا واسطہ خود سنتے ہیں۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ
حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی غائباً ابلاغتہ رواہ احمد کے خلاف
ہے۔ نیز درود مستغاث شریف پڑھنے پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بھی حدیث مذکور کے خلاف ہے کیونکہ اس میں
بصیغہ خطاب موجود ہے۔ امید ہے حضور ازراہ کرم اس اشکال کو حل فرما کر مطلع فرمائیں گے۔

آپ کا نیاز مند محمد شفیق از علاقہ مڈھ رانجھہ ضلع شاہ پور

الجواب

مخلصی فی اللہ مولوی محمد شفیق صاحب حفظک اللہ تعالیٰ
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس مسئلہ کے متعلق میری نسبت جو کچھ آپ نے سنا ہے۔ وہ راوی نے حسب فہم خود
بیان کیا ہے۔ میں اپنی رائے کے اظہار کو مخاطب کے خواص اہل مشاہدہ و تجربہ سے اور صاحب ارتباط بہ عالم برزخ
ہونے پر موقوف سمجھتا ہوں۔ بغیر اس کے تحریر فضول ہے۔ جو اب غیر مقلدین اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ درود مستغاث
پڑھنے کے وقت یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ملائکہ ٹوکھ با بلاغ درود شریف جیسا یقرء بصیغہ خطاب حضور پہنچادیں گے۔
پس حدیث مذکور میں جملہ (ابلاغتہ) کے مطابق ٹھہرا۔ درود مستغاث کا جواز عقیدہ خواص کے ساتھ وابستہ نہیں۔
اس بارے میں مزید تفصیل میری کتاب "اعلام کلمۃ اللہ" کے آخر میں ملاحظہ کریں۔ بوجہ ازدحام خلق بتقریب عرس شریف
زیادہ فرصت نہیں۔ والسلام
دعا گو:- مہر علی شاہ از گولڑا

۱۴۔ بدعت کی اقسام و تعریف و رد و ہابہ استفسار

سیدی و سندی دامت برکاتہم العالیہ
تسلیم و نیاز۔ کچھ دن ہوئے ایک فتویٰ بصورت سوال و جواب نظر سے گذرا جس میں مفتی صاحب نے ثبوت
کرنے کی کوشش کی ہے کہ رمضان شریف میں بعد ختم تراویح سلسلہ چشتیہ نیاز یہ کے متوسلین دست بستہ کھڑے ہو کر
جو سلسلہ مذکورہ پڑھتے ہیں بدعت و ضلالت ہے۔ امید ہے حضور اس بارے میں اظہار رائے فرما کر متوسلین سلسلہ عالیہ
کو مطمئن فرمائیں گے حضور کے ملاحظہ کے لیے فتوے ارسال ہے۔
نیاز مند:- محرم علی چشتی

اے جو شخص مجھ پر میری قبر کے نزدیک درود پڑھتا ہے میں خود سنتا ہوں اور جو غائبانہ پڑھے اس کا درود پہنچایا جاتا ہے۔

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجی فی اللہ جناب چشتی صاحب عظیم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد سوال وجواب میری نظر سے گذرا۔ سائل و مجیب ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ ذوق و بات۔ نجدیہ ابا عن جد (آباد اجداد سے) یہی شیوہ و شعار ہے کہ مستحسنت بزرگان دین کو بدعت سینہ، ضلالت، کفر و شرک کہہ دیتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ بدعت دو قسم ہے۔ سینہ جو بظراف ہو ماجاء بہ الرسول علیہ السلام کے۔ دوسری حسنہ جو زیر عموم حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل ہو۔ امام جزری بنا بریں فرماتے ہیں۔ البدعة بدعتان بدعة هدی و بدعة ضلالة فما كان في خلاف ما امر الله به رسوله فهو في حيز الذم وما كان واقعا تحت عموم ما ندب الله اليه وحض عليه اورسوله فهو في حيز المدح۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔ المراد به ما أحدث وليس له اصل في الشرع وسمى في عرف الشرع بدعة وما كان له اصل يدل عليه الشرع فليس ببدعة۔ مشکوٰۃ میں صحیح مسلم سے بروایت جریر بن عبد اللہ مروی ہے۔ من سنّ في الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى اخر الحدیث۔ امام محمد ثموطی میں حدیث ذیل کو عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔ ماراها المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔ خزائن الروایات میں ہے المراد من التعارف تعارف الصلحاء۔ اس بنا پر مستحسنت مشائخ علیہم الرضوان سنت حسنہ ہیں۔ طریقہ علیہ چشتیہ نیازیہ میں بعد ختم دست بستہ کھڑے ہو کر سلسلہ علیہ کو پڑھنا یا سننا اسی قبیل سے ہے۔ نماز تراویح یا خصوصی رمضان سے اس کو تعلق نہیں۔ صرف کھڑے ہو کر بخشوع و خضوع و تو تسل باہل اللہ دعا مانگنا ہے۔ جیسے عرفات میں کھڑے ہو کر کیفیات اور دعا مانگی جاتی ہے۔ تو تسل بہرہ طریق نصوص سے ثابت ہے۔ حصن حصین میں نسائی و ابن ماجہ و ترمذی و حاکم سے بروایت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ قصہ اعلیٰ میں مروی ہے۔

من كانت له ضرورة فليتوضا فليحسن وضوءه ويصلي ركعتين تعويذ عو اللّٰهو انى اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وسلم
نبي الرحمة يا محمد صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وسلم انى اتوجه بك الى ربي في حاجتى هذه لتقضى لى اللّٰهو فشفعه في حاجتى لتقضى لى۔ علامہ علی قاری حرز شین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں۔ وفي نسخة بصيغة الفاعل اى لتقضى الحاجة لى والمعنى تكون سبباً للحصول حاجتى ووصول مرادى فالاسناد مجازى الخ شاه عبد العزيز صاحب قدس بتره تفسير عزيزى پاره ستم آیت والقمر اذا تسق کے تحت لکھتے ہیں :-

”وَأَرْبَابُ حَاجَاتٍ وَمَطَالِبُ حَلِّ مُشْكَلاتِ خُودِازِاں ہائے طلبند و مے یا بند اس مختصر ماہض سے وزیر روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ مجیب کا جواب سراسر غلط ہے اس وقت زیادہ نہیں لکھ سکتا منصف کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

الراقم داعی مہر علی شاہ از گولڑہ

ترجمہ۔ لہ اور حاجت مند لوگ اُن کے وسیلہ سے حاجات طلب کرتے ہیں اور پالیتے ہیں،

فرقہ زائریہ اور بہائیت کے اعتراضات کے جواب

۱۵۔ فرقہ بہائیہ کے غلط استدلال کی تردید

فرقہ بہائیہ کا معاذ اللہ نسخ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کو پیش کرنا یہاں برا الامر من السماء الی الارض ثور یخرج الیہ فی یوم کان مقداره الف سنۃ مما تعدون، غلط محض اور بے ہودہ خیال ہے۔ اسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما کان محمدٌ ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ خاتم النبیین اسی کو کہا جاتا ہے کہ اُس نبی کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو۔ ایسا ہی حدیث شریف میں ہے ان الرسالۃ و النبوة قد انقطعت فلا نبی بعدی ولا رسول یعنی پیغمبری ختم ہو چکی ہے۔ میرے پیچھے کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ پھر بہاؤ الدین وغیرہ کیسے پیغمبر ہو سکتے ہیں۔ اور شرع محمدی کس طرح منسوخ ہو سکتی ہے۔

آیہ بدالامر کا مطلب یہ ہے کہ خدائی بادشاہت اور کارروائی کی تدابیر دُنیا میں آسمان سے زمین کی طرف اُترتی رہتی ہیں۔ پھر قیامت آنے پر دُنیاوی امور کی یہ سب تدابیر جاتی رہیں گی۔ اور وہ قیامت کا دن بوجہ شدت اور سختی کے کافر پر اس قدر لمبا اور دراز معلوم ہوگا کہ گویا ہزار سال کا دن ہے جیسا کہ سورہ سجدہ کی آیت مذکورہ الصدر میں الف سنۃ مما تعدون آیا ہے۔ یا وہ قیامت کا دن سخت ہولناک ہونے کی وجہ سے کافر کو پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا چنانچہ سورہ معارج میں خمسين الف سنۃ وارد ہے۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ایک آیت میں ہزار سال اور دوسری میں پچاس ہزار سال مذکور ہے تو ایک آیت دوسری کے مخالف ٹھہری اس لیے کہ ہزار سال اور پچاس ہزار سال سے مراد یہ ہے کہ کافر کو بہت لمبا اور دراز معلوم ہوگا اس کی درازی کو خواہ ہزار سال کہئے خواہ پچاس ہزار سال اور مومن کو وہ دن نماز فرضی کے وقت ادا سے کم مقدار معلوم ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں یہی مضمون ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت بدالامر کا مطلب وہ نہیں جیسا کسی جاہل نے نسخ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سمجھا ہے۔ وہ جاہل یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اگر اس آیت کا مطلب یہ ہوتا۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیسے ٹھہرتے جب کہ معاذ اللہ بہاؤ الدین مع کتاب آسمانی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد آنے والا پیغمبر ہوتا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور شرع محمدی کو جہاں اور بے دینوں کے حملوں سے بچائے۔ والسلام

۷۔ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ
البد الملتحی والمشتکی الی اللہ المدعو بہ علی شاہ عفی عنہ ربہ لعلم خود از گولرہ

۱۶۔ ختم نبوت کے متعلق چند شکوک کا ازالہ

سوال ۱

از آیتہ ذیل معلوم ہے شود کہ پس از حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسولان تا ساعت قیامت خواہند آمد قال اللہ تعالیٰ یا بنی آدم اما یا تینکو رسل منکم یقصون علیکم ایاتی وینذرو نکم لقاء یومکم هذا الایۃ چہ مراد از بنی آدم ہمہ افراد نوع انسانی اندالی یوم القیامت۔

جواب

ایجاد و عموم اندیکے عموم افراد انسانی۔ دویم عموم و احاطہ آمدن رسل ہمہ ازمان راستی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز الی یوم القیامتہ و ظاہر است کہ عموم اول مستلزم نیست عموم ثانی را برنجیکہ تجدد افراد انسانی مثلاً در ہر قرن طرزوم باشد برائے تجدید اتیان رسل و انزال او شان بلکہ ممکن با مکان و قوعی است کفایت یک رسول برائے افراد انسانی اہل قرون کثیرہ نے بینی کہ مثلاً اُمتِ عیسویہ را آمدن یک رسول یعنی عیسیٰ علیہ السلام در قرون کثیرہ کفایت کرد و ایں امر نیست موقوف بر مشیت ایزدی بہر قدر کہ خواہد تحدیدش فرماید۔ بناءً علیہ ممکن است کہ اتیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی باشد برائے ہمعصران و تابعانش الی یوم القیامتہ لاکما زعم المستدل۔ الحاصل آیت مسطورہ بالادیل نیست بر عموم بلکہ ثابت است بقولہ تعالیٰ (خاتوا النبیین) انقطاع سلسلہ رسالت و نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سوال

حسب تصریحات شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ در مواضع کثیرہ از فتوحات مکیہ و امام شعرانی در یو اقیات سلسلہ نبوت تشریحیہ منقطع شدہ است نہ مطلق نبوت پس جائز باشد کہ بعض کمل را ایزں اُمتِ مرحومہ نبی غیر مشرع گفتہ شود۔

جواب

اصلاً جائز نیست قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی کرم اللہ وجہہ انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لابنی بعدی۔ اینجا سلب اطلاق اسم نبی مطلق مشرعاً کان او غیر مشرع فرمودہ اند اگر کوئی پس صاحب فتوحات و یو اقیات چر اخلاف ایں حدیث گفتہ اند۔ گوئم غرض ایں بزرگوار ان آنت کہ دیرں اُمتِ مرحومہ گروہ اہل اللہ ہستند کہ بذریعہ الہام یا کشف یا مطالعہ لوح محفوظ اطلاع دادہ مے شوند برابر کتاب و سنت و غیر ہانہ آنکہ بجز حصول ایں معنی او شان را دخول در مقام نبوت و استحقاق اطلاق اسم نبی حاصل گردد و صاحب فتوحات خود در فتوحات مے فرماید۔ لا یصح لاحدان ینال مقام النبوة و انما نراہ کالتجوم علی السماء انتی۔ کذا فی یو اقیات۔

خلاصہ آنکہ۔ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطلاق رسول و نبی بر احدے ایزں اُمتِ مرحومہ جائز نیست ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ایں امر محبوبی است نہ کسی۔ و فی القصیدۃ ۷

تبارک اللہ ما وحی بمکتیب

و فی کتب العقائد۔ و لا یبلغ ولی درجۃ الانبیاء الخ و فی هذا کفایۃ لمن لہ ادنی درایۃ و اللہ یقول الحق و یشدی السبیل و لہ الحمد فی الاولی و الآخرۃ و الصلوٰۃ و السلام علی جیبہ المصطفیٰ وآلہ واصحابہ البررة اهل التقی و النقی۔

العبد الملتجئ الی اللہ ان یغنیہ عن سواہ المدعو بہ مہر علی شاہ جعل آخرتہ خیراً من الاولی

ترجمہ سوال ۱۔ سورہ اعراف کی آیت یا بنی آدم اما یا تینکمر رسل منکمر الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پاک

کے بعد قیامت تک نبی آتے رہیں گے۔ کیونکہ بنی آدم سے یوم قیامت تک آنے والے تمام افراد مراد ہیں اُن کے انبیاء بھی قیامت تک آنے چاہئیں۔

جواب ۱۔ یہاں دو عموم ہیں۔ ایک افرادِ انسانی کا عموم۔ دوسرا تمام اوقات میں عموم و احاطہ رُسل۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی قیامت تک، ظاہر ہے کہ پہلا عموم دوسرے عموم کو مستلزم نہیں۔ بایں طور ہر دور میں نئے نئے رسول آتے رہیں بلکہ یہ چیز امکانِ وقوعی کے طور پر ثابت ہے کہ ایک ہی رسول قرونِ کثیرہ کے افرادِ انسانی کے لیے کافی ہو جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام اُمتِ عیسویہ کے قرونِ کثیرہ کے لیے کافی ہوئے (یعنی حضور علیہ السلام کی بعثت سے قبل پانچ صد سال) یہ معاملہ باری تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ ہر ایک کے لیے جس قدر چاہتا ہے حد مقرر فرماتا ہے۔ لہذا عین ممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہم عصروں کے لیے اور بعد میں قیامت تک آنے والوں کے لیے کافی ہوں۔ پس آیت مذکورہ سے استدلال کوئی قوت نہیں رکھتا۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت و رسالت کا انقطاع نص قرآنی و خاتم النبیین سے ثابت ہے۔

سوال ۲۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں اور امام شجرانی نے یواقیت و الجواہر میں کئی مقامات پر تصریح فرمائی ہے کہ نبوت تشریحی کا سلسلہ منقطع ہوا ہے مطلق نبوت کا نہیں۔ لہذا جائز ہے کہ بعض کاہلین اُمت کو بنی غیر تشریحی کہا جائے۔

جواب ۱۔ ایسا کہنا بالکل جائز نہیں حضور علیہ السلام حضرت علیؑ سے ارشاد فرماتے ہیں۔ انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ تم مجھ سے قرب و منزلت میں اس طرح ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے ہارون تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہاں مطلقاً اسم نبی کے اطلاق کی نفی فرمادی خواہ وہ تشریحی کہلائے یا غیر تشریحی۔ اگر کہا جائے کہ پھر صاحب فتوحات و صاحب یواقیت نے اس حدیث کی خلاف ورزی کیوں کی ہے تو جواباً یہ کہا جائے گا کہ ان اکابر کی غرض یہ ہے کہ اس اُمت مرحومہ میں اہل اللہ کا ایسا گروہ موجود ہے جنہیں کشف یا الہام یا لوح محفوظ کے مطالعہ کے ذریعے کتاب و سنت و غیرہ کے اسرار سے مطلع کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس معنی کے حصول سے انہیں نبوت کا مقام مل جاتا ہے۔ یا اُن پر اسم نبی کا اطلاق صحیح ہے۔ بلکہ صاحب فتوحات خود فتوحات میں تصریح فرماتے ہیں لا یصح لاحد ان ینال مقام النبوة انا انراہ کالنجوم علی السماء۔ انتھی۔ کہ اب کسی کے لیے نہیں ہو سکتا کہ وہ نبوت کا مقام پائے ہم تو نبوت کے مقام کو اپنے سے اتنا دور دیکھتے ہیں جتنا کہ آسمان کی بلندی پر دور سے ستارے نظر آتے ہیں۔ یواقیت میں بھی اسی طرح منقول ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد رسول و نبی کا اطلاق اُمت مرحومہ کے کسی فرد پر جائز نہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء طیب و بی چیز ہے کسی نہیں۔ قصیدہ بردہ میں ہے۔ تبارک اللہ ما وحی بمکتسب یعنی وحی کسی چیز نہیں۔ شرح عقائد وغیرہ میں ہے کہ کوئی ولی درجہ انبیاء تک نہیں پہنچ سکتا۔ صاحب سمجھ کے لیے یہی کچھ کافی ہے۔ واللہ یقول الحق ویہدی السبیل والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

۱۷۔ فرقہ مرزائیہ کے آٹھ اہم اشکالات کے جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

جناب حضرت تاشیخنا سیدنا و مولانا زبدۃ المحققین و رئیس العارفین بعد سلام علیکم کے عاجزوں کی گزارش کرتا ہے کہ فرقہ باطلہ مرزائیہ کی تائیدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ایک معتقد مرزا ابو العطا حکیم خدابخش قادیانی نے ایک ضخیم کتاب غسل مصطفیٰ لکھی ہے۔ اس کتاب میں مرزا موصوف نے اپنے زعم میں وفات مسیح کو جہاں تک ہو سکا ثابت کیا۔ مرزا صاحب قادیانی نے تو ازالہ اوہام مطبع ریاض منہد ام تر ۱۳۰۸ھ کے صفحہ ۵۹۱ سے تا ۶۲۰ میں ۳۰ آیات قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا مگر حکیم صاحب اپنے پیر سے بھی بڑھ کر نکلے یعنی انہوں نے ساٹھ آیات قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا مثل مشہور ہے کہ رُوحہاں نے جانہ سے ٹپ چلیے جان شُرپ۔ راقم الحروف کی اکثر اوقات امرتسر کے مرزائیوں کے ساتھ گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ آپ کی کتاب سیفِ چشتیانی نے مجھے بڑا فائدہ دیا۔ اور چند ایک مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الہی بخش صاحب مرحوم مع اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر ہی فوت ہوئے اور باقی مرزائیوں کے دل ویسے ہی سخت رہے۔ سچ ہے کہ

خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو زندگی اپنی سمجھتا ہے جو مرجانے کو

میری خودیہ حالت تھی کہ غسل مصطفیٰ کو پہلی بار پڑھنے سے دل میں طرح طرح کے شکوک اٹھے اور وفات مسیح پر پوچھنا یقین ہو گیا مگر الحمد للہ کہ آپ کی سیفِ چشتیانی اور شمس الہدایت نے میرے متذبذب دل پر تسلی بخش امرت ٹپکا۔ امید ہے کئی برگشتہ آدمی اس سے ایمان میں تروتازگی حاصل کریں گے۔ عرصہ ایک سال سے عاجز نے کمر بستہ ہو کر یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ایک ضخیم کتاب بنا کر غسل مصطفیٰ کی تردید بخوبی کی جائے اور اس کی تمام چالاکیوں کی قلعی کھولی جاوے۔ چنانچہ راقم الحروف غسل مصطفیٰ کے رد میں ایک کتاب صاعقہ رحمانی برنخل قادیانی لکھ رہا ہے اور اس کے پانچ باب ترتیب وار باندھے ہیں۔ (۱) حیات مسیح ۵۱ فصلوں پر (۲) حقیقت مسیح ۵۱ فصلوں پر (۳) حقیقت النبوت ۵۱ فصلوں پر (۴) حقیقت المہدی ۱۲ فصلوں پر (۵) حقیقت الدجال ۸ فصلوں پر۔

مصنف غسل مصطفیٰ نے چند ایک اعتراضات حیات مسیح اور رجوع موٹی پر کیے ہیں۔ عاجز ذیل میں وہ اعتراضات تحریر کر دیتا ہے اور آپ سے ان کے جوابات کا خواستگار ہے۔ میں نے امرتسر کے چند ایک عالموں مثلاً محمد داؤد بن عبد الجبار مرحوم غزنوی خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی ابو الوفا ثناء اللہ وغیرہ سے ان اعتراضوں کے جواب پوچھے مگر افسوس کہ کسی نے بھی جواب تسلی بخش نہیں دیئے۔ اب امید ہے کہ آپ بخمال ثواب داریں ان اعتراضوں کے جواب تحریر فرما کر فرقہ مرزائیہ کے دام مکرو سے اہل اسلام کو خلاصی دیں گے۔

اول۔ (۱) صحیح بخاری مطبع احمدی جلد ۱ ص ۴۸ میں ہے۔ عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رایت عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر الخ

(۲) پھر اسی بخاری میں ہے۔ حد ثنا احمد قال سمعت ابراہیم عن ابیہ قال لا والله ما قال النبی

بعیسی احمر و لکن بینما انانہ اطوف بالکعبۃ فاذا رجل ادم سبط الشعر یھادی بین رجلین
ینظف رأسہ ماءً او یھراق . . . الخ

پہلی حدیث میں عیسیٰ مسیح بن مریم ناصری کا خلیہ سُرخ رنگ۔ بال گھونگر دار، سینہ چوڑا تھا۔ اور دوسری حدیث میں
مسیح موعود کا خلیہ گندم گوں رنگ۔ بال کندھوں پر لٹکے ہوئے اور سر کے بالوں سے پانی ٹپکتا ہوا ہے پس اس سے ثابت
ہے کہ مسیح ناصری اور ہے اور آنے والے مسیح جس نے دجال کو مارنا ہے اور ہے۔
دوسری حدیث میں یہ بھی ہے :-

قال ثراذ ابرجل جعدٍ قطط اعور العین الیمنی کان عینہ عنبة طافیة کاشبه من رایت
من الناس با بن قطن واضعاید یہ علی منکبہ رجلین یطوف بال بیت الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے دجال کو بھی کعبہ کا طواف کرتے دیکھا مگر دوسری صحیح حدیثوں سے صاف عیاں ہے کہ دجال پر مکہ و مدینہ حرام
کیے گئے ہیں۔ پھر مسیح اور دجال کا طواف کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

دوم۔ صحیح بخاری میں ہی ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحشرون
حفاة عراة غرلاً ثوراً کما بد انا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین فاول من یکسی
ابراھیم۔ ثریوخذ برجال من اصحابی ذات الیمین وذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انھم
لا یزالوا مرتدین علی اعقابھم مذ فارقتم فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ بن مریم وکنت
علیہم شہیداً مادمت فیہم فلما توفیتنی الخ جزء سورۃ مائدہ میں ذکر ہے کہ مسیح پر سوال ہونے پر مسیح جواب
دیں گے کہ سبحانک ما یكون لی ان اقول مالیس لی بحق ان قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم
ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھو الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت
علیہم شہیداً مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الخ قیامت کے دن رسول اللہ آیات اپنے اوپر چسپاں کر کے فرماویں گے
اور اپنے بیان کو عیسیٰ کی طرح بیان فرماویں گے اب یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ فوت ہو چکے ہیں پس آپ ہی کہیں گے کہ جب تو نے
مجھے وفات دی۔ اور کما قال العبد الصالح صاف ظاہر کرتا ہے کہ مسیح بھی یہی کہیں گے۔ جب تو نے وفات دی
اب اس سے معنی وفات کے لے کر یہ کہا جائے کہ اس سے مراد وہ موت ہے جو مسیح کو زمین پر آنے کے ۴۵
سال بعد آئے گی۔ تو اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ مسیح کے پیروسیجی ابھی گمراہ نہیں ہوئے بلکہ مسیح کی وفات کے بعد
ہوں گے اور اس جائیدہ وفات مراد لینا اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ خدا تو مسیح کے اس زمانے کی سبت سوال کر رہا ہے
جب کہ مسیح کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا کہ آئندہ زمانہ کی نسبت اور پھر مسیح اتنا زمانہ چھوڑ کر آئندہ موت کی بابت کس طرح گفتگو
کرتے اور پھر تفسیر کمالین و حسینی وغیرہ میں فلما توفیتنی کے معنی رفع الی السماء نہ ہوتا۔

اور گذشتہ زمانے میں یہ کہنے پر کہ جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا یہ اعتراض آتا ہے کہ آنحضرت پھر کما قال العبد
الصالح فرما کر قیامت کو یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ جب تو نے مجھے فوت کر لیا، ورنہ یوں کہنا چاہئے۔ جب تو نے مجھے
آسمان پر اٹھا لیا، اور یہ غلط ہے جس حالت میں کہ مسیح کی طرح ہی آنحضرت فرماویں گے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسیح کی
بابت تو آسمان پر اٹھا جانا معنی کریں اور آنحضرت کی بابت فوت ہو جانے کے معنی کریں۔ کیونکہ اس سے تو مماثلت درست

نہیں رہتی۔

سوم۔ صحیح بخاری میں کتاب التفسیر میں ہے: "قال ابن عباس متوفیک میتک" بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ابن عباس ایسے معنی کرنے میں آیت یا عیسیٰ انی..... الخ میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں اُس پر یہ اعتراضات آتے ہیں۔ ۱۔ صحیح بخاری سے یہ ثابت نہیں کہ ابن عباس تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں۔ کیونکہ کتاب التفسیر میں صرف متوفیک کے معنی میتک لکھے ہیں۔

۲۔ اگر رافعک کے بعد متوفیک کو رکھیں تو لازم آوے گا کہ مسیح کا رفع تو ہو گیا ہے۔ و مطہرک وجاعل الذین الخ کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا بلکہ بعد وفات کے ہو گا اور یہ غلط ہے۔

۳۔ اگر متوفیک کو مطہرک کے بعد رکھیے تو لازم آوے گا کہ مرفوع و مطہر ہونے کے وعدے تو پورے ہو گئے ہیں مگر مسلمان کافروں پر غالب نہیں ہیں بلکہ موت کے بعد ہوں گے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔

۴۔ اگر متوفیک کو سب کے آخر رکھیں تو لازم آوے گا کہ قیامت کے دن جب کہ اور لوگ زندہ ہو کر اٹھیں گے مسیح فوت ہو جائیں گے۔ کیونکہ چوتھا وعدہ یہ ہے کہ قیامت تک تیرے پیروؤں کو کافروں پر غالب رکھوں گا۔

۵۔ یہ چار وعدے ترتیب وار ہیں اگر واد ترتیب کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ قیامت کے پہلے پہلے یہ سب وعدے پورے ہو جانے چاہئیں تو الی یوم القیامۃ کی ضرورت نہ تھی۔ اور اس کی نظیر میں کوئی اور آیت بھی پیش کرنی چاہیے۔

چہارم بعض مفسرین نے آیت وان من اهل الکتاب الخ کے معنی یہ کیے ہیں کہ مسیح موعود کے وقت میں جتنے اہل کتاب ہوں گے وہ مسیح کی موت کے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔ اس پر عمل مصطفیٰ کے یہ اعتراضات ہیں کہ:-

۱۔ آیت وجاعل الذین آیت سے صاف عیاں ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے۔ پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہو جاویں گے۔

۲۔ مفسرین کے یہ معنی اس آیت کے مخالف ہیں۔ جہاں ارشاد ہے کہ ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان تا قیامت بغض ڈالا ہے۔

۳۔ اور اس آیت کے بھی مخالف ہے جس میں ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت پیدا کر دیتا۔ مگر یہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔

۴۔ یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے تو پھر مسیح کے زمانے کو کیا خصوصیت ہے؟

۵۔ دجال یہودی ہو گا اور اس کے ساتھ ۷۰ ہزار یہود ہوں گے۔ باوجود اہل کتاب ہونے کے پھر وہ کیسے ایمان لانے کے بغیر مر جائیں گے۔

پہنجم غسل مصطفیٰ لکھنے والے نے مسیح کے معجزات اچھائے موتی۔ ابراہیم کے رب ارنی کیف تھی الموتی..... الخ عزیر کے.. اسال کے بعد زندہ ہو جانے اور بنی اسرائیل کے.. سرداروں کے زندہ ہو جانے سے صاف انکار کیا ہے۔ اور

اسی کی باطل تاویلیں کی ہیں۔ اور عدم رجوع موتی پر یہ آیات قرآنی پیش کیے ہیں:-

۱۔ وحرام علی قریۃ اهلکنا انہم لایرجعون (جز ۷۱۔ رکوع ۷)

۲۔ العیروا کواهلکنا قبلہم من القرون انہم الیہم لا یرجعون (جُز: ۲۳۔ رکوع ۱)
 ۳۔ حتی اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انہا کلمة ہو
 قائلہا ومن ورائہم برزخ الی یوم یربعثون (جُز: ۱۸۔ رکوع ۶)
 ۴۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لہتمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت و
 یرسل الی الخری الی اجل مسمی.... الخ (جُز: ۲۴۔ رکوع ۲)

۵۔ ثرا نکم بعد ذالک لمیثون ثرا نکم یوم القیامة تبعثون (جُز: ۱۸۔ رکوع ۱)
 ششم جُز ۳۔ سورۃ البقرہ میں جہاں ابراہیم کا ذکر ہے فرمایا کہ رب ارنی کیف الخ اس پر مرزائی کہتے ہیں کہ مفسرین نے
 قیمہ کرنا اور کوٹنا کس لفظ کے معنی کیے ہیں۔ گو فصرہن کے معنی کوٹنا بھی ہیں۔ مگر یہاں الیک ایسے معنوں سے روکتا ہے۔ اگر
 کوٹنا ٹکڑے ٹکڑے کرنا معنی ہوتے تو صرف فصرہن کافی تھا۔ نہ کہ فصرہن الیک اور جُز صرف ٹکڑوں کو ہی نہیں کہتے بلکہ ثابت
 جسم کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے ۱۶ آدمیوں کا جُز ۴ آدمی ۲ آدمی و آٹھ آدمی و ایک آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ پس اسی طرح ابراہیم
 نے چار جانوروں میں سے ایک ایک جانور پہاڑ پر رکھا۔ اور پھر آواز دے کر ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

ہفتم۔ قرآن مجید کی بسٹل سے زیادہ آیتوں میں "توتونی" کے معنی موت کے آئے ہیں۔ تو پھر یہاں مسح کی کیا خصوصیت
 ہے۔ اگر اس سے پورا کر لینے کے معنی لیں۔ تو پھر بھی یہ ایک معما باقی رہتا ہے کہ (۱) کیا عمر کو پورا کرنا (۲) کیا جسم و روح کو پورا کر
 لینا (۳) یا کوئی اور معنی۔ اور اگر جسم مع الروح پورا لینا مراد ہے تو باقی آیات میں جہاں توتونی وغیرہ ہے تو کیا یہ معنی بنیں گے کہ
 خدایا فرشتے لوگوں کو جسم مع الروح اٹھا لیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے قبض کرنا کے معنی لیے ہیں اور قبض ہمیشہ روح کا ہوا کرتا ہے
 ہشتم۔ جب کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی ذی روح مفعول "توتونی" کے معنی ہمیشہ قبض روح کے ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر
 مرزائیوں کے آگے آیات توتونی کل نفس۔ ابراہیم الذی وتی وغیرہ پیش کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو باب تفعیل سے
 نہیں ہیں گو اس کا ماخذ وقائی ہے۔

یہ آٹھ سوال گویا تمام عملِ مصفیٰ کے اعتراضوں کا خلاصہ ہیں۔ ان کا جواب دینا گویا مشنِ مرزائیہ کے سر پر آسمانی بجلی
 گرانا ہے۔ امید ہے کہ آپ ان کے جوابات تسلی بخش تحریر فرمائیں گے۔

خادم الاسلام محمد حبیب اللہ کٹرہ مہاں سنگھ
 کوچہ ناظر قطب الدین۔ پاس مسجد غزنویاں
 امرتسر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده وآله وصحبه

جواب سوال نمبر ۱۔ احم اور آدم سے مراد ایک ہی شخص ہے۔ کیونکہ در صورت تغاّر دوسری حدیث کا جملہ لا والله
 ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعینی احم و لکن قال بینما انا نائم اطوف بالكعبة فاذا رجل
 ادم الخ بے محل اور غیر مربوط ثابت ہوتا ہے۔ اگر احم و آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں
 ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جا سکتا تو پھر حلفی نفی کا کیا معنی۔ اس قدر تشدد اور تاکید بالحلف اس صورت میں نمایاں ہے

کہ ایک ہی شخص کی نسبت حلیہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور اسی شخص کو ایک راوی احمد بتاتا ہے اور دوسرا آدم روایت کرتا ہے اور راوی ثانی کو اجتماع بین اہلکتین فی شخص واحد غیر واقعی نظر آتا ہو۔ یا صرف روایت باللفظ اُس کا مقصود ہو۔ دراصل بات یہ ہے کہ مسیح ناسری وہی مسیح موعود ہے اور فی الواقع دونوں حدیثیں صحیح مانی جاسکتی ہیں۔ راوی ثانی کا مطلب اور مطمح نظر صرف روایت باللفظ ہے۔ نفیاً و اثباتاً مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی رنگت میں چونکہ سُرخ و پسیدی ملی ہوئی تھی کمانی ابو داؤد وغیرہ فاذا رايتوه فاعرفوه فانه رجل مردوع الى الحمرة والبياض الخ ایسی رنگت والے کو اگر سُرخ کہا جائے تو بھی اور اگر گندم گوں بتایا جائے تو بھی بجا ہے۔

رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسیح اور دجال دونوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھنا۔ سو معلوم ہو کہ خیال منفصل اور عالم رویا میں عالم شہادت کے محالات ممکنات دکھائی دیتے ہیں ایسا ہی مجربات مجتہم ہو کر۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا بروز حشر ایک صورت میں جلوہ گر ہونا جس کا مومنین انکار کریں گے۔ پھر دوسری صورت میں متجلی ہونے پر اقرار۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (علم) کو در صورت لبس مشابہ فرمانا۔ اور نیز واضح رہے کہ ہر ایک شخص اپنے خیالات اور اعتقادات و اعمال میں اپنے مرکز استعداد ذاتی کے ارد گرد گھومتا رہتا ہے یعنی اُن اسماء الہیہ کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتا کہ جن اسماء کے لیے اُس کا عین ثابت فیض اقدس میں بغیر تخلل جبل مظہر قرار دیا گیا ہے۔ صدیقی عین ثابت ہادی اور ابو جہل کا عین ثابت مُضِل کے احاطہ سے باہر نہیں جاسکتا۔ ایسا ہی عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا عین ثابت اور دجال کا بھی۔

حدیث کا مطلب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشابہ فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم اور دجال دونوں اپنے بیت اللہ اسمانی کا طواف کر رہے ہیں۔ ایک یھدی من یشاء کے اظہار میں اور دوسرا یضل من یشاء کے اسباب میں سرگرم اور کمر بستہ ہے ہادی اور مُضِل کا موصوف چونکہ ذات واحدہ ہے۔ لہذا عالم رویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی بیت اللہ مشہود ہوا۔ یہ ہے مطلب مسیح اور دجال دونوں کے طواف کرنے کا۔ واللہ اعلم وعلہ الاتم۔

دوسری حدیث جس میں دجال کی عدم رسائی بیت اللہ تک کا ذکر ہے وہ بھی صحیح و بجا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دجال کو عالم شہادت میں بیت اللہ تک رسائی نہ ہوگی۔

جواب سوال نمبر ۲ و ۳۔ تَوَفِّي کا معنی موت نہیں بلکہ موت ایک نوع ہے معنی تَوَفِّي کے انواع میں سے تَوَفِّي کا معنی قبض کر لینا۔ اٹھالینا۔ پورا کر لینا۔ سُلانا۔ دیکھو لسان العرب قاموس۔ صراح و غیرہ سیفِ چشتیانی ملاحظہ ہو۔ پھر قبض کر لینا عام ہے۔ ایسا ہی اٹھالینا۔ اگر اس قبض و رفع کا متعلق نفوس و ارواح ہوں اور فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو اس کے لیے دو صورتیں ہیں ایک موت دوسری نیند پس موت و نیند معنی تَوَفِّي کے لیے جزئیات و مواد ٹھہرے۔ چنانچہ آیت ذیل سے صاف ظاہر ہے (اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لوتمت فی صنامھا) یعنی قبض نفوس و ارواح کی دو صورتیں ہیں ایک موت دوسری نیند۔ اگر تَوَفِّي کا معنی صرف موت دینا اور مارنے کا لیا جائے تو کلام الہی (معاذ اللہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب تَوَفِّي کے مفہوم میں موت ہے تو پھر حین موتھا الغوٹھرے گا۔ اور والتی لوتمت میں بوجہ عطف کے الانفس پر اجتماع ضدین موت و عدم موت کا سامنا آئے گا و ہوا باطل۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قبض نفوس کو دو صورتوں یعنی موت و نیند میں ہوتا ہے مگر در صورت موت نفس مقبوضہ کو چھوڑا نہیں جاتا بخلاف نیند کے کہ اس میں نفس مقبوضہ کو اجل مسمیٰ و میعاد معین تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ساری آیت پڑھو اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لوت

تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی پس ثابت ہو کہ توفیٰ کا معنی صرف قبض ہے اور مقبوض شدہ شے خواہ نفوس و ارواح ہوں اور پھر چھوڑے نہ جائیں۔ جیسے موت کی صورت میں، یا پھر چھوڑ دیتے جائیں جیسے بحالت نیند و بیداری۔ یا غیر نفوس ہوں۔ چنانچہ توفیت مالی وغیرہ محاورات عرب کما فی لسان العرب وغیرہ۔ ایسا ہی متوفیک اور فلما توفیتنی خارج ہے موضوع کہ توفیٰ سے کہ المضاف اذا اخذ من حیث انه مضاف یكون التقیید داخل والقید خارجاً قاعدہ مسلمہ ہے۔

فرض کیا کہ زید مر گیا اور عمر و سوراہا ہے اور دونوں کے متعلقین نے زید کے مرجانے اور عمر کے سو جانے کے بعد ارتکاب جرائم اعتقادی و عملی کرنا شروع کیا۔ زید و عمر و دونوں سے سوال کرنے میں ایک ہی عبارت کا استعمال بحسب شہادت آیت مذکورہ بالا اللہ یتوفی النفس کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً أنتما قلتما ان یعتقدوا و یعملوا کذا و کذا۔ بحجاب اس کے دونوں کہہ سکتے ہیں کہ ماکان لنا ان نقول لہو کذا کذا الا ما امرتنا و کنا علیہم شہیدین مادنا فیہم فلما توفیتنا کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شیء شہید یعنی برخلاف ارشاد الہی ان کو کہنا ہم کو شایاں نہیں تھا۔ ہم جب تک ان میں موجود تھے۔ ان کو ہدایت کرتے رہے اور فرمان خداوندی پہنچاتے رہے۔ پھر جب تو نے ہمارے ارواح کو قبض کر لیا اور اٹھالیا۔ پھر تو ان پر نگہبان تھا۔ بشہادت آیت مسطورہ بالا و کتب لغت (لسان العرب) قاموس۔ صراح، توفیٰ کا معنی قبض و رفع کا ٹھہرا اور موت و نیند انواع و اقسام ٹھہرے معنی قبض کے لیے۔ اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ استعمال کلی کا جزئی میں مجاز ہے نہ حقیقت۔ لہذا اہل لغت نے موت کو معنی مجازی ٹھہرایا ہے توفیٰ کے لیے سیفِ چشتیائی ملاحظہ ہو۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح ابن مریم علیہما السلام بحجاب سوال مذکور لفظ فلما توفیتنی استعمال فرما سکتے ہیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں معنی (پھر جب قبض کر لیا تو نے رُوح میرا) اور مسیح علی نبینا علیہ السلام (پھر جب قبض کر لیا تو نے مجھ کو یعنی میرے جسم کو مع الرُوح پکڑ لیا اور اٹھالیا) وجہ اس کی وہی ہے کہ توفیٰ کا معنی مُطلق قبض و رفع کا ہے اور شئی مقبوض و مرفوع اس کے معنی سے خارج ہے۔ جملہ توفی اللہ زیداً کو تینوں صورتوں میں بول سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زید کو مار دیا۔ یعنی اس کی رُوح کو قبض کرنے کے بعد نہ چھوڑا۔ یا اللہ تعالیٰ نے زید کو سُلا یا یعنی اس کی رُوح کو بعد القبض چھوڑ دیا۔ یا اللہ تعالیٰ نے زید کو بالکلیۃً (جسم مع الرُوح) قبض کر لیا اور اٹھالیا۔ تیسری صورت محل نزاع ہے اور پہلی دو صورتیں آیت (اللہ یتوفی النفس) سے صراحتاً ثابت ہیں۔ بلکہ اس آیت میں یتوفیٰ کے معنی میں غور کرنے پر یہ اشکال جاتا رہتا ہے کہ جسم مع الرُوح کا اٹھالینا جملہ مذکورہ سے کیسے مراد ہو سکتا ہے۔ حالانکہ محاورہ قرآنیہ میں جس جگہ توفیٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو وہاں معنی موت ہی مراد ہے۔ کیونکہ مُطلق قبض و رفع توفیٰ کا معنی ہے نہ خاص موت ہی۔ جو لفظ کہ معنی کلی (مطلق رفع و قبض) کے لیے موضوع بشہادت لغت و قرآن کریم ہے اُس لفظ (توفیٰ) کو ایک اُس معنی کی جزئی کے لیے موضوع سمجھ لینا مثلاً لفظ انسان کو خاص زید کے لیے موضوع قرار دے لینا سراسر جہالت ہے۔

سطحی فرقہ کو دھوکا لگنے کی وجہ علاوہ قلتِ مبلغِ علمی کے یہ بھی ہے کہ معنی کلی توفیٰ کے جزئیات و مواد میں سے موت والا مادہ فی الواقع بھی بہت ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی بکثرت وارد ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اس کثرت کی وجہ سے عوام نے موت کو معنی حقیقی توفیٰ کے لیے سمجھ رکھا ہے مگر اہل تحقیق و اہل بصیرت کی نظر واقعات پر ہوتی ہے۔ مثلاً وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ گو قرآن کریم ہی میں خلقت انسان نطفہ سے بتائی گئی ہے اور اس کے نظائر و جزئیات کے لیے اس قدر وسعت فراخی

ہے کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ اور انا خلقناہ من نطفۃ اور ایسا ہی خلق من ماءٍ دافِقٍ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ بھی کثرتِ مذکور پر شاہد ہیں۔ مگر اس سے ہرگز ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ لفظ خلق کا معنی یہی قرار دیا جائے کہ نطفہ سے پیدا کرنا بلکہ معنی خلق کا مطلق پیدا کرنا ہے خواہ نطفہ والدین سے ہو۔ چنانچہ کثیر الوقوع ہے یا صرف نطفہ والدہ سے۔ چنانچہ یسح ابن مریم۔ یا جسم انسانی کے پہلو سے چنانچہ تو اعلیٰہا السلام یا مٹی سے چنانچہ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام لہذا تو فی کا معنی صرف موت بشہادت کثرۃ نظر قرآنیہ سمجھ لیا گیا ہے۔

یہاں پر بالطبع سوال ذیل پیدا ہوتا ہے کہ انا خلقناہ من نطفۃ یا خلق من ماءٍ دافِقٍ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ کے عموم سے نصوص قرآنیہ مثلاً خلقناہ من ترابٍ اور ان مثل عیسیٰ عند اللہ الخ آدم و عیسیٰ علی نبینا وعلیہما السلام کو استثنا کنندہ موجود ہیں اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو کونسی نص قرآنی کثیرۃ الوقوع جزئیات و مواد سے مستثنیٰ کرتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ السلام کے تمامہ و زندہ اٹھائے جانے پر نص قطعی ہے۔

پھر یہ سوال کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے مراد رفع درجات و اعزاز ہے کما قال سبحانہ و رفع بعضہم فوق بعض درجات نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یسح ابن مریم نبینا وعلیہ السلام کو زندہ اٹھالیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے: بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع درجات مراد لینا بالکل مخالف ہے سیاق کلام الہی کے۔ اس لیے کہ ماقبل میں قول یہود کا ذکر ہے کہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ۔ یعنی یہود کا یہ خیال تھا کہ ہم نے یسح علی نبینا وعلیہ السلام کو بذریعہ صلیب مار ڈالا۔ جس کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یسح کا بذریعہ صلیب قتل کرنا یہ محض یہود کا غیر واقعی زعم ہے۔ انہوں نے یسح علی نبینا وعلیہ السلام کو قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اٹھالیا۔ یعنی یسح کو ان کے ہاتھ سے بچالیا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتا ہے واذ کففت بنی اسرائیل عنک یعنی اے یسح! مجھ سے انعامات و احسانات کے جو تجھ پر تم نے کیے ہیں اور جن کا ذکر ماقبل میں ہے۔ مثلاً احیاء موتی و ابرار اکہ و تائید بروح القدس ایک احسان یہ بھی ہے کہ ہم نے تم کو یہود کے ہاتھ سے بچالیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تردید اسی صورت میں تردید ماقبل یعنی قول یہود کی ہو سکتی ہے کہ رفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمانی لیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے یسح کے جسم کو اٹھالیا۔ اور یہود کے پنجہ سے بچالیا۔ کما قال واذ کففت بنی اسرائیل عنک اور نیز در صورتِ رفع درجات و اعزاز کلمہ بل کے ماقبل اور مابعد یعنی قتل و رفع میں علاوہ مخالفت سیاق کلام کے تضاد بھی نہیں پایا جاتا جو کہ قصر قلب کا مفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ ما اھنت زیداً بل اکرمته میں نے زید کی اہانت نہیں کی بلکہ اس پر اکرام کیا ہے اور اس کو عزت بخشی ہے۔ اہانت اور اکرام میں تضاد ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہی قتل اور رفع کا بھی اجتماع نہ چاہیے۔ قتل جسمی اور رفع جسمی میں تو بے شک تضاد اور عدم اجتماع ہے اور قتل جسمی اور رفع درجات میں تضاد نہیں۔ کیونکہ جو شخص بے گناہ مقتول و شہید ہو اس کے لیے رفع درجات بھی ہوتا ہے لہذا (رفعہ اللہ الیہ) سے رفع جسمی مراد ہے نہ رفع درجات۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قتل صلیبی چونکہ حسب تصریح تورات موجب لعن و ملعونیت ہے لہذا ذکر طرہ و ارادہ لازم کے طریق پر گویا کلام مذکور بمنزلہ و ما کان ملعوناً بل رفعہ اللہ الیہ کے ٹھہرا۔ اور ملعونیت اور رفع درجات روحی کے مابین تضاد ہے۔ دونوں ہم جمع نہیں ہو سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مقتول صلیبی کا مستوجب لعن ہونا اسی صورت میں

ہے جب مقتول مرتکب مجرم ہو۔ ورنہ در صورت غیر مجرم ہونے کے مستحق اعزاز و اکرام ہوتا ہے۔ دیکھو تورات کتاب استثنا آیت ۲۲- اور ۲۳ میں اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے جس کو ہم سیفِ چشتیائی میں تورات سے بعبارتہ نقل کر چکے ہیں۔ (اس وقت یہ قلم برداشتہ لکھ رہا ہوں اور کوئی کتاب سامنے نہیں) آیت بل دفعہ اللہ الیہ میں تحقق ہے اس وعدہ کا جو انی متوفیک و رافعک الی الخ میں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت بل دفعہ اللہ الیہ نصِ قطعی ہے رفعِ جسمی و حیاتِ مسیح پر اور تحقق ہے اس وعدہ کے لیے جو کہ متوفیک اور رافعک دونوں سے کیا گیا ہے۔ اور فلما توفیتنی میں وہی مطلق رفعِ مراد ہے یعنی در جواب سوال خداوندی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و مسح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں اسی (توفیتنی) کو استعمال فرمائیں گے۔ جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ انی متوفیک اور فلما توفیتنی اور بل دفعہ اللہ الیہ میں رفعِ جسم و الروح مراد ہے۔ واضح ہو کہ ابن عباس و بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب حیاتِ مسیح کا ہے۔ چنانچہ روایات ابن عباس مندرجہ تفسیر در منشور و کتب احادیث اور تراجم بخاری سے ظاہر ہے اور حدیث برثلا و صی عیسیٰ ابن مریم سے بھی کل صحابہ علیہم الرضوان کا اجتماعی عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ سیفِ چشتیائی ملاحظہ ہو۔ لہذا قول ابن عباس متوفیک مہیتک مندرجہ بخاری سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ان کا مذہب برخلاف عقیدہ اجماعی کے ہو ممکن ہے کہ متوفیک کا معنی مہیتک امتحاناً فرما دیا ہو۔ چنانچہ آپ (ابن عباس) مباحثات یومیہ میں جو فیما بین صحابہ آیات قرآنیہ کے متعلق ہوا کرتے تھے۔ اثنائے تقریر میں مسیح علیٰ الرجلین کو مدلل طور پر امتحاناً پایہ ثبوت پہنچاتے تھے۔ حالانکہ مذہب ان کا غسلِ رجلین کا ہے۔ اور نیز یہ روایت معارض ہے۔ دوسری روایات ابن عباس سے جن کو در منشور وغیرہ نے باسانید صحیحہ ذکر کیا ہے۔

جواب سوال نمبر ۴۔ آیت وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (مسح موعود کے وقت جتنے

اہل کتاب ہوں گے وہ سب مسیح کی موت سے پہلے اُس پر ایمان لادیں گے) مرزائیوں کا اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ آیت مخالف ہے آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کے کیونکہ دوسری آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے۔ پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہو جائیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت تک غالب رہنے کا معنی مدت دراز قرب قیامت تک غالب رہنے کا ہے نہ یہ کہ ابتدائے یومِ حشر تک۔ عرصہ دراز سے قرآن کریم میں تعبیر نہ صرف الی یوم القیامۃ کے ساتھ کی گئی ہے بلکہ اس معنی کو (خالدین) کے ساتھ بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ دیکھو خالداً فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک حالانکہ مدت دوام آسمان و زمین دنیویہ محدود و متناہی ہے نہ بطریقِ خلو۔ اہل عرب کا ایک محاورہ ہے جس میں کہتے ہیں لا آتیک ما دامت السموات والارض وما اختلف اللیل والنهار جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں جب تک زندہ ہوں تیرے پاس نہ آؤں گا۔ اس سے اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ قائل لا آتیک تا مدت بقا آسمان و زمین اور تا تعاقب لیل و نهار زندہ رہے گا تو یہ حماقت ہے جس کا نشانہ بغیر از جہالت اور نہیں۔ اسی تقریر سے مطلب آیت والقیابینہم العداۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ کا بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ رہی آیت (ولو شاء لهدا کواجمعین) سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تم سب کو راہِ راست پر کر دیتا۔ مگر ایسا نہیں چاہا۔ یعنی کسی کو کافر کسی کو مومن بنایا۔ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اگر مثلاً خطہ عرب کے سارے موجودہ لوگ مشرف بالایمان بعد از کفر و شرک ہو جائیں (چنانچہ ایسا ہوا ہے)

تو یہ امر آیت لو شاء لهدا کو کے خلاف ہوگا۔ ایسا ہی کسی اور شہر یا کسی ملک یا روئے زمین کے مختلف مذاہب باشندے اگر مسلمان ہو جائیں تو آیت مذکورہ کی مخالفت نہیں۔ ایسا ہی اگر مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کے وقت موجود لوگ جو قتل و ہلاکت سے بچ رہے ہوں سارے ہی مسلمان ہو جائیں تو ہو سکتا ہے۔

دجال معہ شتر بزار یہود اگر بغیر ایمان لانے کے مرجائیں تو اس سے اس کلیہ میں جو مدلول آیت وان من اهل الكتاب کا ہے کوئی دخل نہیں آتا۔ کیونکہ لیہ من قضیہ موجب ہے اور صدق ایجاب وجود موضوع کا مقتضی ہوتا ہے پس محکوم علیہا وہ افراد ہوں گے جو قتل و ہلاکت سے بچ جائیں گے۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ عرب میں سب لوگ مسلمان رہیں گے یا ہوں گے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ بعد جہاد و مقابلہ جو بچ رہیں گے وہ مسلمان ہی ہوں گے صدق ایجاب یقتضی وجود الموضوع قضیہ مسلمہ ہے۔

یہ خیال کرنا کہ جب بعہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے تو پھر مسیح کے زمانہ کو کیا خصوصیت ہے بالکل بے جا اور جہالت ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اہل فارس و روم وغیرہ بعہد نبوی مشرف باسلام نہیں ہوئے تو بعہد خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع یا بعہد خلیفہ آخری (مہدی موعود) کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔ تو ایسے قائل کو جواباً ہی کہا جائے گا کہ خلفاء علیہم الرضوان کی کارروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اسی ڈالی ہوئی بنیاد کی تعمیر ہے لہذا بعینہ نبوی کارروائی کہلانے کا اتحاق رکھتی ہے۔ بلکہ آیت لیظہرہ علی الدین کلہ والی پیشین گوئی آخری خلیفہ نبوی کے زمانہ میں بروقت نزول مسیح متحقق ہوگی۔ چنانچہ وعدہ فتوح بلاد شام مندرجہ توراہ زمانہ موسوی میں ظہور میں نہیں آیا تھا بلکہ بعہد یوشع خلیفہ موسیٰ علی نبینا علیہما السلام متحقق ہوا۔ ایسا ہی وعدہ لیظہرہ علی الدین کلہ بعہد خلیفہ آخری بروقت نزول عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام ظہور میں آئے گا۔ اور یہ سب کمال نبوی ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم۔

جواب سوال نمبر ۵۔ معجزات کا انکار مرزا اور مرزائیوں سے کوئی نئی بات نہیں۔ فلاسفہ اور معتزلہ ان سے پہلے منکر چلے آئے ہیں۔ اور اہل سنت اپنے تفاسیر و مؤلفات میں جا بجا مع ماہا وما علیہا ان کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ آیات خمسہ ذیل میں (۱) و حرام علی قریۃ اہلکناھا انہم الیہم لا یرجعون (۲) العیروکم اہلکنا قبلہم من القرون انہم الیہم لا یرجعون (۳) حتی اذا جاء احدہم الموت الخ (۴) اللہ یتوفی النفس الخ (۵) ثم انکم بعد ذلک لمیتون الخ بیان ہے اکثریہ کا اور انتفار امر طبعی کا یعنی موٹے بحسب الطبع رجوع کو نہیں چاہتے کما قال لا یرجعون۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر اللہ تعالیٰ موٹے کو اس عالم میں دوبارہ لائے تو بھی ناممکن اور غیر واقع ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ خرق عادت ہوگا نہ بروفق عادت۔ اور قولہ تعالیٰ ولن تجد لسنة اللہ تبدیلاً خرق اور وفق دونوں کو شامل ہے۔

جواب سوال نمبر ۶۔ رب ارنی کیف تمجی الموتی۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ چار پرندے مار دیئے گئے تھے۔ بعد ازاں زندہ کیے جانے پر ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑ کر پہنچے۔ قیمہ کوٹنا وغیرہ وغیرہ ہو یا نہ ہو پہلے ان کی موت تو ضروری ٹھہرتی ہے تاکہ احیاء موتی کا معنی متحقق ہو۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب چاروں زندہ پہاڑوں پر چھوڑ دیئے گئے ہوں اور بعض کو ان میں سے بلایا گیا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں احیاء موتی والا معنی جس کو ابراہیم علیہ السلام نے معاینہ

کرنا چاہا تھا نہیں پایا جاتا۔ مفتبر بن علیہم الرضوان کا بیان (قیمہ کو ٹٹا وغیرہ) بیان تاریخی ہے نہ ترجمہ۔
 جواب سوال نمبر ۷۔ قرآن کریم میں سبیل کی بجائے اگر لاکھ جگہ بھی متوفی کا معنی موت لیا گیا ہو تو بھی کلیہ اس سے
 ثابت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جواب سوال نمبر ۲ میں لکھا گیا ہے۔

۸۔ آٹھویں سوال کا جواب بھی پہلے جواب سوال نمبر ۲ سے آپ معلوم کر سکتے ہیں۔

والسلام خید ختام والحمد لله اولاً و آخراً والصلوة والسلام منه باطناً علیہ ظاهراً۔

البعث الملتي والمشتكى الى اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ لعلم خود از گولرہ ۱۸۔ ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ

۱۸۔ اسی مضمون کا ایک اور خط اور اس کا جواب

بمختور فیض گنجور مدظلہ العالی

تسلیم جناب عالی حسبہ للہ نیاز مند کے شہادت ذیل کو رفع فرمائیے۔ نہایت ہی مہربانی ہوگی۔

- ۱۔ انبیاء میں سے کسی نبی کی موت قرآن کریم سے ثابت ہے یا نہ۔ اگر ہے تو کس آیت سے؟
- ۲۔ لفظ انسان کا اطلاق جسم پر ہے یا روح پر یا دونوں پر؟
- ۳۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم قبل الموت بگڑے گی یا بعد الموت یا ابھی نہیں بگڑی؟
- ۴۔ یوتی باب تفضل سے ہو یا تفعیل اور افعال اور استفعال سے ہو تو اس کے حقیقی معنی کیا ہوں گے؟
- ۵۔ جب عیسیٰ علیہ السلام تشریف لادیں گے تو ان کی شناخت کے واسطے کیا معیار ہوں گے۔ کیونکہ ان کو حیات اولیٰ میں دیکھنے والے تو فوت شدہ ہیں۔ اور مخبر صادق نے دو حلیہ بیان کر دیئے ہیں؟
- ۶۔ مہدی کے واسطے جو احادیث ہیں وہ بھی مختلف ہیں۔ بعض میں بنی عباس میں سے ہوگا۔ بعض میں بنی فاطمہ سے ہوگا جب مہدی آوے گا تو اس کا کیا معیار ہوگا؟
- ۷۔ عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے آیت ومکر و اومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ اور حضرت جناب رسول اکرم کے واسطے ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ دونوں پر یکساں منصوبہ ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تجھ کو اسی جسم غصری کے ساتھ اپنے پاس اٹھانے والا ہوں اور اس کو اٹھا بھی لیا۔ اور ہمارے حضرت کو کہا کہ تجھ کو بچانے والا ہوں۔ غار ثور میں تین دن رہ کر مدینہ طیبہ چلے جانا۔ اب جو نبیوں کے نہ ماننے والا ہو وہ فضیلت کس کو دے گا۔ خاص کر کے جب اس کے ساتھ یہ اجزاء بھی شامل کر دیئے جائیں کہ وہ پرند بھی بنا لیتا تھا مردے بھی بحکم اللہ زندہ کرتا تھا۔ انڈھوں، کورھیوں کو بھی اچھا کرتا تھا۔ گھر کی خوردہ نہادہ اشیاء سے بھی ان کو خبر کر دیتا تھا۔
- ۸۔ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو سیلیبوں کو توڑیں گے اور خنزیریوں کو قتل کریں گے تو اسلام اور اہل اسلام کو اس سے کیا فائدہ متصور ہوگا۔ کیوں کہ وہ تو صرف دجال کے واسطے تعینات تھے۔
- ۹۔ ماالمسیح ابن مریعہ الرسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقة کانا یا کلان الطعام خداوند کریم کا اس آیت شریف کو قیاس استقرانی کے طور پر لانا کیا حکمت ہے؟

۱۰۔ اس صدی پر جس کو اب پچیس برس ہوئے کوئی مجدد کیوں نہ ہوا۔ اور حدیث ان اللہ عزوجل یبعث لہذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من مجد دلہا دینہا مشکوٰۃ شریف باب العلم۔ یہ حدیث صحیح ہے یا وضعی۔
ان کے جوابات جو دل قبول کر لے آیت اور حدیث سے تحریر فرماویں تاکہ نیاز مند کہیں حفرۃ من النامین نہ کہنے۔ فقط تاکہ عشرۃ کاملۃ

الجواب هو الصواب

۱۔ آیت قد خلت من قبلہ الرسل میں حکمی موت عیسیٰ ابن مریم کی تعطیل از لوازم دنیویہ اور حقیقی موت بمعنی قبض روح وعدم ارسال باقی انبیاء کی علی بنینا وعلیہم السلام ثابت ہے۔ بناءً علی ان خلت بمعنی مضت لا بمعنی توفت۔ دیکھو قاموس۔ لسان العرب وغیرہ کتب لغت۔

۲۔ لفظ انسان کا اطلاق مجموع جسم وروح پر حقیقی اور فقط ایک ایک پر مجازی ہے۔ لہذا تقریر ان اللفظ الموضوع لکلی يستعمل فی کل جزء مجازاً۔

۳۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم بعد الرفع الی السماء (موت حکمی) بگڑ گئی تھی۔ اور قبل الرفع اطرا جس کو تمہید بگاڑ کہنا چاہیے شروع ہو گیا تھا۔

۴۔ توفی باب تفعّل سے بمعنی مطلق قبض چنانچہ توفیت مالی ای قبضت یا قبض روح مع الامساک (موت) یا قبض روح مع الارسال (نیند) پڑھو اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لو تمّت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت ویرسل الّخری الی اجل مسمی۔

۵۔ عیسیٰ علی بنینا وعلیہ السلام کی شناخت کا معیار احادیث صحیحہ بخاری و مسلم و سائر صحاح و مسند امام احمد وغیرہم سے بالتفصیل آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اگر باسانی خلاصہ معلوم کرنا ہو تو کتاب سیفِ چشتیانی کو اول سے ملاحظہ کرو۔
۶۔ امام مہدی علی بنینا وعلیہ السلام کی احادیث میں تطابق اور معیار شناخت اسی کتاب سیفِ چشتیانی میں مفصل لکھا ہوا ہے ملاحظہ کریں۔

۷۔ آیت و مکر واد مکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ اور ایسا ہی آیت ویمکرون ویمکر اللہ کا مفاد انظم صرف اتنا ہی ہے کہ یہود نے بحق عیسیٰ بن مریم علیہ السلام منصوبہ بنایا۔ اور مشرکین مکہ نے دربارہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اب رہا یہ کہ کون سا منصوبہ۔ سو یہ خارج میں معلوم ہوا ہے۔ آپ کا سوال میں یہ کہنا (دونوں پر یکساں منصوبہ الخ) اگر اس سے یہ مطلب ہے کہ دونوں جگہ میں ایک ہی واقعہ ہوا ہے تو یہ مدلول آیت کا نہیں محض افتراء ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ مطلق منصوبہ بازی دونوں جگہ میں پائی گئی تو ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ اور آیت کا بھی صرف اسی قدر مفاد ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خصوصیات و تشخصیات ہر دو واقعہ کے متحد ہی ہوں۔ و من ادعی فعلیہ البیان خصوصیت واقعہ رفع و واقعہ غار ثور آیت کا مدلول نہیں احادیث و آثار سے ثابت ہے دیکھو سیفِ چشتیانی آپ لوگوں کے فہم پر تعجب ہے کہ دونوں آیتوں کے مدلول وضعی کے اتحاد سے اتحاد واقعات سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو چاہیے کہ بعینہ واقعہ غار ثور و ہجرت مبارکہ واقعہ عیسویہ میں بھی ہو۔ کوئی عاقل ایسے جاہلانہ استنباطات کو وقعت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر اہل سنت و الجماعت پر انہیں آیتوں کی

رُو سے کیوں بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مرفوع الی السماء بحمدہ العنصری ہوں نہ رونق افزائے مدینہ طیبہ۔ ہاں اگر اس خیال سے مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو جو اباً معروض ہے کہ مدار فضیلت آسمانی زمینی ہونے پر نہیں ورنہ کل ملائکہ سماویہ کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم آوے گی۔ شاید آپ لوگوں (فرقہ مرزائیہ) کا یہی عقیدہ ہوگا۔ اور بحسب از خود تراشیدہ قوانین کے ایسا ہی ہونا ضروری ہے۔ کوڑھیوں کو باذن اللہ اچھا کرنا یا مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب فضیلت کا موجب نہیں ہو سکتے۔ مومن کو صرف ایک ہی حدیث شفاعت کبرئے میں غور کرنے سے یہ وہم ہی نہیں رہتا۔ جب ایسا ہے تو پھر ہم ماجارہ الرسول علیہ السلام من القرآن والسنة کے منطوق و مدلول منصوص کو اپنے جاہلانہ ڈھکوسلوں کی مداخلت بے جا کے ذریعے کیوں چھوڑ بیٹھیں اور نارامی بنیں۔ آج تک کل امت مرحومہ یعنی سواد اعظم کا یہی مسلک چلا آیا ہے۔

۸۔ اس مقام پر سیفِ چشتیائی کو ملاحظہ کرو۔

۱۰۹۔ قیاسِ استقرائی کو بے جا دخل مت دو یوں کہو کہ یا کلان الطعام سے خلاف عقیدہ قائلین برفع جسمانی معلوم ہوتا ہے جو اباً معروض ہے کہ شمسُ الهدایۃ "اور سیفِ چشتیائی" کو ملاحظہ کرو۔ علی رأس کل مائتہ والی حدیث کا مطلب بھی سیفِ چشتیائی میں ملاحظہ کرو۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

۱۹۔ مرزائیوں کی طرف سے سوال اور حضورِ قبلہ عالم کی طرف سے ان کے جوابات

پہلا سوال

پیر صاحب عیسائیوں کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ مسیح ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر چلے گئے ہیں۔ مگر اپنے نانا صاحب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو کیوں نہیں مانتے جو مستدرک اور طبرانی میں موجود ہے۔
واخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرين ومائة سنة الخ

جواب

ناظرین، علماء کرام اس میں نہایت ہی متعجب ہیں کہ اس سوال کو اہل اسلام کے عقیدہ اجمالیہ کے مدعی کی نسبت سے کیا خیال کیا جاوے۔ آیا مناقضہ ہے یا معارضہ یا منع۔ رفع خواہ ۳۳ سال کے بعد ہو یا ۱۲۰ سال یا ۱۵۰ سال کے علی حسب اختلاف الروایات حیاتِ مسیح الی الآن کو منافی نہیں۔ قطع نظر اس جہالت سے امام جلیل حافظ عماد الدین ابن کثیر نے ۳۳ سال مطابق حدیث صحیح کے لکھا ہے اور خازن اور ابن سعد اور احمد اور حاکم نے اس کو صحابہ عظام کی طرف منسوب کیا ہے۔ فانہ رفع وله ثلث وثلثون سنة فی الصحیح وقد ورد ذالک فی حدیث فی صفة اهل الجنة انہم علی صورة ادم ومیلاد عیسیٰ ثلث وثلثین سنة وامام حاکم ابن عساکر عن

بعضہم انہ رفع ولہ مائۃ و خمسون سنۃ فشا ذ غریب بعید (ابن کثیر ص ۲۲۵)
 قال ابن عباس ارسل اللہ عیسیٰ علیہ السلام وهو ابن ثلاثین سنۃ فمکت فی رسالتہ
 ثلاثین شہراً: ثورفعہ اللہ الیہ تفسیر خازن ص ۵۰۴ و اخرج ابن سعد و احمد فی الزہد و المحاکم
 من سعید بن المسیب قال رفع عیسیٰ ابن ثلاث و ثلاثین سنۃ۔

دوسرا سوال

اگر مسیح زندہ آسمان پر بلا ایذا ایوڈ چلا گیا تو وہ مسیح کا مثل جو مصلوب ہوا تھا اس کی نقش کدھر گئی۔ اگر وہ
 مصلوب کوئی اور تھا۔ تو حواریوں کو اس کے چرانے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب

بحکم آنکہ دروغ گوئی را حافظہ نہ باشد۔ پہلا الزام جو پیر صاحب پر لگایا تھا یعنی اتباع قول عیسائیاں جلدی
 خیال سے جاتا رہا۔ اب فرمائیے یہ قول کس کا ہے اور صریح قول اللہ تعالیٰ کے مخالف ہے یا نہیں۔ دیکھو (واذ
 کففت بنی اسرائیل عنک اذ جدتہم بالبینات) یعنی اے مسیح منجملہ ہماری نعمتوں کے ایک نعمت یہ بھی
 ہے تم پر کہ ہم نے بنی اسرائیل کو جب انہوں نے تیرے ایذا اور قتل کا ارادہ کیا روک دیا۔ اور تم کو ان کی ایذا
 سے بچا لیا۔ مسیح کا قبل الرفع ۳۳ سال کا ہونا یا ۲۰ یا ۵۰ کہیں قرآن میں مذکور نہیں۔ ہم کو حواریوں سے کیا مطلب۔
 آپ ہی چونکہ ان کے تابع ہیں ان سے دریافت فرمائیوں۔ خیر تبرعاً ہم ہی سمجھا دیتے ہیں۔ جب حواریوں کو ابشتدا
 میں صلیب پر چڑھانے کے وقت دھوکا لگا۔ تو اپنے اسی زعم کے مطابق نقش مصلوب کو بھی قبر سے چرایا۔



متفرق مسائل کے جوابات

۲۰ حضور سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کے ارشاد گرامی قدیمی ہذا علی القبة کلّی اللہ کی تحقیق

آپ کا سچا اور پاک فرمان ذیل کہ یہ قدم میرا ہر ولی کی گردن پر ہے۔ از قبیل شطیحات نہیں جیسا کہ کم ظرف لوگ کم وصلگی کی وجہ سے ایسے دعاوی کیا کرتے ہیں۔ بلکہ مقام صحو و استقامت و تمکین میں بوجہ ماثور ہونے کے ایسا فرمایا گیا ہے بوجہ متعدّدہ۔

۱۔ ارباب علم و بصیرت سے مخفی نہیں کہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے فضائل و کمالات، حسب نسب تصرفات و کمالات مشہور و متواتر ہیں آپ کا ارشاد گرامی میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ حضور کے معاصرین سے لے کر ہر زمانہ کے مشائخ عظام اور ان کے متوسلین علمائے کرام و عوام اہل اسلام کے نزدیک ایک مسلم حقیقت ہے! اور آج تک کسی سلسلہ کے بزرگان دین سے اس کا انکار ثابت نہیں جیسا کہ خاتم المقربین حضرت السید علامہ محمود آلوسی بغدادی مصنف روح المعانی نے اپنی کتاب الطراز المذہب میں اور حضرت السید علامہ محمد علی شیخ الحجة الزیونہ (تونس) نے اپنی کتاب السیف الربانی میں اور حضرت السید مولانا ابو ظفر ظہیر الدین قادری بغدادی نے اپنی کتاب الفتح المبین میں تفصیل فرمائی ہے آپ کی سیرت پر مستند کتاب ہجرت الاسرار میں مستفصل کے ساتھ ان مشائخ کرام کے اقوال منقول ہیں جنہوں نے اس ارشاد گرامی سے پہلے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ آپ بحکم الہی یہ ارشاد فرمائیں گے! اس کے علاوہ مجلس میں حاضر مشائخ اور دیگر بہت سے معاصرین اولیائے کرام کے اقوال بھی درج ہیں، جنہوں نے اپنے مقام پر کشف الہام کے ذریعے اس ارشاد گرامی سے مطلع ہو کر گردنیں جھکا دیں۔ کتاب مذکور کے مصنف امام نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف (متوفی ۱۱۳۳ھ) جامعہ ازہر کے شیخ القراء تھے مشہور محدث اور نقاد مؤرخ امام ذہبی جو مصنف کے ہم عصر تھے۔ اور اسی طرح محدث مشہور امام جزری اور امام جلال الدین سیوطی، امام عبداللہ دیاغی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی سب نے مصنف کے علمی فضل و کمال کی تعریف کی ہے۔ جیسا کہ الدولۃ الحکیمہ مصنف مولانا احمد رضا خان بریلوی میں تفصیل مذکور ہے۔ اس کتاب کے علاوہ ہر دور کے علماء و مشائخ کی بے شمار تصانیف میں حضور کے اس ارشاد گرامی کے متعلق تفصیل موجود ہے جن میں سے یہاں صرف مندرجہ ذیل گیارہ مستند کتابوں کے نام بمعہ مصنف درج کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے :-

نام مصنف	نام کتاب
امام عبد اللہ دیاغی مکی شافعی	۱- اسنی المفاہم
امام مجد الدین فیروز آبادی مصنف قاموس	۲- روضۃ المناظر
امام احمد قسطلانی شارح بخاری شریف	۳- الروض الزاہر
امام محمد بن سبئی حنبلی	۴- قلائد الجواہر
مولانا علی قاری حنفی مصنف مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ	۵- نزہۃ النظار
مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۶- زبدۃ الاسرار
حضرت شاہ ابوالمعانی لاہوری	۷- تحفہ قادریہ
علامہ محمد غوث بن ناصر الدین محمد	۸- انہار المفاہم
علامہ عبد القادر بن محی الدین اربلی	۹- تفریح النظار
علامہ شیخ محمد صادق شیبانی	۱۰- مناقب غوثیہ
حضرت السید محمد گیسو دراز چشتی نظامی خلیفہ حضرت چراغ دہلوی	۱۱- لطائف الغرائب

۱۔ اگر یہ فرمان امر خداوندی کی تعمیل نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ کم حوصلگی کے باعث صادر ہوتا۔ جیسا کہ موجودہ زمانے کے بعض متصوفین کا خیال ہے تو پھر آں کا سرِ اصنام غیر و غیرتیت، آں ناصب خیام وحدت و احدیت، آں مرکز دائرہ پر کار و وجود، آں مہبط تجلیات و انوارِ شہود، آں گونے از ہبہ بڑدہ در حق پرستی، آں قطب الوحده خواجہ خواجگان معین الحق والدینِ حشیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروقت صدور فرمانِ عالی سب سے پہلے تسلیم خم نہ فرماتے۔

ب۔ بوجہ کمالِ اتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مثل قول علیہ السلام انا سید ولد آدم و بیدی لواء الحمد یوم القیامۃ وغیرہ وغیرہ یہ فرمان صادر ہوا۔

ج۔ آپ ایسے اقوال کے صدور کا منشاء اقوال ذیل سے بیان فرماتے ہیں و ما قلت قولی هذا الا وقد قیل لی یعنی میں از خود ایسی بات نہیں کہتا ہوں بلکہ من جانب اللہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کہو۔

د۔ رئیس المکاشفین شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۳ میں بعد ذکر اقسامِ اولیاء اللہ فرماتے ہیں۔ ومنہم رضی اللہ عنہم رجل واحد وقد تكون امرؤة فی کل زمان آیتہ (وہو القاہر فوق عبادہ) الاستطالۃ علی کل شیء سوا اللہ شہم شجاع مقدام کثیر الدعوی بحق یقول حقاً و یحکم عدلاً کان صاحب ہذا المقام شیخنا عبد القادر الجیلے ببغداد کانت لہ الصولۃ والاستطالۃ بحق علی الخلق کان کبیر الشان یعنی اولیاء میں سے ایک ولی ایسا ہوتا ہے کہ سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے ہر چیز پر غالب و متصرف رہتا ہے اور پر زور دعویٰ کرتا ہے۔ مگر اس کا دعویٰ اور اس کا بول بالا سچا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی حکم اس کا بھی عدل و انصاف سے ہوتا ہے۔ اس مقام کے صاحب بغداد میں عالیجناب شیخ ہمارے عبدالعزیز درجلی گویا آیت وہو القاہر فوق عبادہ کا منظر تھے۔ اسی باب ۳ میں لکھتے ہیں کہ محمد اوائی المعروف بابن قائد افراد میں سے تھے۔ اولیاء افراد وہ ہوتے ہیں کہ جو خضر علیہ السلام کی طرح دائرہ قطب سے خارج ہوں۔ عالیجناب غوث پاک قدس سرہ محمد اوائی مذکور کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ اولیاء افراد سے ہے۔ اور یہ

(بقیہ حاشیہ)
ان آخری چار مستند کتابوں میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی سے روایت منقول ہے کہ جب حضور غوث اعظم قدس سرہ نے حکم الہی "قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" فرمایا اور تمام اولیائے کرام نے اپنی گردنیں جھکائیں اُس وقت حضور خواجہ خواجگان غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجمیری خراسان کے پہاڑوں میں مصروف عبادت تھے۔ آپ نے یہ اعلام الہی مطلع ہو کر سب سے پہلے اپنی گردن جھکائی۔ اور فرمایا میرے سر آنکھوں پر۔ ادھر اُس وقت حضور غوث پاک نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ عنقریب وہ ولایت بندوستان کے قطب ہوں گے۔ نکات الاسرار معتصم حضرت شیخ آدم بنوری خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی قسم کی روایت مذکور ہے۔ ماضی قریب کے مشہور چشتی نظامی بزرگ مصوف فطرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی کتاب مصل نامہ گیارہویں شریف میں ان کتابوں کو مستند قرار دیتے ہوئے حضور غوث اعظم کے اس ارشاد گرامی کو مستلم اور مشہور قرار دیا ہے۔ مزید تحقیق حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ گیلانی چشتی قادری کی اس تحریر میں ملاحظہ ہو۔

نیاز مند بارگاہِ غوثیہ

فیض احمد مقیم دربار گولڑہ شریف

محمد اونی غوث پاک کے اصحاب و خدام میں سے تھے۔ حضرت شیخ البر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح ہذا سے نتائج ذیل ثابت ہوئے :-

- ۱۔ عالی جناب نہ صرف مقام غوثیت کے مالک تھے بلکہ اس سے بالاتر تھے۔
- ۲۔ آپ ہر شے پر سوائے خدائے عزوجل کے غالب و متصرف تھے۔
- ۳۔ ایسا شخص لاف زن و کم ظرف نہیں ہوتا۔ بلکہ سچا اور صاحب تمکین ہوا کرتا ہے۔
- ۴۔ ہر زمانہ میں ایسا ولی ہونا چاہیے۔ وہ عبارت جس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے اسی باب میں ہے مگر خوف طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی گئی۔

۵۔ حضرت شیخ کے زمانے میں اس تصرف کا مالک حسب تصریح شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ولی تھا۔ مگر اسی باب میں لکھتے ہیں۔ کہ گو یہ ولی مقام و هو القاهر فوق عبادہ میں ہے۔ لیکن شیخنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں علاوہ مقام ہذا کے اور وجوہ فضیلت بھی موجود تھے۔ چنانچہ سیدنا عبد القادر و سیدنا خواجہ نظام الدین ہر دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں۔ مگر حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی دہلوی سیدنا عبد القادر سے مستفید ہیں۔ (نظام القلوب ملاحظہ ہو) اور نیز محبوبیت قادریہ عالم گیر ہے۔ اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعاً ارض تک نہیں پہنچی۔ رہا لفظ سبحانی والہی سو مقام جذب و محبوبیت سے جیسا تناسب کہ لفظ سبحان کو ہے لفظ الہ کو نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا أَوْ نَهْيًا لَفِظَاتِ ذَاتِ بَحْتِ پُرْدَالِ بے بلکہ سبحان کہ رتبہ ذات کا نام ہے (فتوحات و شرح فصوص ملاحظہ ہو) حضرت مجدد الف ثانیؒ دوسری جلد کے آخری مکتوب میں حضور غوث اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں :-

”وضول فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجابت توسط شریف او مفہوم مے شود۔ چہ ایں مرکز غیر اور ایسے نہ شدہ الخ۔“

۱۔ واضح ہو کہ حضرت قدس سترہ کی یہ تحریر دراصل کتاب ”انوار قادریہ“ پر بطور تقریظ لکھی گئی جس کی ایک کاپی حضرت کے تبرکات میں محفوظ ہے۔ کتاب مذکور کے علاوہ یہ آپ کے ”مکتوبات طیبات“ کے پہلے ایڈیشن میں شائع ہوئی جس کی تاریخ اشاعت آپ کے وصال سے قبل ۱۳۳۱ھ ہے۔ اور پھر اس کے دوسرے ایڈیشن میں بھی شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ ”فتاویٰ مہریہ“ کے پہلے ایڈیشن اور ”مہر منیر“ کے سارے ایڈیشنوں میں بعینہ درج ہے۔ تقریباً اسی سال کے اس طویل عرصہ میں علمائے کرام اور مشائخ عظام میں سے کسی نے بھی اس تحریر پر کوئی شبہ ظاہر نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی ایک مستقل دلیل ہے۔ ”فتاویٰ مہریہ“ اور ”مہر منیر“ کی اشاعت کے کافی عرصہ بعد اس کے بعض مندرجات پر کچھ لوگوں نے شبہات کا اظہار کیا جن میں سے بعض کا جواب تو فتاویٰ مہریہ کے حاشیہ میں آچکا ہے اور دیگر کا جواب انشاء اللہ ”مکتوبات طیبات“ کے آئندہ ایڈیشن میں آجائے گا۔

چراغے را کہ ایزد بر من روزد بر آنکوائف زند ریشیش بسوزد

اس موقع پر برائے فائدہ مندرجہ ذیل سوالات و جوابات بھی درج کیے جاتے ہیں :-
 سوال - لفظ ولی اللہ اصحاب کرام پر بھی بدلیل قولہ تعالیٰ اللہ ولی الذین امنوا و سائر آیات قرآنیہ بولا جاسکتا ہے۔ تو حسب قول مذکور چاہیے کہ آپ کا قدم اصحاب کرام کی گردن پر بھی ہو۔ حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ کوئی ولی خواہ کیسا ہی کامل ہو صحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

جواب - متاخرین کے عرف و محاورہ میں ولی اللہ اسوائے صحابہ پر بولا جاتا ہے۔

سوال - عبارت فتوحات مسطورہ بالا سے یعنی له الاستطالة علی کل شیء سوی اللہ پایا جاتا ہے کہ ایسے ولی کا تصرف انبیاء علیہم السلام پر بھی ہوتا ہے۔

جواب - عالیجناب رضی اللہ عنہ کا زمانہ انبیاء کا زمانہ نہ تھا۔

سوال - لفظ فی کل زمان مندرج عبارت فتوحات مسطورہ بالا سے پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں بھی ایسے ولی کا ہونا واقعی امر ہے۔ اور نیز اسی باب میں قبل از عبارت مذکور حضرت شیخ تصریح فرماتے ہیں کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار انبیاء باجسام زندہ ہیں۔

جواب مفضول کا تصرف فاضل پر مثل تصرف جبرائیل بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اور مسلم شدہ امر ہے کیونکہ بوجہ تخالف فیما بین وجوہ فضیلت استبعاد مندرجہ سوال بخوبی مندرج ہو سکتا ہے۔ وہی آخری مکتوب شریف ملاحظہ ہو چنانچہ عالی جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خضنا بحد الویقف علی ساحلہ الانبیاء یعنی ہم ایسے دریا میں ڈوبے ہیں کہ جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السلام کو کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔ بحر و دریا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی ہم کو بوجہ کمال اتباع ظاہری و باطنی شریعت و طریقت ذات پاک محمدی میں کامل فنا حاصل ہے۔ بخلاف سائر انبیاء علیہم السلام کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنا کامل سے عاری ہیں۔

سوال - عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب احادیث صحیحہ بعد النزول شرع محمدی کے پابند ہوں گے لہذا کامل فنا کے مستحق ہوئے اور عالیجناب کے فرمان مذکور لو یقف علی ساحلہ الانبیاء سے سمجھا جاتا ہے کہ کسی پیغمبر کو ذات محمدی میں فنا ظاہری و باطنی نہ ہوگی۔

جواب - فرمان مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میرے قول ہذا سے پہلے کسی نبی کو بحر ذات محمدی میں فنا کامل و اتباع شرع محمدی حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ لو یقف میں کلمہ لو مضارع پر ماضی منفی کا معنی دیتا ہے۔ بنا بریں اگر بعد اس فرمان کے قرب قیامت میں علیہ السلام کو اتباع شرع محمدی میں فنا کامل حاصل ہو تو مخالف قول مذکور نہ ہوگا۔

والحمد لله اولاً و آخراً و الصلوٰۃ والسلام علیہ ظاہراً منہ باطناً

العبد مہر و محبت کا بندہ علی کا نام لیوا شاہ جیلان و اجمیر کا حلقہ گوش از گولڑہ بقلم خود

۱۸۔ صفر ۱۳۳۱ھ

۲۱ بیعت مروّجہ مشائخ عظام اور سماع وغیرہ کے متعلق اعتراضات کے جواب

استفتاء

ہادی شریعت و اصل حقیقت جناب پیر صاحب مدظلکم السلام علیکم۔ کچھ شبہات لکھ کر حضور کی خدمت میں بنظر تحقیق نہ بنظر اعتراض ارسال خدمت ہیں۔ امید کہ جواب سے ممتاز فرمادیں گے۔

الراقم میر زمان نمبر دار موضع جھانسنہ ضلع کرنال تحصیل تھانیسر ڈاکخانہ ٹھکے میر انجی

۱۔ بیعت مروّجہ فی زمانہ سنت ہے یا واجب ہے یا فرض اور اس کا ثبوت شرعی کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیعت خلافت تھی یا بیعت اسلام بیعت طریقت کا سلسلہ کب سے شروع ہوا ہے۔

۲۔ بیعت مروّجہ سے کیا غرض ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے۔

۳۔ ایک شخص مدت العمر میں کتنے شخصوں سے بیعت کر سکتا ہے مشہور تو یہ ہے کہ ایک کے سوائے دوسرے سے بیعت کرنے میں رجعت ہو جاتی ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے۔

۴۔ ارشاد و تلقین کے قابل کون شخص ہوتا ہے۔ کچھ اس کے معیار یا شرائط ہیں یا نہیں۔ یا جس کا جس پر اعتقاد ہو جانے بقول پیر من خس است و اعتقاد من بس است۔ مرید ہو سکتا ہے۔

۵۔ طریقت شریعت کے کچھ خلاف ہے یا اکمال شریعت کو طریقت کہتے ہیں یا کوئی اور شے ہے۔

۶۔ رقص و سرود مروّجہ صوفیائے چودھویں صدی و عشق باطفال و زناں شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے۔ اور متقدمین صوفیاء میں بھی کیا اس پر عشق الہی کا دار و مدار تھا۔ جب کہ فی زمانہ صرف رقص و سرود و عشق بازی بامردان مایہ طریقت و کمال سمجھتے ہیں۔

۷۔ فسق و فجور و محبت دنیا کیا اہل طریقت کے نزدیک ممنوع نہیں ہے۔

۸۔ بیعت سے سوائے تعلیم و تلقین ذکر و اشغال کے کیا کچھ اور فائدہ ہے؟ اگر بیعت سے مقصود تعلیم اذکار و اشغال

صوفیائے کرام ہیں تو کیا کتابوں میں جملہ اذکار و اشغال صوفیاء درج نہیں؟ اور اگر بیعت سے مقصود توجہ قلبی

پیر و مرشد سے مرید طالب حق کو ایک دم میں یا چند مدت میں مقام قرب الہی تک پہنچانا ہے تو یہ واقعہ کے

خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہندوستان کا ہر فرد مسلمان کسی نہ کسی کا مرید ضرور ہے۔ بلکہ بعض مشائخ موجودہ کے

تقریباً ایک لاکھ یا پچاس ہزار تک بھی مرید پائے جاتے ہیں۔ اور ان کے کسی مرید میں خلوص اب تک نہیں پایا جاتا۔

یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پیر کو خدا بنا لیتے ہیں یا خود خدا بن جاتے ہیں۔ اب حضور عالم باعمل بھی ہیں اور حضور

کے متوسلین بھی بہت ہیں۔ ان میں سے واصل حق کتنے ہوئے اور کتنے طالبان حق ہیں۔ ان سب کا جواب

حضور اپنے قلم سے تحریر فرمادیں تاکہ احقر کی تسلی ہو دے۔ ورنہ صوفیائے زمانہ کو دیکھ کر عقل بھی حیران ہوتی ہے کہ

خلاف حکم شرع کو فقیری سمجھتے ہیں۔ یا رقص و سرود و عشق بازی کو عشق بازی ناقصوں کو داعی شہوات ہے اور خوف ہے کہ مرتکب معاصی ہو جاویں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - حَامِدًا وَ مَصلِيًّا

جواب نمبر ۱۔ بیعت طریقت مرّوجہ فی زمانہ سنت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ اور اقامتِ اسلام پر بھی بیعت فرمائی ہے۔ چنانچہ انصار کی مستورات سے نوحہ نہ کرنے پر اور فقراء مہاجرین سے اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔ صحیح بخاری و ابن ماجہ ملاحظہ ہو۔ بیعت مرّوجہ کثرتِ ذکرِ الہی و زہد و تقویٰ پر بھی اس قبیلہ سے ہے۔

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا النبی اذا جاءک المومنات الایۃ پارہ ۲۸۔ سورہ ممتحنہ رکوع ۲ و فی البخاری انہ اشترط علی جریر عند مبايعته و فی ابن ماجہ انہ بايع ناسا من فقراء المہاجرین۔
جواب نمبر ۲۔ بیعت طریقت سے غرض حصول سکینہ باطنیان قلب و اخلاص و شوق و ترک ماسوی اللہ ہے۔ سنت اللہ اس پر جاری ہے کہ علماء کی صحبت کے بغیر علم، خیاط کی مجلس کے بغیر خیاطت اور آہن گر کی صحبت کے سوا آہن گری حاصل نہیں ہوتی۔

جواب نمبر ۳۔ ایک شخص کئی اشخاص سے بیعت تبرک و فیض حاصل کر سکتا ہے اور جائز ہے بشرطیکہ شیخ اول کی تحقیر و توہین نہ کرے ورنہ رجعت ہوگی۔ البتہ وہ شخص مستثنیٰ ہے جس کو عشق شیخ کا جذبہ عشقیہ اور رابطہ کمال دوسری طرف نہ جانے دے۔

جواب نمبر ۴۔ بیعت کرنے کے قابل وہ شخص ہوتا ہے کہ ضروری علم دینی کے علاوہ اوصاف ذیل بھی رکھتا ہو۔
مشقی، کبار سے مجتنب، صنعا پر غیر مُصر، زاہد، عابد، اشغال و اذکار پر مداومت کرنے والا، امر معروف نہی عن المنکر، ذوقمستقل رائے، شیخ کی صحبت سے فیض یافتہ۔

جواب نمبر ۵۔ طریقت، شریعت کے برخلاف نہیں شریعت خدا اور رسول کی ہدایت و ارشاد ہے اور طریقت اس پر چلنے کو کہتے ہیں۔

جواب نمبر ۶۔ رقص و سرود کے بارہ میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا فیصلہ ہے

یگویم سماع اے برادر کہ چسیت مگر مستمع را بدانم کہ کیست الخ

کافی ہے حصول عشق الہی کا مدار توجہ شیخ و کثرتِ ذکرِ الہی پر بشرط استعداد نہ عشق بازی بازناں و طفلان۔ جب عوام کے لیے یہ حرام ہیں تو خواص کے لیے جن کی شان یہ ہے کہ حسنات الابوار سیئات المقربین کیسے جائز ہو سکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اہل اللہ کو حسینوں سے کسی وقت بوجہ مشاہدہ انوار تجلیات میلان ہوا ہو حضرت شمس تبریز و حضرت محبوب الہی و حضرت مجدد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات مندرجہ کتب مناقب اس پر شاہد ہیں۔ یہ میلان از قبیل حدیث صحیح ان اللہ جمیل و محبت الجمال سمجھنا چاہیے۔

جواب نمبر ۸۔ بیعت کا فائدہ کتاب دیکھنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ نمبر ۲ میں موجود ہے۔ نیز حصول مطلب

کے لیے کوئی مدت معین نہیں۔ علی حسب اختلاف فی الاستعداد زمانہ کی کمی بیشی متصور ہو سکتی ہے۔

زمانہ موجودہ میں کن صاحبان کے لاکھ یا زیادہ مرید ہیں؛ اگر باوصاف مندرجہ نمبر ۴ واقعی شیخ ہے۔ تو ضرور مرید کے

لیے کم از کم پابندی احکام شرعیہ ہونی چاہیے۔ دوسری صورت میں دونوں میں سے ایک یا ہر دو کا تصور متصور ہو سکتا ہے۔

درویش واقعی سے کسی وقت انا الحق کا سر زد ہونا اور ہے اور غیر درویش متصنع کا کہنا اور۔ اس میں زمین آسمان کا فرق ہے
مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا بیت ہے۔

آں انا راحمت اللہ درقفا

وہی انا العنت اللہ ازحدا

یا حبیباً کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے نسخہ ثنوی اس وقت زیر نظر نہیں۔

طالب خدا بہت ہیں اور اصل معنی صاحب اطمینان و ذوق و شوق بالغنی باللہ از ماسوی اللہ کم والسلام خیر الختام۔

العبد
الملتجی الی اللہ سید مہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ

۲۲ فرقہ صوفیاء کی ضرورت، ولایت کے معنی نیز ایک آیت کی تشریح

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

ببل بستان توحید سر و گلستان تفرید شہباز اوج حقیقت تاجدار کشور معرفت سلامت
السلام علیکم بعد اوائے آداب و نیاز و شوق حصول قدم بوسی آنکہ چند سوالات بغرض استفسار خدمت شریف میں
ارسال ہیں۔ اخلاق محمدی سے کرم فرما کر جوابات سے عزت بخشی جاوے۔

۱۔ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون میں لہ کی ضمیر کا مزج کون ہے۔ اگر شیئاً مانا جاوے تو اس کو
خدا تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ قبل از تخلیق وہ مزج نہیں ہو سکتی۔ اس کے تو پیدا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

۲۔ ولی اللہ کے معنی اصطلاح صوفیاء میں کیا ہیں۔ یا یوں کہ افراد انسانی میں کون سے فرد پر صحیح معنی میں لفظ ولی اللہ کا
اطلاق ہو سکتا ہے یا یوں کہیے کہ طریقہ سلوک میں کونسا مرتبہ ہے جسے طے کرنے کے بعد سالک ولی اللہ کہلانے کا
مستحق ہو جاتا ہے۔ تعریف ایسی ہو جو صوفیائے متقدمین مثل مولانا روم اور مولانا مکی الدین ابن عربی وغیرہ سے متعلق ہو۔

۳۔ فرقہ صوفیاء کی اسلام میں کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ احکام شرعیہ اور ارکان اسلام کی تبلیغ تو بذریعہ قرآن شریف پیغمبر خدا
نے فرمادی۔ اور اس کی اشاعت علمائے اسلام برابر بذریعہ درس و تدریس و تحریر و تقریر کر رہے ہیں۔ جو نجات
کے واسطے کافی ہیں۔ صوفی ان احکام شرعیہ کے سوا کیا بتا سکتے ہیں۔ اور نجات کے سوا اور کیا ہے جو ان کی تعلیم
کے سلسلہ میں مل سکتا ہے۔

راقم سید علی از محکومان شریف مزار شاہ سارنگ صاحب مرحوم

ضلع نواب گنج بارہ بنکی ڈاک خانہ فتح پور

(اس کا جواب اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

حامداً ومصلياً

مکرمی شاہ صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمة اللہ

۱۔ مکرم، اشیا موجودہ کے لیے قبل از تخلیق علم باری عز اسمہ میں ثبوت ہے۔ اس مرتبہ میں اعیان ثابتہ کہلاتے ہیں۔ ارجاع ضمیر یا یوں کہئے خطاب کُن کے لیے ثبوت علمی کافی ہے۔

۲۔ سالک سائر الی اللہ بعد مشاہدہ و تجلیات ہو الظاہر اور نیز تجلیات ہو الباطن اولاً بحسب خصوصیات و تیزات اپنے کے اور ثانیاً بافنا بعض تیزات ان کے مرتبہ جمع میں۔ اور بالکلیہ فنا کے مرتبہ جمع الجمع میں ولی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

۳۔ اور ظاہر ہے کہ تجلیات افعالیہ اور صفاتیہ اور ذاتیہ کا مشاہدہ بحسب مراتب بعضہا فوق بعض درس اور تدریس علم ظاہری سے نہیں ہوتا۔ والسلام

دُعایوں و دُعائی حضور بقلم خود

۲۳۔ مُرشد کے لیے سجدہ عظیم کے متعلق شرعی حکم

نقل از اخبار الوکیل "امر تسر مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۲۲ء" بحوالہ خط از واحدی صاحب معہ خط واحدی صاحب مخدوم محترم! السلام علیکم آپ کو ایک تکلیف دینی چاہتا ہوں! امید ہے کہ اللہ کے واسطے اسے قبول فرمادیں گے۔ دو ایسے شخصوں کے درمیان جن کا ہزار ہا بندگان خدا پر اثر ہے سجدہ عظیم یا سجدہ للمرشد کی بابت بحث چل رہی ہے۔ ایک کا خیال ہے کہ سجدہ للمرشد جائز ہے اور اس کی تمام اشاعت کرنی چاہیے۔ اور دوسرا اس کو ناجائز کہتا ہے۔ اور روکنا چاہتا ہے۔ دونوں نیک نیت ہیں جس کی غلطی ثابت ہو جاوے گی۔ وہ ہرگز ہرگز بہت دھرمی نہیں کرے گا۔ آنجناب اگر توجہ فرمادیں تو قصہ باسانی طے پاسکتا ہے۔ برائے نوازش اس مسئلہ کی نسبت اپنی رائے سے مطلع کیجئے۔ اور بے شمار مسلمانوں کو گمراہی سے بچا کر ما جو رہو جیے مفصل لکھنے کی فرصت نہ ملے تو چند سطریں ہی سہی مگر جلد۔

خادم خیر طلب واحدی ایڈیٹر خطیب نظام المشائخ اردہلی

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مخلصی فی اللہ ایڈیٹر خطیب صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام و دعا آنکہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سجدہ کو عبادت مختصہ بالخالق عز اسمہ ٹھہرایا گیا ہے اور اسی پر ہے تعامل صحابہ و تابعین و تبع تابعین ومن بعدہم الی یومنا ہذا علیہم الرضوان۔

یہ اور بات ہے کہ کسی مقبول سے جس وقت اُس کی چشمِ شہود میں غیر اللہ نہ ہو سجدہ مخلوق کی طرف وقوع میں آئے
غایت مافی الباب از روئے نظر بجانب مستی و غلبہ وہ مقبول خدا ہیں عندا رباب التحقیق ماخوذ و مجسم نہ ٹھہرایا جائے گا۔
ہذا معندی واللہ اعلم و علمہ اتم۔

المبتقی والمشتکی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بستم خود از گولرہ

۲۴۔ علم فقر کا ماخذ

سوال

- کیا فرماتے ہیں علماء طریقت و مفتیان راہ حقیقت و معرفت اس سئلہ میں کہ :-
- ۱۔ علم فقر و تصوف قرآن کریم و حدیث کے اندر ہے یا اس سے علاوہ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔
 - ۲۔ پیر کے لیے سجدہ جائز ہے یا نہیں۔ ویوں نبیوں کی قبروں کے لیے سجدہ کا کیا حکم ہے۔ بوسہ قبر و یا پیر کے پیر کا علیحدہ بات ہے بحث طلب نہیں۔
 - ۳۔ پیر کو نذرانہ میں نقد یا کوئی اور چیز پیش کرنا یہ للہ میں داخل ہے یا کیا۔ اور پیر و مرید کی بعضی دونوں کو اس نذر کے متعلق کیا تصور کرنا چاہیے۔ اللہ واسطے کا یا کسی دیگر طور پر۔ پیر کا نذرانہ اختیاری ہے یا لازمی۔ اگر لازمی ہے تو کیا پیر جب چاہے طلب اور وصول کر سکتا ہے یا مرید کے اختیار میں ہے جب چاہے ادا کرے۔
 - ۴۔ خدا اور رسول میں کسی قسم کا کوئی فرق ہے یا نہیں۔
 - ۵۔ مرید کو یہ تلقین کرنا کہ بوقت ارتکاب گناہان کبائر تم یہ تصور کر لیا کرو کہ خدا کر رہا ہے۔ کیا ایسا تصور کرنے سے مرید کے ذمہ گناہ عائد ہو سکتا ہے یا نہیں۔
 - ۶۔ نماز کو قواعد پر پڑھنا یا یہ کہ نماز ۴۴ آنے کی مزدوری ہے اور دیگر اورداد و اشغال ہزار روپیہ کے مزدور کی نسبت رکھتے ہیں کیا علماً طریقت ایسا عقیدہ مبنی بر صحت قرار دے سکتے ہیں۔ پیر کے لیے علم قرآن و حدیث ضروری ہے یا نہیں۔ اور بے علم پیر کا مرید کرنا کیسا ہے نیز میر اسوال اس کے جواب کے ہمراہ ہونا چاہیے۔

الجواب

- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ لَوْلِیْهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی نَبِیِّهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ
- ۱۔ علم فقر و تصوف قرآن اور حدیث سے باہر نہیں ہے۔ مگر حسب ارشاد نبوی صحتی علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کے لیے ظہور اور بطون دونوں ہیں۔ اور بطون کے سات مراتب بیان فرمائے ہیں۔ بیان ظہور کو تفسیر کہا جاتا ہے جس کا منکر خارج از اسلام اور ملحد ہے اور بطون کا منکر صرف مجہوب یا اندھا یا پوری سمجھ سے عاری کہلانے کا مستحق ہوگا۔ بلحاظ بطون قرآن کہا جاسکتا ہے کہ بعض سر اور مخفیات اس علم کے سینہ بسینہ چلے آ رہے ہیں مگر یہ ہرگز ہرگز ممکن نہیں اور نہ کسی محقق صوفی

کا مسلم امر ہے کہ معاذ اللہ ظہور اور بطون قرآن میں تخالف اور تضاد ہو۔ اور اگر کسی نے تخالف اور تضاد سمجھا ہے تو اُس کی سمجھ اور شہود کی غلطی ہوگی۔

۲۔ پیر کے لیے سجدہ جائز نہیں۔ ایسا ہی نبی اور ولی کی قبر کے لیے بھی۔ پیر اور ولی و نبی صوفیہ وجودیہ کرام کے نزدیک بھی مراتب خلقیہ سے ہیں نہ حقیقہ سے اور ان حضرات علیہم الرضوان کا مسئلہ اور مشہورہ مقولہ یہ ہے ع۔ گ۔ حفظ مراتب نکتی زندیقی۔ بحضور پیر پیش کردہ اشیاء کا حکم بحسب نیت ہوگا۔ اگر قصد صرف اظہار عقیدت اور طیب خاطر پیر منظور ہے تو اُس کو ہدیہ اور پیش کش کہا جاتا ہے۔ اور اگر نیت صدقہ کی ہے تو اُسے صدقہ کہا جائے گا اور شرائط صدقہ ملحوظ ہوں گے۔ بہر کیف نذریا نذرانہ کننا شرعاً ممنوع ہے۔ نذر بغیر حق سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ مال کا پیش کرنا بحضور پیر مستحبات سے بقصد مذکورہ بالا ہوگا نہ واجبات سے اور عند الضرورت۔

۳۔ خدائے عز و جل خالق ہے اور معبود اور جامع مراتب حقیقہ۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق اور عبد اور مجملہ مراتب خلقیہ۔ ع۔ گ۔ حفظ مراتب نکتی زندیقی۔

۴۔ مرید کو یہ یقین کہ بوقت ارتکاب جرائم یہ تصور کر لیا کرو کہ خدا کرتا ہے ہدایات قرآنیہ مثلاً (ربنا ظلمنا انفسنا ونیز ما اصابك من مصیبة فمن انفسك) وغیرہ وغیرہ کے علاوہ مسئلہ مذکورہ بالا ع۔ گ۔ حفظ مراتب نکتی زندیقی کے بھی برخلاف ہے۔

۵۔ نماز کو پڑھنا یا چار آنہ کی مزدوری اور باقی اشغال و اواراد کو ہزار روپیہ کی مزدوری کہنا سرسر غلط اور جہالت ہے۔ حدیث قدسی کی رو سے فرائض جیسا کوئی عمل موجب رضائے الہی نہیں۔

مضامین مسطورہ تفصیل طلب ہیں مگر بوجہ کم فرصتی زیادہ لکھنے سے معذرتوں۔ یہی میرا عقیدہ اور فہم والعلوم عند اللہ

درہ

الملتی الی اللہ عبدہ المکذنب مہر علی شاہ جعل آخرتہ خیرا من
اولہ و صحبۃ اولیائہ قربت بہا عیناہ ابتغاء لمرضاہ بقلوب خود



۲۵ ایصالِ ثواب اور ارواح کے متعلق سوالات اور ان کے جواب

نقل سوالات جناب راجہ شیر محمد صاحب رئیس بھیر جاگیر دار خان پور مفت م باغ پور ہزاری المعروف بھیرویہ۔ مع جوابات عالیجناب حضرت قبلہ عالم گولڑوی دامت برکاتہم (منع جو دو الا نشان مرشد کامل ہادی آگاہ دل جناب حضرت پیر صاحب والی گولڑہ شریف بعد از ادائے آداب السلام علیکم و اشتیاق قدم بوسی ذات والا ایں کہ چند امور ات ضروریہ کی نسبت عارض ہونا از بس ضروریات سے تھا جس کی وجہ سے مکلف اوقات گرامی ہوں۔ جو اب پیش کر کے اُمیدوار عطاءئے جواب باصواب کا ہوں۔

سوال نمبر ۱۔ کسی کے والدین یا مولود فوت ہو جائیں تو کیا فریق پس ماندہ انہیں تحفہ تحائف یا کلام اللہ یا اشیائے خور و نوش یا پارچات وغیرہ پہنچا سکتا ہے؟

جواب نمبر ۱۔ محتاج کو طعام و پوشاک دینے کا ثواب اور کلام اللہ پڑھنے والے کا کلام اللہ پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچ سکتا ہے۔ ایسا ہی درود وغیرہ کلام الہی و فعل خیرات کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ نقد روپیہ یا زیوریا کہ کوئی خاص پارچہ اُس اہل عدم نے حیات میں طلب کیا ہو۔ اور میسر نہ ہوا ہو۔ اب وہ نقد دیا جاوے تو کس طرح سے۔ اگر پارچہ ہے تو اُس کی قیمت دی جاوے گی یا خود کسی کو دیا جاوے یا کس طریقہ سے جو اُس کو پہنچے۔

جواب نمبر ۲۔ وہ اشیا جن کو متوفی نے بعینہ طلب کیا ہو۔ گو محتاج کو ان کی قیمت کا دینا متوفی کے لیے مفید و جائز ہے مگر ان اشیا مطلوبہ بعینہ کا دینا مناسب تر ہے۔

سوال نمبر ۳۔ اگر پس ماندہ کا خیال ہو کہ قبر پر جا کر اُس کو بخشتے تو کس طرف بیٹھے گا اور کس کلام مبارک کا ختم شریف کر کے اُس کی رُوح کو ایصالِ ثواب کرے گا۔ کس تعداد تک، آیا اس کے واسطے کوئی خاص مقدار ہے یا جس دن چاہے؟

جواب نمبر ۳۔ میت کے مُنہ اور سینہ کے مقابل پشت بقبلہ ہو کر الحمد شریف مع سورۃ ذالک الکتاب لاریب فیہ مفلحون تک ایک مرتبہ اور قل هو اللہ احد اخیر تک گیارہ مرتبہ پڑھے اور ثواب میت کو بخشتے یا جو کچھ کلام اللہ یا کلمہ شریف یا درود شریف پڑھنا ہو سب کا ثواب بخش دے۔

سوال۔ اگر پس ماندہ چاہیں کہ اُس دوست گم شدہ کا دیدار کریں یا کہ وہ انہیں دیکھے۔ تو کس کلام شریف کے ذریعہ سے؟ ظاہری دیکھنا تو عین ممکن ہے مگر خواب میں دیکھا جاوے تو وہ کون سی کلام مبارک ہوگی اور کس تعداد تک پڑھی جاوے گی اور کس وقت پر؟

جواب نمبر ۴۔ رات کو سورۃ الشمس و اللیل و الضحیٰ الم نشرح ہر ایک سورت سات سات مرتبہ پڑھ کر ان کا ثواب میت کو بخشتے۔ اور پھر کسی سے کلام نہ کرے سو جائے۔

سوال نمبر ۵۔ ارواح کا اپنے گھروں میں آنا ہو سکتا ہے تو کس عرصہ تک، ہر روز یا کہ خاص دن، اگر خاص دن ہے تو کونسا ہے؟

جواب نمبر ۵۔ ارواح کا تعلق کسی قدر بدن سے چالیس روز تک، ایسا ہی ہر شب جمعہ و روز جمعہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے۔ اس تعلق خاص کو آنا سمجھئے نہ یہ کہ عالم ارواح سے نکل کر جسم کی طرح انتقال مکانی کرتے ہیں۔ البتہ در ایام مذکورہ خاص تعلق ایسا ہی اثر رکھتا ہے جیسا کہ وہ خود آگئے ہیں۔ یعنی بحیثیت مشیت ایزدی باخبر ہوتے ہیں۔ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بروز عید اور عاشورہ، ماہِ رجب کا پہلا جمعہ اور ماہِ شعبان کی پندرھویں رات اور شب قدر اور جمعہ کی رات میں ارواح قبروں سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر اپنے پیمانہ گان سے سوال کرتے ہیں کہ اس مبارک رات میں ہمارے ساتھ کسی صدقہ یا طعام سے امداد کرو کہ ہم محتاج ہیں۔ کتاب در السجان للسیوطی و کتاب دقائق الاخبار امام عبد الرحیم بن احمد ص ۲۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح موتی ایام مذکورہ میں اپنے گھروں کے دروازہ پر آتے ہیں۔

سوال نمبر ۶۔ اگر پس ماندہ مہجور شدہ چاہے کہ مجھے صبر حاصل ہو تو کس کلام شریف کے ذریعہ سے، کس وقت اور کس تعداد تک ورد کرے۔ اگر از حد بے ہمت ہو تو کس قدر پڑھے گا؟

جواب نمبر ۶۔ اسم یا سحیٰ یا قیوم ایک ہزار مرتبہ بوقت اذان فجر پڑھے۔ اگر اس قدر نہ ہو سکے تو ۳۰۰ (تین سو) مرتبہ پڑھے۔ بعد ازاں دل پر دم کرے۔

سوال نمبر ۷۔ دوست مہجور شدہ کا مطلب ہو کہ دوست گم شدہ کا خانہ سکونتی کہ جس میں وہ مدفون ہے وہ منور ہو اور اعلیٰ قسم کی رحمتیں خداوند کریم جل شانہ سے اُس پر نازل ہوں تو کس کلام شریف کا کس قدر اور کس وقت اور کس دن میں اس کا ذکر کرے؟

جواب نمبر ۷۔ اس جگہ کلام اللہ شریف پڑھے یا پڑھوائے۔ ایسا ہی درود شریف جس قدر ہو سکے۔

سوال نمبر ۸۔ اگر دوست گم شدہ عمد حیات خود میں کسی چیز خورد و نوش کی زیادہ خواہش رکھتا تھا۔ اب اس کو دوست مہجور شدہ کس طرح سے پہنچا دے۔ ہر دن یا کسی دن خاص میں اور اس کی تجویز کیا ہوگی؟

جواب نمبر ۸۔ ہر دن یا شب جمعہ یا جس وقت اور جس دن چاہے پہنچا سکتا ہے۔ البتہ ہر شب جمعہ و ایام عید و عاشورہ وغیرہ مندرجہ ضرو طعام یا کلام یا کسی خیرات کیڑا وغیرہ کا ثواب پہنچانا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۹۔ کلمہ شریف یا کہ درود شریف کا ثواب بخشا کسی کے واسطے جائز ہے یا نہیں۔ سنا گیا ہے کہ ناجائز ہے۔ اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

جواب نمبر ۹۔ جائز ہے۔

سوال نمبر ۱۰۔ اگر دوست گم شدہ کسی قسم مویشی کی خواہش رکھتا ہو از قسم عام مویشی یا کہ از قسم پرندگان اب ان کا پہنچانا کس طرح سے ہوگا۔ آیا وہ چیز زندہ دی جاوے یا کہ اس کی قیمت۔ اگر زندہ دینے کی خواہش ہو تو کس کو دی جائے اور کس طریق سے دی جائے۔

جواب نمبر ۱۰۔ زندہ دینا محتاج کو بہ نسبت قیمت دینے کے زیادہ مناسب ہے۔

سوال نمبر ۱۱۔ ملاح جو قبر پر پڑھنے کے لیے بٹھائے جاتے ہیں وہ کس عرصہ تک پڑھتے رہیں۔ قرآن شریف ہی پڑھا کریں یا کوئی اور کلام؟

جواب نمبر ۱۱۔ چالیس دن تک قرآن شریف پڑھایا جاوے مگر بلا شرطِ اجرت۔ کیونکہ قرآن شریف پڑھنے کی اجرت یعنی دینی حرام ہے۔ ہاں اگر پڑھنے والے کو لالچ نہ ہو اور دینے والا اجرت سمجھ کر نہ دیوے تو جائز ہے۔ مگر یہ مشکل ہے۔ لہذا بہتر ہے کہ دوست یا خویش اقارب جو بلا اجرت پڑھنے والے ہوں پڑھیں۔

۲۶۔ رُوح کے متعلق سوالات کے جواب

۱۴۔ اگست ۱۹۲۵ء

مخلصی فی اللہ الطاف حسین صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمة اللہ۔ محبت نامہ کاشف ما فیہا ہوا۔

سوال (الف) مُردہ کی رُوح وفات کے بعد کہاں جاتی ہے۔ آیا جواب وہی میں مانو ہو جاتی ہے یا دُنیا میں اپنے جسمِ عنصری کے اوپر پرواز کرتی رہتی ہے۔ جیسا کہ بعض منوؤد کا خیال ہے۔

جواب (الف) مومنین کی رُوح افلاکِ سبعہ کے اوپر مقامِ علیین میں اور کفار کی اسفل السافلین میں قیام پذیر ہوتی ہے۔ صرف جواب وہی کے لیے بدنِ عنصری کے ساتھ تعلق دیا جاتا ہے۔ جس کا اثر دیگر گونہ حیات ہے۔ نہ یہ حیاتِ دُنیوی جو منشاء تغذی اور چلنے پھرنے کا ہے۔ جواب دینے کے بعد یہ تعلق بھی نہیں رہتا۔

نوٹ۔ دُنیا میں رُوح حقیقی کو جو قل الریح من امر ربی سے مراد ہے۔ رُوح ہوائی کے ساتھ راکب اور مرکب کا تعلق ہے۔ بعد الموت رُوح ہوائی بعنوان دیگر بخار لطیف مع جسمِ عنصری کے فنا ہو جاتے ہیں اور رُوح حقیقی کو بجائے رُوح ہوائی کے ایک اور رُوح برزخی سواری کے لیے بلاتا ہے۔ جو عالمِ مثال میں سے ہے دُنیا میں بھی اور بعد الممات عالمِ مثال میں بھی۔ یہ مرکب جسے نسمہ سے تعبیر کرتے ہیں روزانہ قبول فیضان کے لیے رُوح حقیقی سے جو عالمِ قدس میں ہے تفصیل اس اجمال کی ان اوراق میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

سوال۔ (ب)۔ بارہ سال سے کم سن بچے کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا ہے جو بڑوں سے ہوتا ہے یا کچھ

رعایت ملتی ہے؟

جواب (ب) مومنوں کے نابالغ بچے جنت میں اور ایسا ہی کفار کے بھی بقول بعض جنت میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔

سوال (ج) کیا یہ درست ہے کہ جہاں آدمی مرتا ہے۔ وہاں چالیس دن تک رُوح آتی ہے۔

جواب (ج) رُوح کا آنا تو نہیں البتہ ایک گونہ تعلق اور لگاؤ خاص طور پر رہتا ہے۔

الحمد للہ کہ جانین میں خیریت ہے۔ والسلام

العبد

المبتدی والمشتکی الی اللہ المدعو بہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ

۲۷۔ ثبوت سماع موثی

استفسار

جناب عالی مدظلہ پس از آداب غلامانہ گزارش ہے کہ براہ غریب نوازی اس بات کا فیصلہ فرمائیں کہ قبروں میں مردوں کو سنائی یا دکھائی دیتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص ان کو السلام علیکم کہے یا کچھ پڑھ کر ثواب بخشے کیا وہ سن سکتے ہیں؟ قرآن مجید یا حدیث شریف سے اس کا کوئی ثبوت ہو تو تحریر فرمائیں۔ یہاں لوگ کہتے ہیں کہ مردہ نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے۔ میرا ایک دوست بھی اسی طرف مائل ہے۔ زیادہ والتسلیم۔

الجواب هو الصواب

صورت مسؤلہ میں سماع موثی و تعارف آن بہ خویش واقارب کا ثبوت احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ مثلاً زائر القبور جس وقت السلام علیکم یا اہل القبور کہتا ہے تو مردہ سنتا ہے اُس کا جواب دیتا ہے اور اپنے خویش واقارب کو پہچان لیتا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مردہ بذاتہ یعنی بلا واسطہ سنتا ہے یا بواسطہ اس کو یہ خبر پہنچتی ہے اس پر حدیث ساکت ہے حقیقت حال کی آگہی علام الغیوب دانائے راز کو ہے۔ ہمارے لیے نفس سماع موثی کا ثبوت ہونا چاہیے و بس۔ چنانچہ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ قال السیوطی واخرج العقيلي عن ابی هريرة قال قال ابورزین یا رسول اللہ ان طریق علی الموتی فهل من کلام اتکلم به اذا مرت علیہم قال قل السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لانا سلف ونحن لکم تبع واننا ان شاء اللہ بکم الاحقون۔ قال ابورزین ایسمعون قال یسمعون ولكن لا یستطیعون ان یجیبوا وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یرقببر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا الا عرفه ورد علیہ السلام صحیحہ عبد الحق۔ واخرج ابن ابی الدنیا والبیہقی فی الشعب عن ابی هريرة قال اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفه۔ واذا مر بقبر لا یعرفه یسلم علیہ رد علیہ السلام ولو یعرفه۔ اور احادیث بھی بکثرت اس بارہ میں وارد ہیں لیکن خوف طوالت ترک نقل لازم آتی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حرره العبد الملتجى الى الله المدعو بمهر على شاه عفى عنه ربه بقلو خود از گولرہ



۲۸ غیر مسلم کی پکائی ہوئی چیز کھانے کے متعلق شرعی حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

بمخوَر جناب فیض مآب قدوة السالکین عمدة العارفين حائمتے دین متین شمس العلماء و رئیس الفضلاء اکمل الکملآ

مولانا مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ، و مغفرتہ، بعد آداب ماوجب التماس وگزارش آنکہ

مسئلہ

اشیاء خوردنی و آشامیدنی مثلاً پاپڑ، کپوڑ، مٹھائی، برنی، جلیب، حلوائی، چکال شربت دادام و دودغ و ججزات و شیر مطبخہ وغیرہ وغیرہ اشیا تر و خشک ساختہ پر داختہ اہل ہنود و عیسایاں و ہر آنکہ غیر اہل اسلام اند برائے اہل اسلام خوردن و آشامیدن، خرید کردن و ہدیہ ستانیدن از غیر الاسلام جائز است یا نہ بنیوا و توجروا۔

مکرر اینکہ در قرآن مجید و فرقان حمید آیہ شریفہ انما المشرکون نجس الخ وارد است بکدام نہج بنیہ استعمال گردانیم جواب مسئلہ مذکورہ بدلائل قویہ اعنی بالنص والحديث والاجماع و قیاس المجتہدین المتورعین باشد ارقام منسوخہ کترین رامنون فرمایند۔

منتظر باجواب فقیر محمد محبوب علی حنفی ساکن ڈھل ڈاک خانہ سمبر ہال تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

الجواب هو الصواب

کیفیت مسئلہ بنی نوع انسانی پس از تتبع و دریافت عقلا و نقل بیک نہج معلوم می شود۔ اما نقل پس بدیں وجہ کہ خالق آسمان و زمین و حضرت جہاں و جان آفرین ابناء آدم بہ تخلیق و تشریف و تکریم و تعلیم و حسن تقویم بطریق واحد مخاطب ساختہ۔ و ازدواج و تزوج با محصنت اہل کتاب و ذبائح وغیرہ آں حلال فرمودہ کما قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکیں ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحمًا ثم انشأناہ خلقًا آخر۔ خلق الانسان من علق۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ولقد کرّمنا بنی آدم۔ وعلّم الانسان ما لم یعلم۔ وطمعنا الذین اوتوا الكتاب حل لکم۔ والمحصنات من الذین اوتوا الكتاب من قبلکم۔

و نیز علماء کرام چیفسرین و چیہ محدثین و مجتہدین بطہارۃ ذوات و ابدان انسانی باتفاق و اجماع امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمۃ قائل گشتند و معنی نجاست کفرہ و مشرکین کہ از آیہ کریمہ انما المشرکون نجس فرمیدہ شود بوجہات شتی بیان فرمودند۔ کما قال العلامة ابو السعود تحت آیۃ انما المشرکون نجس۔ و صفوا بالمصدر وبالغۃ کانهم عین النجاسة او هم ذو نجاسة لخبث باطنهم۔ اولان معهم الشرك الذی هو بمنزلة

النجس۔ اولانہم لا یتطہرون ولا یغتسلون ولا یجتنبون النجاسات فہی ملابسة لہم۔ ودر بیضاوی
 است انما المشرکون لنجس باطنہم اولانہ یجب ان یجتنب عنہم کما یجتنب عن الانجاس اولانہم
 لا یتطہرون ولا یجتنبون عن النجاسات فہم ملابسون لها غالباً۔ ودر تفسیر ابن کثیر است :- واما
 نجاسة بدنه فالجمهور علی انه لیس بنجس البدن والذات لان الله تعالیٰ احل طعام اهل
 الکتاب۔ ودر تفسیر فتح البیان است۔ وذهب الجمهور من السلف والخلف ومنہم اهل المذاهب
 الاربعۃ الی ان الکافر لیس بنجس الذات لان الله سبحانه احل طعامہم وثبت عن النبی
 صلی الله علیہ وسلم فی ذلک من فعلہ وقولہ ما یفید عدم نجاسة ابدانہم فاکل فی آیتہم
 وشرب منها وتوضاء فیہا وانزلہم فی مسجدہ وهو الحق۔ وقد نقل الامام ابو جعفر محمد بن
 جریر فی کتابہ فاذا ثبت طہارة الآدمی مسلما کان او کافرا فعرقہ ولعابہ ودمعہ طہرات سواء
 کان محدثا وجنباً او حائضاً ونفساء وهذا حکمہ باجماع المسلمین۔ ودر ہدایہ است وسورہ الآدمی
 وما یوکل لحمہ طہر لان المختلط بہ اللعاب وقد تولد من لحم طہر ویدخل فی هذا الجواب
 الجنب والمحائض والکافر۔ وعرق کل شیء معتبر بسورہ۔ واما عقلا پس باین سبب کہ ایں ہمہ افراد
 نوع واحد اند۔ و حکم افراد نوع واحد باعتبار حلت و حرمت و طہارة و نجاستہ متحد باشد۔ چنانکہ ایں امر از نظائر
 احکام انواع ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم ظاہر و ہویدا است پس خلاصہ و ماہصل مذکورۃ الصدر آں است کہ انسان بذاتہ
 متحد و بنفسہ پاک و طہر است و نجاستیکہ بابدان انسانی بعوارض شئی مثل جنابتہ و حیض و نفاس وغیرہ عارض شود حکمی
 است نہ حقیقی۔ و نجس اشیا باختلاط و تخلیط خویش مقضی نجاست حقیقی است۔ لہذا مفہوم انما المشرکون
 بنجس محمول بر نجاست حکمی باشد و لیس۔

بنار علیہ اشیا خوردنی وغیرہ ساختہ اہل ہنود کہ مرؤجہ ایں دیار است بشرط طہارت یقینی و ظنی حلال و
 بشرط عدم طہارة یقینی و ظنی حرام و بوقت شک مکروہ لیکن ایں مختص باہل ہنود نیست مطبوع اہل اسلام ہم باین لحاظ
 ملحوظ است یعنی بشرط الطہارة طہر و حلال و بشرط عدم الطہارة نجس و حرام و بمعرض شک مکروہ و اللہ اعلم و علمہ اتم۔

العبد
 الملتجئ والمشتکی الی اللہ المدعو بہرنلی شاہ عفی عنہ از گولڑہ بقلم خود

ترجمہ استفتا

بعد آداب گذارش ہے کہ اشیا خوردنی مثلاً پاپڑ، پکوڑے، مٹھائی، برنی، جلیبی، حلوا اور دہی لسی وغیرہ
 اشیا تر و خشک جو ہندوؤں اور عیسائیوں کی تیار کردہ ہوں اہل اسلام کے لیے اُن کا کھانا پینا اور ہدیہ لینا، خریدنا
 جائز ہے یا نہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ مشرکین نجس ہیں۔ اس مسئلہ کا جواب قوی دلائل کتاب و سنت و اجماع
 اُمت اور متورع ارباب اجتہاد کے اقوال سے مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب هو الصواب

بنی نوع انسان کی کیفیت مسؤلہ پوری دریافت کے بعد عقلی اور نقلی لحاظ سے ایک ہی طریقہ پر معلوم ہوتی ہے۔ نقلی لحاظ سے تو اس لیے کہ خالق آسمان و زمین جل شانہ نے سب بنی آدم کو تشریف اور تکریم اور تعلیم احسن تقویم میں ایک ہی طرح پر مخاطب فرمایا ہے۔ اور اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح اور ان کی ذبیحہ کو حلال فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ سے ثابت ہے۔ نیز علمائے کرام محدثین مفسرین اور مجتہدین انسانی افراد کی ذات کے پاک ہونے پر متفق ہیں جیسا کہ اس پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے اور کفار اور مشرکین کے نجس ہونے کے مختلف توجیہات بیان کیے ہیں جیسا کہ آیات مذکورہ اور عبارات مسطورہ سے واضح ہے۔ اور عقلی لحاظ سے اس لیے کہ تمام افراد انسانی ایک نوع کے جزئیات ہیں۔ اور ایک نوع کا حکم حلت و حرمت میں اور طہارت اور نجاست میں مساوی اور برابر ہوتا ہے جیسا کہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانوروں میں اس حکم کی نظیر موجود ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ انسان بذاتہ پاک ہے۔ اور جو نجاست اس کے بدن کے ساتھ بوجہ بعض عوارض لگ جاتی ہے وہ حکمی ہے حقیقی نہیں۔ مسئلہ جنابت اور حیض و نفاس وغیرہ اور کسی چیز کا پلید ہونا ایسی چیز کے اختلاط سے ہوتا ہے جو نجس حقیقی ہو۔ لہذا مشرکین کے نجس ہونے کا مطلب ارشاد باری میں نجاست حکمی ہو گا نہ نجاست حقیقی۔ پس بنا بریں غیر مسلم ہندوؤں وغیرہ کی تیار شدہ چیزیں یقینی اور ظنی طہارت کے وقت پاک ہوں گی اور یقینی اور ظنی نجاست کی صورت میں حرام اور شک کی صورت میں مکروہ ہوں گی۔ اور یہ حکم ہندوؤں وغیرہ کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ اہل اسلام کی تیار شدہ چیزوں کے متعلق بھی یہی تفصیل ہے کہ یا حرام یا حلال یا مکروہ ہوں گی۔

(دستخط حضور قبلہ عالم)

۲۹۔ غیر مسلم کی پکائی ہوئی چیزوں کے متعلق ایک اور فتوے

استفتا

مرآۃ علوم شرعیہ مترجم اخبار نبویہ حضرت مخدومی مکرمی پیر مہر علی شاہ مدظلہم العالی علی رؤس المستفیدین بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ چند سوالات کے جواب سے ممنون فرماویں۔

اول — اہل ہنود کا طعام کھانا درست ہے یا نہ۔ کیونکہ اکثر لوگ کھاتے ہیں۔ اور بعض منع فرماتے ہیں اور بعض جائز۔ براہ کرم سنت کے ساتھ آپ مسئلہ کو خوب واضح کریں۔

۲۔ روزہ دار عورت کو حیض آئے تو وہ روزہ افطار کرے یا امساک رہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ بالکل امساک رہے اور روزہ قضا کرے۔

۳۔ بدایہ وغیرہ کتب فقہ میں جو لکھا ہے سو را لادھی طاہر۔ کیا یہ کافر اور مسلم دونوں کے متعلق ہے؟ حرام خورد

بھنگی کا جوٹھا کس طرح پاک ہوتا ہے بصرت کریں۔

۴۔ روٹی کو بھنگی کا خشک ہاتھ لگ جائے تو روٹی پلید ہو جاتی ہے یا نہ۔ بنا علیہ اگر مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور گوشت کو غیر مسلم مثل بھنگی تقسیم کرے تو اس کے ہاتھ لگنے سے گوشت پلید ہو جاتا ہے نہیں۔

۵۔ اُستاد کے عاق کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔

۶۔ اگر کوئی کافر شخص مسجد میں صاف بچھاوے اور اس کا الشمال ربا کا ہو تو صف کے متعلق کیا حکم ہے۔ بینوا بالتفصیل توجروا عند رب الجلیل۔

فاکسار عبد الغفور چک نمبر ۳۳۶ ضلع لائل پور تحصیل سمندری ڈاکخانہ برالہ متصل جہال گوڑیا۔

الجواب هو الصواب

جواب سوال اول و چہارم۔ جب تک کہ کوئی نجاست ظاہری یقیناً اعضاء ظاہرہ کافر پر نہ لگی ہو اس وقت تک اس کے ہاتھ سے کھانا پکوانا۔ پانی بھروانا۔ ماکولات تر مثل روغن زرد و شہد و گوشت وغیرہ منگنا تقسیم کرنا سب درست ہے۔ اس واسطے کہ نجاست کافر کی صرف اعتقادی ہے نہ نجاست ظاہری چنانچہ بحر الرائق میں مرقوم ہے۔ لما انزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم المشرکین فی المسجد و مکنہم من المبیات فیہ علی ما فی الصحیحین علوان المراد بقولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس النجاسة فی اعتقادہم اور خزینۃ الروایات میں ہے۔ لا بأس بعبادة اهل الذمۃ و حضور جنازہم و اکل طعامہم و المعاملة معہم۔ اور فتاویٰ حامدیہ میں ہے۔ والاطعمۃ التي يتخذها اهل الشرك ویتوہم فیہا اصابة النجاسة کل ذلک محکوم بطہارتہ حتی یتیقن بنجاستہا۔

جواب سوال دوم۔ روزہ دار عورت اگر اثناء یوم میں حائضہ ہو جائے تو بقیہ یوم اس پر امساک واجب ہے۔

لان الفطر قبیح شرعاً ترکہ واجب فالفطر ترکہ واجب (در مختار) والاصل فی ہذہ المسئلة

ان کل من وجب علیہ الصوم لوجود سبب الوجوب والاهلیۃ ثر تعذر علیہ المضی بان

افطر متعمداً او اصبح یوم الشک مفطراً ثر تبین انه من رمضان او تسحر علی ظن ان

الفجر لم یطلع ثر تبین طلوعہ فانہ یجب علیہ الامساک تشبہا کما فی البدائع فالمرأة التي

حاضت فی حالة الصوم فہی كذلك لانه وجب علیہا الصوم لوجود سبب الوجوب اعنی

الجزء الاول من یوم رمضان والاهلیۃ اعنی الاسلام والعقل والبلوغ والطہارة عن

الحیض والنفاس ثر تعذر علیہا المضی بان حاضت فیجب علیہا الامساک تشبہا۔

جواب سوال سوم۔ آدمی کا جوٹھا پاک ہے خواہ وہ آدمی مسلم ہو یا کافر بشرطیکہ نجاست ظاہری سے اس کا منہ

پاک و صاف ہو۔ چنانچہ بحر الرائق میں مرقوم ہے۔ سور الادمی طاهر لا فرق بین الجنب والطاهر والحائض

والنفساء والصغیر والکبیر والمسلم والکافر والذکر والانثی فان سور الکل طاهر و طہور من غیر کراہة۔

جواب سوال چہم۔ اُستاد کے عاق کے پیچھے نماز درست ہے۔ کیونکہ وہ بائیں گناہ اسلام سے خارج

نہیں ہو گیا ہے۔ اور جب اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ تو بحکم حدیث صلوا خلف کل برو فاجر اس کے پیچھے نماز درست ہوئی۔

جواب سوال ششم۔ کافر نے جو صف مسجد میں بچھائی ہے اُس پر نماز پڑھنا جائز و درست ہے۔ کیونکہ کافر کا کل مال حلال ہے خواہ ربا سے حاصل کیا ہو یا غیر ربا مثل تجارت وغیرہ سے پیدا کیا ہو۔

الع
الملتی الی اللہ المدعو بہ علی شاہ عفی عنہ بعتہم خود از گولڑہ

۳۔ مُردار جانوروں کی جلی ہوتی ہڈیوں سے صاف شدہ کھانڈ کے متعلق شرعی حکم

استفسار

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو قند و شکر کہ عظام سوختہ حیوانات ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم مخلوطہ عظام خنزیر کے ذریعہ صاف ہو کر باس طور تیار ہوئی ہو کہ عظام سوختہ کوئلہ شدہ کو سوراخ دار ظرف میں بھر کر گنے کا رس یا تیار شدہ قند کا شربت ظرف مذکور میں گزارا جائے اور بعد صفائی دیگ وغیرہ میں جوش دے کر قند و شکر تیار کی جائے جس سے قند و شکر نہایت ہی صاف و شفاف ہو جاتی ہے۔ اور ذائقہ و رنگ بڑھیں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا ہے پس ان مخلوط و غیر مخلوط شدہ ہڈیوں کے کوئلہ کے ذریعہ جو قند و شکر تیار ہوئی ہو اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔ بنیواؤ تو جروا۔

الجواب هو الصواب

واضح ہو کہ عظام حیوانات ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم سوائے خنزیر کے پاک و طاہر ہیں پس جن اشیاء میں کہ ان کی آمیزش واقع ہو خواہ قبل الاحراق یا بعد الاحراق وہ شئی بلا شک و شبہ پاک و طاہر ہے۔ چنانچہ شرح وقایہ میں ہے۔ و شعر المیتة و عظمها و حافرھا و قرنھا و شعر الانسان و عظمہ طاہر اور در المختار میں مرقوم ہے کہ و شعر المیتة غیر الخنزیر علی المذہب و عظمها و عصبها طاہر اور اگر بالفرض و التسلیم عظام خنزیر کے خلط کا بھی احتمال ہو تو وہ بھی قند و شکر پاک و طاہر ہے اس واسطے کہ بلانے کے بعد ماہیت اصلیہ کعظمیہ منقلب ہو جاتی ہے اور انقلاب ماہیت موجب انقلاب وصف ہوتا ہے پس خنزیر کی ہڈی جو قبل الاحراق متصف بصف نجاست تھی بعد الاحراق بوجہ انقلاب ماہیت و صف نجاست اُس سے منتفی ہو جائے گا اور حکم طہارت اس پر مرتب ہوگا جیسے انقلاب خنزیر بملح و قند بہرہ رما و خمر بہرہ خل یعنی سرکہ و نطفہ بہرہ مضع مزہل نجاست و موجب طہارت ہوتا ہے۔ چنانچہ در المختار میں ہے۔ لایکون نجساً ماد قذر و الا لزم نجاسة الخنزیر فی سائر الامصار و لا صلح کان حماراً او خنزیراً لالانقلاب العین بہ یفتی۔ اور فتح قدیر میں ہے۔ و کثیر

من المشائخ اختاروا قول محمد وهو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة وتنتفى الحقيقة بانتفاء بعض اجزاء مفهومها فكيف بالكل فان الملح غير العظم واللحم فاذا صار ملحاً ترتب حكم الملح ونظيره في الشرع النطفة بنحسة وتصدير علقه وهي بنحسة وتصير مضغاً فتطهر۔ والعصير طاهر فيصير خمراً فينجس ويصير خلا فتطهر فعرفنا ان استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها۔

الحاصل انقلاب حقیقت و استحالة میں سے شئی بالکل بدل جاتی ہے۔ اور اس کا حکم یک نخت متغیر ہو جاتا ہے جیسا کہ عبارات مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ علاوہ ازیں اور بہت سے نظائر ہیں جن سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بعد الاستحالة اصل شئی کا حکم بالکل اٹھ جاتا ہے مثلاً چاندی و سونا بعد الاحراق کشتہ ہو کر کچھ اور ہی چیز بن جاتی ہے اور وہ حکم حلت و حرمت پوشیدنی زیورات و استعمال ظروف وغیرہ جو اصل ماہیت فضہ و ذہب کے ساتھ ملحق تھا اس کا نام و نشان بھی اب باقی نہیں رہا۔ باوجودیکہ ان کا استحالة ناقضہ ہے کیونکہ یہ ترکیب کیمیائی اصل حقیقت کی طرف منقلب ہو جاتی ہے اور عظام سوختہ کا انقلاب تو اپنی ماہیت اصلی کی طرف بالکل ناممکن ہے۔ پس جو حکم نجاست کہ اس کی اصلی ماہیت کے شارع نے لگایا تھا اس کے ساتھ کیوں کر رہ سکتا ہے۔ بنا بر اعلیہ اب ان کی آمیزش قند و شکر کے ساتھ آمیزش طاہر بطاہر ہوگی جس میں ناپاکی کا احتمال بھی نہیں رہا ہے۔ فقط

العبد الملتجئ الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ بقلم خود از گولڑہ

۳۔ موزہ کے نیچے جراب وغیرہ کی صورت میں مسح کا شرعی حکم

استفتا

- ۱۔ در بارہ مسح علی الخفین رجل و بدل الرجل میں اتصال شرط ہے یا نہیں؟
- ۲۔ جو چیز کہ مابین الرجل و بدل الرجل کے حائل ہو اس کے لیے قابلیت بدلیت شرط ہے یا نہیں۔ مثلاً خف علی الخف کی صورت میں خف اول تابع رجل اور خف ثانی بدل الرجل قرار پا کر خف ثانی پر مسح جائز ہو جاتا ہے۔ پس اگر فاصل میں بدل الرجل ہونے کی قابلیت نہ ہو جیسے سوتی یا ریشمی جرابیں تو اس صورت میں یہ فاصل تابع رجل ہو کر موجب جواز مسح علی الخف ہوگا یا نہیں؟ بینوا و تو جروا۔

الجواب هو الصواب

- ۱۔ در بارہ جواز مسح علی الخفین، رجل و بدل الرجل میں اتصال حقیقی شرط نہیں ہے۔ ورنہ مسح علی الخفین و الخفین علی الخفین عدم اتصال حقیقی کی وجہ سے جائز نہ ہوتا حالانکہ جائز ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اتصال حقیقی ضروری نہیں ہے۔ حکمی اتصال بدل الرجل مسح علی الخفین کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ عبارات فقہار سے بخوبی

ظاہر ہو جائے گا۔

۲۔ رجل و بدل الرجل کے درمیان جو چیز حائل و فاصل ہو اس کا قابل جواز مسح ہونا ضروری و لازمی نہیں ہے۔ محض بدل الرجل میں قابلیت جواز مسح ہونا چاہیے۔ حائل میں قابلیت ہو یا نہ ہو۔ بناہ علیہ بدل الرجل قابل المسح کے نیچے اگر جبراً میں غیر قابل المسح پہنی جائیں تو یہ جبراً میں مانع جواز مسح نہ ہوں گی اس واسطے کہ جب حائل قابل المسح تابع رجل ہو جاتا ہے اور جواز مسح کا مانع نہیں ہوتا ہے تو حائل غیر قابل المسح بدرجہ اولیٰ تابع رجل ہوگا۔ اور جواز مسح علی الخف کا مانع نہ ہوگا۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے۔ وکذا الخف فوق اللفافة يدل عليه ما في غاية البيان من ان ما جاز المسح عليه اذ لم يكن بينه وبين الرجل حائل جاز المسح عليه اذا كان بينهما حائل كخف اذا كان تحتة خف اولفافة فهذا صريح في ان اللفافة على الرجل لا تمنع المسح على الخف فوقها۔ ووقع في شرح ابن الملك عن الكافي انه لو لم يكن خفان صالحين للمسح لخرقهما يجوز المسح على الجرموقين اتفاقاً اور منحة الخاق میں ہے۔ قال العلامة ابراهيم الحلبي شارح المنية ثم تعليل ائمتنا ههنا بان الجرموقين بدل عن الرجل۔ يعلم منه جواز المسح على خف لبس فوق مخيط من كرباس او جوخ او نحوهما مما لا يجوز عليه المسح لان الجرموق اذا كان بدلا عن الرجل وجعل الخف مع جواز المسح عليه في حكم العدم فلان يكون الخف بدلا عن الرجل ويجعل ما لا يجوز المسح عليه في حكم العدم اولیٰ كما في اللفافة۔ وفي الدرر شرح الغرر ولا يلتفت الى ما نقل في شرح المجمع عن فتاوى الشاذلی۔ انه لا يجوز الا ان يقطع ذلك الملبوس تحت الخف لانه نقل عن رجل مجهول فهو بعيد عن الفقه خارج عن الاصول لان قطعه ان كان ليصير كالخف المخروق في عدم جواز المسح عليه فهو بمنزلة بدون خرق لانه لا يجوز المسح عليه وان كان لاجل ان يتصل جزء من الرجل بالخف فهو ليس بشرط والا لما جاز المسح على الجرموق ونحوه مع حيلولة الخف فانه اشد منعا للاتصال بالرجل۔ خلاصہ یہ کہ جواز مسح علی الخفین کے لیے نہ اتصال الرجل بالبدل شرط ہے اور نہ فاصل و حائل کا قابل المسح ہونا ضروری ہے محض بدل الرجل میں قابلیت جواز مسح ہونا چاہیے تابع الرجل خواہ قابل المسح ہو جیسے خف علی الخف و جرموق علی الخف کی صورت میں۔ یا قابل المسح نہ ہو جیسے خف علی اللفافة و المخیط کی حالت میں پس ان دونوں صورتوں میں بدل الرجل پر مسح بالاتفاق جائز ہوگا۔ اور حائل بلا لحاظ قابلیت مسح و غیر قابلیت مسح تابع رجل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب وعنده أم الكتاب

العند

الملتقى الى اللہ المدعو بہ علی شاہ عفی عنہ ربہ بقلم خود از گولڑہ

۳۲۔ غلام نبی، غلام رسول وغیرہما کے حجاز کی دلیل

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غلام نبی و غلام رسول و غلام علی وغیرہ کسی کا نام رکھنا درست ہے یا نہیں۔ بنیواؤ تو حروا

الجواب هو الصواب

غلام نبی و غلام رسول وغیرہ نام رکھنا شرعاً جائز و درست ہے۔ اگر کلام ہے تو عبد النبی وغیرہ میں ہے اس کا بھی نیت پر دار و مدار ہے چنانچہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں اجازت آئی ہے۔ مسلم و بخاری میں یہ حدیث موجود ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقولن احدکم عبدی و امتی کلکم عباد اللہ وکل نسائکم اماء اللہ و لکن لیقل غلامی و جاریتی و فتای و فتاتی۔ (مسلم) لا یقل احدکم عبدی و امتی لیقل فتای و غلامی (بخاری) علاوہ ازیں اگر واضح ام غلام بمعنی عبد وضع کرے اور لوگ بمعنی فرزند وغیرہ تلفظ استعمال کریں تو کوئی قباحت نہیں۔ لکل امرء ما نوی۔ واللہ اعلم۔

حرره العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ

۳۳۔ بازاری عورتوں کے جنازہ کے متعلق حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زانیہ بازاری عورتیں جن کا پیشہ بدکاری ہے ان کی نماز جنازہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب هو الصواب

مسئلہ شرعی تو یہ ہے کہ اگر میت بحالت اسلام فوت ہو ہے تو باستثنائے چند مفسداں مثل بعناۃ و قطاع الطرق وغیرہ نماز جنازہ ادا کرنی جائز ہے۔ کیونکہ ارتکاب فسق و فجور علانیہ سے انسان خارج از اسلام نہیں ہو جاتا ہے تا وقتیکہ مستحل نہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص فسق و فجور کو حلال جان کر نہیں کرتا محض خواہش نفسانی و شامت اعمال کی بدولت مبتلا ہوتا ہے۔ اور جب خارج عن الاسلام نہ ہو تو غایتہ مافی الباب گنہگار

مُسلم باقی رہا۔ اور مُسلم گنہگار کی نمازِ جنازہ درست ہے تو ان زانیہ و پیشہ وروں کی نمازِ جنازہ بھی عند الشرح جائز ہوگی۔ کیونکہ یہ بھی کلمہ گو مسلمان ہیں۔ رجم وغیرہ کی صورت میں جو شخص قتل کیا جائے آخر اس کی نمازِ جنازہ بھی درست ہے۔ ومن قتل بحق بسلاح وغیرہ کما فی القود والرجم یغسل ویصلی علیہ ویصنع بہ ما یصنع بالموتی اس پر شاہد ہے۔ ہاں اگر تنبیہا و اہانتہ ایسے اشخاص کے جنازہ میں شریک نہ ہوں جیسے قاتل اعدا ابویں کے جنازہ کی شرکت ناروا ہے تو مضائقہ نہیں اور چاہئے یہی کہ ایسے اشخاص یعنی مُغفلین بالفسق و فجور کے جنازہ میں علی العموم مسلمان شریک نہ ہوں کہ غیرتِ اسلامی اسی کی مقتضی ہے۔ ہاں محض فارغ الذمہ ہونے کے لحاظ سے بظاہر طوعاً و کرہاً خفیہ طور سے نمازِ جنازہ کوئی شخص پڑھاوے۔ اور تنبیہا و اہانتہ ترکِ صلوٰۃ علی المسلم جائز ہے۔ جیسا کہ ترکِ صلوٰۃ علی البغاة و قطاع الطرق اسی قبیل سے ہے پُچنا پُچھنی میں تحت قول کترم قوم ہے لا یصلی علیہما اھانۃ لھما وقال الشافعی یصلی علیہما لانہ مسلم قتل بحق فصار کالمرجوم ولنا ان علیارضی اللہ تعالیٰ عنہ لو یغسل الخوارج ولو یصل علیہم فقیل لھم کفار فقال لا ولکنھم اخواننا بغوا علینا اشار بہذا الی ان ترک الغسل والصلوٰۃ عقوبۃ لھم لیکون زجراً لھم۔ اور مسلم معترف بالذنب کی اداۃ نمازِ جنازہ کے لیے آیتِ کریمہ وصل علیہم ان صلواتک سکن لھم کافی وافی ہے اور کسی امر کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ اعلم وعلما تم۔

العبد
الملتجی الی اللہ المدعو بہ محمد علی شاہ عفی عنہ

۳۴۔ نمازِ جنازہ کی تجبیرات کی تعداد کے متعلق تحقیق

جناب عالی پس از تسلیم معروض خدمت اقدس ہے کہ بندہ نے اکثر کتب اہل سنت جماعت میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تجبیروں سے چار تجبیروں تک نمازِ جنازہ پڑھائی ہے۔ اور آٹھ تجبیروں وغیرہ کی کوئی مانعت نہیں فرمائی ہے۔ اخیر وقت میں چونکہ چار تجبیروں سے جنازہ پڑھایا ہے۔ اس واسطے آج کل تمام اہل سنت و الجماعت چار تجبیروں کو جائز سمجھتے ہیں اور چھ سات آٹھ کو ناجائز جانتے ہیں۔ جو امر جناب کے نزدیک محقق ہو اُس سے بندہ کو بجا الہ کتب مطلع فرمائیں۔ زیادہ والتسلیم۔ رقیہ نیاز علی شاہ شمس آبادی

الجواب هو الصواب

بے شک اوائل اسلام میں تجبیرات جنازہ کا التزام ایک حالت پر نہیں تھا۔ خود سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والصلوٰۃ سے تجبیرات جنازہ کا وقوع قبل از واقعہ نمازِ جنازہ نجاشی مختلف طور پر پایا جاتا ہے و بعد ازاں تائید حیات ثبات باریج تجبیرات ثابت ہوتا ہے۔ پس یہی حدیث متضمنہ واقعہ نجاشی ناسخ احادیث ماقبل قرار پائی ہے۔ اور اسی پر اجماع صحابہ کرام منعقد ہوا ہے۔ اب اس کی مخالفت میں غرق اجماع لازم آئے گا جو موجب گناہ و محییت

ہے۔ کیونکہ بعد النسخ اکثر منسوخ منہی عنہ کے درجہ میں ہو جاتا ہے۔ وارتکاب منہی عنہ بالاتفاق معصیت ہے لہذا فیہما نحن فیہ میں بھی تکبیرات اربعہ سے زائد کا ارتکاب جائز نہ ہوگا۔ اسی واسطے فقہاء کرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ولو کبر الامام خمساً لیرتبعہ الموت لانه منسوخ۔ اور فتح القدیر میں ہے۔ روى محمد بن الحسن اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم النخعی ان الناس كانوا یصلون عن الجنائزہ خمساً وستاً واربعا حتی قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم کبروا کذا لک فی ولایة ابی بکر الصدیق ثم ولی عمر بن الخطاب ففعلوا ذلک فقال عمر انکم معشر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم متی تختلفون تختلف الناس بعضکم والناس حدیث عهد بالجاهلیة فاجمعوا علی شئی یجمع علیہ من بعدکم فاجمع رای اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ینظروا آخر جنازہ کبر علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی قبض فیأخذون بہ ویرفضون ما سواہ فنظروا فوجدوا آخر جنازہ کبر علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعاً وروی الحاكم عن ابن عباس قال آخر ما کبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنائزہ اربع تکبیرات وکبر عمر علی ابی بکر اربعاً وکبر ابن عمر علی عمر اربعاً وکبر الحسن بن علی علی علی اربعاً وکبر الحسين علی الحسن اربعاً وکبرت الملائکة علی آدم اربعاً۔ سکت علیہ المحاکمہ ثبوت مسئلہ کے لیے تو اسی قدر کافی ہے۔ اگر زیادہ تحقیق منظور ہے تو مطولات کتب فقہ خصوصاً فتح القدیر کا مطالعہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حرره العبد الملتجی الی اللہ المدعو بہر علی شاہ عفی عنہ ربہ از گولڑہ

۳۵۔ جمعہ درقے کے جواز کا مسئلہ

استفتاء

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں جمعہ درست ہے یا نہیں؟ بتینوا و توجروا۔

الجواب هو الصواب

گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ و خلفاء عظام و صحابہ کرام کے وقت میں شہر و قباہت و قببات کے سوا جمعہ قائم نہیں ہوا ہے۔ فلہذا استدلال ابو حنیفہؒ بما رواہ عبد الرزاق عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لا جمعة الا فی مصر جامع و کذا رواہ ابن شیبہ من طریق حجاج الخ و روی ایضاً بسند

لے قباہت شہرہ مقامات جو شہروں کے منافع کے لیے ہوتے ہیں جیسے ایشیشن، نیزہ بازی کی جگہ، قبرستان وغیرہ ۱۲ فیض حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جمعہ تکبیرات تشریحی بصر جامع کے بغیر نہیں۔

صحیح حد ثنا جریور عن منصور الخ۔ اور جو لوگ قیام جمعہ بجوانی سے گاؤں میں جمعہ درست ہونے کی سند لاتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ اس واسطے کہ پہلے ہی امر قابل تسلیم نہیں کہ جوانی قریہ ہے۔ کیونکہ محققین نے مدینہ یعنی شہر بیان کیا ہے۔ اور بشرط تسلیم اس کا ثبوت کہاں سے ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام بجوانی کی خبر ہوئی اور آپ نے اس کو قائم رکھا۔ اس لیے کہ حدیث اس سے ساکت ہے و نیز باوجود تعمیم آیتہ کریمہ فاسعوا الی ذکر اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بعض اماکن میں قیام جمعہ کا اختصاص فرمانا فرمیت حدیث کی دلیل ہے۔ کیونکہ خلاف قیاس قول صحابی کا وقوع ممکن نہیں مگر بوقت سماع حدیث سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔ علاوہ ازیں یہ آیتہ کریمہ اپنے عموم پر تو بالاتفاق باقی نہیں ہے اس واسطے کہ کوئی شخص اقامت جمعہ فی البراری والصحرا کا قائل نہیں ہے۔ پس جب آیتہ کریمہ اپنے اطلاق پر باقی نہ رہی تو ضرور خصوصیت مکان اقامت جمعہ کے لیے ضروری ہوئی۔ وهو المراد۔

البعث الملحق الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ اللہ

یہ مسئلہ دوبارہ کسی پیر بھائی کی طرف سے آپ کی خدمت میں تحریر کیے جانے پر قبلہ عالم نے یہ جواب بدست خود تحریر فرمایا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں حنفی المذہب ہوں جس کی رُو سے جمعہ قری میں پڑھنا جائز نہیں۔ امصار میں بھی حکومت نصارے میں احتیاطی پیشیں پڑھتا ہوں۔ یعنی جمعہ فرض کر کے پڑھا جاوے اور بعد ازاں ظہر بھی احتیاطاً۔ میری نسبت الزام مندرجہ بالا تحریر کا منشاء بغیر از نا فہمی یا عمدہ افتراء کے اور کچھ نہیں۔ سیال شریف میں بعد ہمارے حضرت اعلیٰ خواجہ محمد شمس الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ مکہ معظمہ زادہ اللہ شرفاً میں جناب فخر العکابر مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر مکی نے بعد استفسار مسئلہ ہذا ازیں بے ہیچ جواباً میری اس رائے مسطورہ بالا سے اپنی رائے کا اتفاق ظاہر فرمایا تھا۔ ہذا ما عندی والاعلم عند اللہ۔ مسئلہ ہذا کی مالہا و ما علیہا بالمشاورۃ عرض کی جا سکتی ہے۔ زیادہ تحریر کی فرصت نہیں۔

البعث الملحق الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربه بستم خود از گورٹہ



۳۶۔ اسی مسئلہ پر حضرت قبلہ عالم کی ایک اور تحشیر

قدوة العارفين وزبدة المحققين جناب حضرت مولانا و مرشدنا دام اللہ فیوضاً قسم
آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے کہ ہم ایک قریہ میں نماز جمعہ کی فرض ادا کرتے ہیں۔ باعنت و جہان شروط ادا
کے مطابق ان روایات فقہیہ کے جو ذیل میں درج ہیں آیا ہم سب ادا جمعہ کے مقلد ہیں یا نہ۔ بینوالمیین الصواب
وتوجروا عند اللہ فی یوم المآب۔ قد وقع الاختلاف فی الشرطین احدیہما السلطان ان امکن
وان لو یمنکن فالواجب علیہم نصب امام الجمعة کما فی الشامی شرطیة وجود السلطان
یسقط عند الضرورة فاذا المریکن خلیفة ولا امیر واجتمعت العامة علی تقدیم رجل للخطبة
والامامة جاز (عصام) قال القہستانی فی جامع الرموز ان شرطیة السلطان اذا امکن استیذانہ
والا فالسلطان لیس بشرط فلو اجتمعوا علی رجل وصلوا جاز کما فی الجلالی وغیرہ۔ انتهى
(جامع الرموز) وقال فی الدر المختار (نصب العامة) الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکرہ
امام عدمہم فیجوز للضرورة وفي المحيط ہذا الشرط یسقط عند الضرورة فاذا المریکن خلیفة
ولا امیر اجتمعت العامة علی تقدیم رجل للخطبة والامامة جاز۔ اور یہی مفاد ہے فتح القدر و
بحر الرائق وعالمگیری ورد المحتار ومعراج الدراية وغیرہ جن کی تعداد تین کتاب تک ہے۔ وثانیہا المصر وهو
کل موضع له امیر وقاضی ینفذ الاحکام ویقیم الحد ود قال الطحاوی فی حواشی مراقی الفلاح
بجیباعن تزئیف صدر الشریعة قوله ینفذ الاحکام ویقیم الحد ود والمراد بها القدرة علی ذلك
کما صرح به فی التحفة عن الامام وقال العلامة نوح افندی دفع الظلم عن المظلومین
لیس بشرط فی تحقق المصریة بل الشرط فی تحققها القدرة علی الدفع وما یدل علی عدم
اشتراط الدفع بالفعل ان جماعة من الصحابة صلوا خلف الحجاج وهو اظلم خلق اللہ تعالیٰ
ولو کان الاخلال بتنفيذ الاحکام محلاً لیکون البلاد مصرراً علی الذی هو ظاهر الروایة للزم
ان لا تصح الجمعة فی بلدة من بلاد الاسلام فی ہذا الزمان بل فی ما قبلہ من الزمان فتعین
کون المراد الاقترار علی تنفيذ الاحکام (رد المحتار) اذا علمت ہذا فاعلم اذا تسلط الکفار علی بلدة
من بلاد المسلمین فلا یجوز للمسلمین ترک الجمعة والاعیاد لفقدان القاضی والامیر الذین
یقدران علی تنفيذ الاحکام واقامة الحد ود بل یجب علیہم ان یتفقوا علی رجل منهم یقیم بہم
الجمعة والاعیاد وهذا الرجل الذی اتفقوا علیہ لیکون فی حکم القاضی فی الدر المختار۔ لو فقد وال
بغلبة الکفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام الجمعة (فتح) وفي البزازیة اما البلاد التي
علیها ولاہ کفار فیجوز فیہا ایضاً اقامة الجمعة والاعیاد والقاضی قاضی بتراضی المسلمین۔ انتهى
ہكذا فی الفتح والبحر والتاریخانیہ ومعراج الدراية ومجمع الفتاویٰ والفتاویٰ الہندیہ والفتاویٰ
والبزازیہ وخزانة الروایات والفصول العبادی وغیر ذلك من کتب الفقہ فعلی ہذاہ الروایات

كل موضع اجتمع المسلمون على رجل يصلى بهم فهو قاض والموضع مصر وبهذ المعنى لا توجد بلدة ولا قرية صغيرة ولا كبيرة الا وتصح فيها اقامة الجمعة فان الرجل المنسوب من جهة عامة المسلمين في مسجد من المساجد الذي هو في حكم القاضي حسب هذه الرواية بتراضى المسلمين على ذلك الرجل ليس بمفقود في البلاد ولا في القرى في ديارنا الا ما شاء الله فالوضع الذي فيه امام منصوب من جهة العامة مصر يجوز فيها الجمعة كما يفهم من شيخ الاسلام وعبارته هكذا ان كان بين المصر وبين القرى مسافة الفرسخ فهم مخيروا في ان ياتوا الى المصر لادائها وبين ان يصلوا في مواضعهم كما في الفتاوى الظهيرية (شيخ الاسلام) وفيه ايضا ان القرية الكبيرة في حكم المصر وهي التي ما فوق ثلثين بيتا فتوى جلالى - فقط - محمد صفى اللذازى برباله

هو المصوب

جناب مولوى محمد صفى اللذازى صاحب آپ کا فتویٰ دربارہ اقامتہ الجمعہ فی القرى میں نے دیکھا۔ اس میں جو روایات فقہ آپ نے نقل فرمائی ہیں۔ ان میں سے پہلی روایتوں کا مفاد تو صرف اس قدر ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے شرطیہ سلطان بوقت امکان استیذان سلطان ہے۔ والا وجود سلطان شرط نہیں۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو چاہیے کہ خطبہ امامت کے لیے کسی لائق شخص کو سلطان کا قائم مقام تجویز کریں۔ اور روایات ثانیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تحقق مصرتہ کے لیے حاکم میں اقدار علی تنفیذ الاحکام ہونا چاہیے۔ بالفعل تنفیذ احکام ضروری نہیں۔ و نیز جن شہروں پر ولایت کفار کا غلبہ ہو گیا ہو وہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اقامت جمعہ و اعیاد کے لیے کسی عالم کو اپنا والی و قاضی مقرر کر کے جمعہ وغیرہ ادا کریں۔ پس میں ان روایات فقہیہ کو بسرو چشم بہت خوشی کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں۔ مگر اس پر جو آپ نے تفریح فرمائی ہے کہ فعلی ہذا الروایات کل موضع اجتمع فیہ المسلمون علی رجل یصلی بهم فهو قاض والموضع مصر وبهذ المعنى لا توجد بلدة ولا قرية صغيرة ولا كبيرة الا وتصح فيها اقامة الجمعة۔ یہ قابل تسلیم نہیں ہے۔ اس واسطے کہ تعریف مصر میں موضع سے مراد موضع خاص ہے جس کو بلدہ و مدینہ و قریہ کبیرہ و قصبہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے نہ موضع عام کہ آبادی و غیر آبادی کو بھی شامل ہو کما لا ینحی۔ پس جب کہ تعریف مصر میں موضع سے موضع خاص مراد ہو تو پھر اس خاص پر آپ کی تفریح عام کا ترتیب کس طرح متصور ہو سکتا ہے و نیز آپ کی دوسری تفریح کہ فالوضع الذی لو ینصب فیہ امام من جهة المسلمين قرية لا تجوز فیہا الجمعة الا بعد النصب والتقرر والتراضی۔ والموضع الذی فیہ امام منصوب من جهة العامة مصر تجوز فیہا الجمعة بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ہر موضع و مقام میں امام مقرر کرنے سے تحقق مصرتہ نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اور نہ عدم تنصیب امام کی وجہ سے مصر قریہ بن جاتا ہے۔

لہ فکل قرية لو ینصب فیہا امام من جهة المسلمين لا تجوز فیہا الجمعة الا بعد النصب والتقرر والتراضی ۱۲

اور عبارتہ شیخ الاسلام ان بین المصر والقری مسافة فرسخ فہم مخیرون فی ان یاتوا الی المصر
لادانہا و بین ان یصلوا فی مواضعہم کا صرف اس قدر مطلب ہے کہ اہل قرنیٰ مخیر ہیں خواہ مصر میں آکر جمعہ
ادا کریں یا اپنی جگہ پر ظہر پڑھ لیا کریں۔ و ایضا تعریف قریۃ کبیرہ بعبارۃ شیخ الاسلام ان القریۃ الکبیرۃ فی
حکم المصر وہی التي ما فوق ثلثین بیتاً خلاف تصریحات فقہاء و محدثین ہے خواہ آپ کریں یا شیخ الاسلام
اس واسطے کہ قریہ کبیرہ تو آپ کے نزدیک بھی حکم مصر کے ہے۔ اور مصر کے ابنیہ کا اندازہ تو صاحب بحر نے منیٰ کے
ساتھ فرمایا ہے۔ اور علامہ ابن حجر وغیرہ شراح بخاری شریف نے جدہ کے مثل بتلایا ہے۔ چنانچہ بحر میں مرقوم ہے
اسقط فی الظہیریۃ الامیر۔ فقال المصر فی ظاہر الروایۃ ان ینکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود
وینفذ الاحکام وبلغت ابنیتہا ابنیۃ منیٰ۔ اور علامہ ابن حجر فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں۔ وزاد عبدالرزق
فی هذا الاثر عن ابی جریج ایضا قلت لعطاء مال القریۃ الجامع قال ذات الجماعۃ والامیر والقاضی
والدور الجمعۃ الاخذ بعضها ببعض مثل جدۃ۔ پس کیا آپ کے نزدیک جدہ اور منیٰ کی عمارتوں کی
تعداد تیس تیس ہی تک ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کا مدعا عام یعنی اقامت جمعہ فی جمیع الامکنہ ہے اور روایات فقہیہ جو
بطور دلیل اپنے ثبوت مدعا کے لیے آپ نے نقل فرمائی ہیں۔ وہ مثبت اقامت جمعہ بہ محل خاص یعنی مصر کے ہیں۔
اور ثبوت مدعا عام بدلیل خاص کا بطلان اظہر من الشمس ہے جس کے تسلیم کرنے سے آپ کو بھی گریز ممکن نہیں پس ان
روایات فقہیہ سے آپ کے مدعا عام اقامت جمعہ فی جمیع الامکنہ کا ثبوت بالکل ناممکن ہے۔ ہاں خواہ مخواہ ایجاد بندہ
گرچہ باشد گندہ کا پیر و ہو کر محض لفظ موضع سے بلا ربط و مناسبت کلام اقامت جمعہ فی جمیع الامکنہ کا استدلال پکڑنا
اہل ظواہر سے تو ممکن ہے مگر درحقیقت انصاف کے بالکل خلاف اور شان علم سے سراسر بعید ہے۔ اور تعامل نبویؐ
خلفاء اربعہ و صحابہ و ائمہ کے سراسر مخالف ہے۔ جناب من آپ کے رفع شکوک کے لیے اس اجمال کی قدسے
تفصیل بیان کرتا ہوں اور مختصر طور پر بقدر ضرورت مسئلہ اقامت جمعہ کی وضاحت کیے دیتا ہوں۔ اس کو بنظر انصاف
ملاحظہ فرمائیے گا۔ اور حضرات احناف کی نسبت جو بے جا قیود دربارہ اقامت جمعہ کا خدشہ آپ کے مرکز خاطر ہو رہا
ہے اس کو دور کیجئے گا۔ وہی ہذہ۔ واضح ہو کہ صلوٰۃ جمعہ کیف بکیفیات مخصوصہ و خصوصیات خاصہ ہے صلوٰۃ
خمسہ کی طرح ہر جگہ و ہر مکلف پر اس کا ادا کرنا واجب و ضروری نہیں۔ جس طرح ہر فرد اہل یان اسلام پر اس کا وجوب
نہیں ہے۔ اسی طرح ہر مکنہ میں بھی اس کی اقامت درست نہیں ہے۔ اس واسطے کہ آیہ فرضیت جمعہ میں کوئی
لفظ عموم محل پر دال نہیں۔ بلکہ تخصیص و تعمیم مکانی دونوں سے آیہ فرضیت ساکت محض ہے۔ اس آیت کو عموم امکانہ
پر حجت و دلیل فرمانا مجتہدین زمانہ حال ہی کا کمال ہے۔ باقی عدم ذکر تخصیص مکانی کو عموم امکانہ پر دال بنانا بعینہ ایسا
ہے جیسے کوئی عدم ذکر تعمیم کی وجہ سے آیہ فرضیت جمعہ کو تخصیص محل کے لیے حجت بنانے لگے۔ اور عدم عموم افرادی کی
نسبت فقہاء کرام و محدثین اہل ظواہر سب قائل ہیں۔ کیونکہ احادیث میں خود استثناء موجود ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ خمسۃ لاجمعة علیہا المرأۃ و المسافر و العبد و الصبی و اهل البادیۃ
اور ابو داؤد میں مروی ہے۔ الجمعة حق و واجب علی کل مسلمونی جماعۃ الاربعۃ عبد مملوک
او امرأۃ او صبی او مریض۔ اور حجۃ اللہ البالغین شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ لماروی من

طریق شتی یقوی بعضها بعضاً خمسة لاجمعة علیہم وعد منهم اهل البادية۔ اس کے علاوہ اور تخصیصات کے بھی محدثین قائل ہیں۔ باوجودیکہ بپاس مذہب خود جو اقامت جمعہ فی القریٰ کے بھی ماننے والے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مخلص میں تحریر فرماتے ہیں :-

وقال ابن المنذر لو اختلف الناس فی ان الجمعة لو تكن تصلى فی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی عهد الخلفاء الراشدين الا فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی تعطيل الناس مساجدهم یوم الجمعة واجتماعهم فی مسجد واحد ابین البیان بان الجمعة خلاف سائر الصلوة وانها لا تصلى الا فی مکان واحد۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ البالغین میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقد تلقت الامة تلقیاً معنوياً من تلقی لفظه انه يشترط فی الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وكان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائه رضی اللہ تعالیٰ عنہم والائمة المجتهدون رحمہم اللہ یجمعون فی البلدان ولا یواخذون اهل البدو بل ولا یقام فی عهدہم فی البدو وفہم وامن ذالك قرناً بعد قرن وعصر بعد عصر انه يشترط لها الجماعة والتمدن اقول و ذالك لانه لما كان حقيقة الجمعة اشاعة الدين فی البلد وجب ان ينظر الی تمدن وجماعة۔ ان روایات مذکورہ بالا سے اتنا تو بخوبی ظاہر ہو گیا کہ صلوة جمعہ کی کیفیت صلوة خمسہ کی طرح نہیں۔ اور نہ آیت فرضیت جمعہ اپنے عموم افردی پر ہے۔ اور تعمیم تخصیص مکانی سے تو خود ہی ساکت ہے۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بہت سے احکام و اخبار ظاہر عام معلوم ہوتے ہیں۔ مگر دراصل ان کے مامور و مخبر بہ خاص ہوتے ہیں۔ مثلاً آیت ان الذین کفروا سوء علیہم انذرتہم امر لہم تنذرہم لا یؤمنون میں بلحاظ لفظ موصول خبر عام ہے۔ مصرین وغیر مصرین علی الکفر دونوں کو شامل معلوم ہوتی ہے۔ مگر حقیقت میں مخبر بہ اس کا خاص ہے اور اول ہی سے معدود ہے چند افراد مثل ابولہب ابوجہل وغیرہ اس سے مراد ہیں۔ ورنہ آیت مذکورہ خلاف واقعہ ہو جائے گی۔ اور کلام الہی میں کذب لازم آئے گا۔ اس واسطے کہ ہزاروں کافر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ احکام کے بدولت مسلمان ہوتے پس لامحالہ اس خبر کے مخبر بہ مصرین علی الکفر ہی لینا پڑیں گے۔ اور غیر مصرین علی الکفر پہلے ہی سے خارج سمجھے جائیں گے اسی طرح آیت فرضیت جمعہ اور دیگر عموماً و اطلاقاً و واردہ احادیث کو جو دربارہ حکم جمعہ وارد ہوتی ہیں۔ ان کو اول ہی سے مخصوص تسلیم کیا جائے گا۔ اور ان عموماً و اطلاقاً نصوص کے مخاطب و مکلف وہی حضرات تصور کیے جائیں گے جو بارشاد و تعامل حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص بفرضیت جمعہ ہو چکے تھے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ جیسے آیت اولیٰ میں مخبر بہ خاص تھے۔ ویسے ہی نصوص جمعہ میں مکلف و مامور خاص ہیں۔ ورنہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و تعامل آنحضرت و جملہ اصحابہ کے سرسری مخالفت لازم آئے گی۔ اس واسطے کہ روایات صحیحہ معتبرہ و اقوال و مسلمات علماء امت سے یہ امر پوری طرح مسلم و محقق ہو چکا ہے کہ فرضیت نماز جمعہ کی مکہ معظمہ میں بذریعہ وحی قبل ہجرت نبوی ہو چکی تھی مگر غلبہ کفار کی وجہ سے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں اقامت جمعہ کی قدرت حاصل نہ تھی۔ بدین وجہ اقامت جمعہ سے معذور رہے۔ مگر ہالیان مدینہ طیبہ کو اقامت جمعہ کا حکم فرمایا۔ اور حسب الحکم مدینہ منورہ میں تا مقدم حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم برابر جمعہ جاری رہا۔ بعد ازاں حضور نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اول آپ کا نزول قبا۔

میں پیر کے روز نہوا۔ اور بروایت بخاری شریف چودہ روز قبائرمیں آپ کا قیام رہا۔ ان ایام میں دو جمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبائرمیں پیش آئے مگر آپ نے قبائرمیں اقامت جمعہ نہ فرمائی۔ اور نہ اہل قبائرمیں اقامت جمعہ کا حکم دیا۔ اور نہ اس پر سرزنش کی کہ مدینہ منورہ میں برابر جمعہ ہوتا ہے تم نے اب تک کیوں جمعہ قائم نہیں کیا ہے حالانکہ قبائرمیں عموماً نمازوں میں کثرت مسلمان موجود تھے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے۔ پھر بھی اہالیان قبائرمیں عموماً نمازوں کے لیے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم اس بارہ میں نہ فرمایا۔ ہاں یہ لوگ نوبت نوبت ادائے جمعہ کے لیے آیا کرتے تھے۔ چنانچہ احادیث میں مروی ہے :-

۱۔ کان الناس يتنادون الجمعة من منازلهم ومن العوالي۔

۲۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع اهل العوالي في مسجد يوم الجمعة۔

۳۔ ان اهل القباء كانوا يجتمعون مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة۔ پس اس سے

اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اگر قبائرمیں اور دیگر عوالی و منازل محل اقامت جمعہ ہوتے اور وہاں کے باشندوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہوتا تو ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقامت جمعہ کا حکم فرماتے۔ (بصورت اول) اور سب کو حکم کرتے کہ یہاں مدینہ منورہ میں آکر جمعہ ضرور ادا کیا کرو۔ (بصورت ثانیہ)۔ حالانکہ حضور نے اپنی حیات مبارکہ میں کبھی ان کو اقامت جمعہ کا حکم نہیں فرمایا۔ اور نہ زمانہ خلافت میں ان پر کوئی تازہ حکم اس بارہ میں نافذ ہوا۔ باوجودیکہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو ترغیب جمعہ فرماتے تھے۔ اور ترک جمعہ سے ڈراتے تھے۔ اور اہل عوالی و منازل اس بیان کو اچھی طرح سنتے تھے۔ مگر کسی نے ایک دفعہ بھی کسی قریہ میں جمعہ قائم نہیں کیا۔ اور نہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام زمانہ حیات میں ان میں سے کسی کو حکم اقامت جمعہ یا وعید ترک کا مخاطب بنایا۔ تو اس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ اہل عوالی و منازل بالیقین جانتے تھے اور اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اہل قریہ ان امور کے مکلف و مخاطب ہی نہیں ہیں۔ اور اہالیان قریہ تاکید و وعید سے بالکل مستثنیٰ و خارج ہیں اور حکم فرضیت جمعہ اہل امصار کے ساتھ مخصوص ہے۔ ورنہ کیا وجہ کہ تمام مدت حیات نبوی اور زمانہ خلافت میں کبھی کسی قریہ میں نوبت اقامت جمعہ وقوع میں نہیں آئی۔ اب اگر فرضیت جمعہ مخصوص بہ اہالیان امصار فرض نہ کی جائے تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اہل منازل و عوالی کو تارک فرض قطعی تصور کرنا پڑے گا۔ یا العیاذ باللہ حضرت سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم و آلہم و سلم کو تارک حکم بلخما انزل الیک من ربک تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اس کی تسلیم میں جو کچھ خرابی ہے وہ مخفی نہیں۔ لاجل و لا قوت الا باللہ۔ خلاصہ اس درد سری کا یہ ہے کہ فرضیت جمعہ کے ساتھ اہالیان امصار مکلف ہیں اور اہل قریہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ فقہاء کرام نے تعامل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء و جملہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لحاظ فرما کر ادائے جمعہ کے لیے یہ قیودات لگائی ہیں محض اپنا من گھڑت نہیں ہے۔ اس بارہ میں پوری طرح غور و فکر کرنے سے مضمون اثر حضرت علی کرم اللہ وجہہ عن علی قال لا الجمعة ولا الشریق الا فی مصر جامع۔ و مضمون حدیث رضی اللہ عنہ عن حذیفہ قال یس علی اهل القری جمعۃ انما الجمع علی اهل الامصار مثل المدائن کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اور یہی حق ہے و بس۔ واللہ اعلم بالصواب ۵

العبد الملتجئ الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ بقلو خود از گولڑہ

۳۷۔ ویت ہلال تعداد تراویح فرضیت جمعہ و عیدین تکبیرات جنازہ اور
نمازیں قیام کے دوران ہاتھ باندھنے کے متعلق سوالات اور ان کے جوابات

استفتاء

چہ مے فرماید علماء دین در باب ہذہ المسائل کہ شخصے غیر معتبر بشرع باشتباہ بتاریخ بست و نهم ماہ رمضان
شب چہار شنبہ ماہ عید الفطر دید و دیگران بقدر دو یا سه مردمان نیز دیدہ اند و فی الواقع ماہ عید الفطر نہ بود۔ و علاوہ این
ہمہ جاہلانند چوں فجر شد آماں کہ روزہ دار بودند مسمی مذکور حتی المقدور کوشش نمودہ روزہ داران را افطار کنانید۔ پس
التماس است کہ بریں مفطران صوم در شرع شریف کفارہ روزہ آید یا قضا۔؟

مسئلہ ثانیہ ۱۔ چہ باعث است کہ صلوة الوتر در ماہ رمضان بجماعت میخوانند و در باقی ماہ بالغیر از جماعت؟
مسئلہ ثالثہ ۳۔ بست رکعت تراویح در کتب معتبرہ مرقوم است و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند رکعت تراویح
خواندہ اند و چہ حکم فرمودہ۔

مسئلہ رابعہ ۴۔ نماز جمعہ و عیدین کہ فی زمانہ فرض و واجب نیند اگر خواندہ شوند بچہ ترتیب خوانند؟
مسئلہ خامسہ ۵۔ نماز جمعہ کہ فی زمانہ فرض نیست بجماعت مے خوانند و نماز ظہر بعد الجمعہ کہ فرض موقت است
بے جماعت خوانند۔

مسئلہ سادسہ ۶۔ فرقہ شیعہ مے گوید کہ جناب علی رضی اللہ عنہ بوقت غسل دادن رسول کریم علیہ التحیۃ و التسلیم
آب از ناف و چشم رسول بیاشامید در آن وقت مؤئے ہا از لب حضرت علی رضی اللہ عنہ گشتند۔ بعد از آن موئہا قطع نہ کردند۔
این قول صحیح است یا نہ؟

مسئلہ سابعہ ۷۔ ثبوت وضع الید علی الید تحت السرہ و تردید ارسال نمایند کہ فعل روافض است۔
مسئلہ ثامنہ ۸۔ ثبوت چہار تکبیر جنازہ و تردید پنج تکبیر جنازہ کہ روافض مے کنند۔

الجواب هو الصواب

جواب سوال اول :- دریں صورت بوجہ شبہ رویتہ و باشتباہ اباحتہ برہنگناں قضا لازم آید نہ گفتارہ
زیرا کہ مخطی و معذور دریں باب مساوی اند۔ و چوں بر مخطی صرف قضا لازم آید بر معذور بدرجہ اولی ہمیں آید۔ و برائے
فساد صوم قضا است یا کفارہ علاوہ ازین دیدہ نشدہ و چوں کفارہ بسبب شبہ الرویتہ و غیرہ ساقط گردیدہ بعدہ قضا
مخص بذمہ اش باقی ماندہ۔ چنانچہ در عالمگیریہ است۔ رجل رأى هلال الفطر وشهد فلو تقبل شهادته
عليه ان يصوم فان افطر ذلك اليوم كان عليه القضاء دون الكفارة كذا في فتاوى قاضي خان۔
ولو شهد هذا الرجل عند صديق له فاكل لا كفارة عليه ان صدقه كذا في الفتح ۲ در بحر الرائق

است۔ وھذا الکفارة تندرتی بالشبهات لانھا الحقت بالعقوبات باعتبار ان معنی العقوبة فيها اغلب بدلیل عدم وجوبھا علی المعذور والمخطی۔ ودر بدایہ وفتح القدر ودر مختار ودر المختار وشرح الیاس وقاضی خان وغیرہ وغیرہ ہمیں طور مرقوم است۔ بخوف اطالۃ کلام ترک نقل جزئیات کردہ شد۔

جواب سوال دوم: مسنونیت جماعت و تزیبیت جماعت تراویح در رمضان است بفعیل رسول و باجماع صحابہ و ائمت و جماعت تراویح بدون رمضان یافتہ نشد۔ پس وجود جماعت و تزیب سوائے رمضان مفقود باشد۔ زیرا کہ عدم متبوع مستلزم عدم تابع است و نیز خلاف اجماع صحابہ و ائمتہ است۔ چنانچہ در شامی است۔ ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان۔ و ایضاً فی حاشیة البحر للخیار الرملی علل الکراهة فی الضیاء والنہایة بان الوتر نفل من وجه حتی وجبت القراءة فی جمیعھا و تودی بغير اذان واقامة والنفل بالجماعة غیر مستحب لانه لو یفعله الصحابة فی غیر رمضان۔ و ایضاً الذی یظہران جماعة الوتر تبع لجماعة التراویح وان کان الوتر نفضہ اصلا فی ذاته لان سنة الجماعة فی الوتر انما عرفت بالاشترکة للتراویح۔

جواب سوال سوم: مسنونیت تراویح در کتب معتبرہ بست رکعت است۔ بوجه مواظبت خلفاء راشدین و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم۔ چنانچہ در مختار است۔ التراویح سنة موکدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء اجماعاً۔ وھی عشرين رکعة حکمتہ مساواة المکمل للمکمل بعشر تسليمات ودر بحر الرائق است۔ و فی شرح منیة المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتھا وقد ستمها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وندبنا الیھا واقامھا فی بعض الیالی ثمر ترکھا خشیة ان تکتب علی امتہ کما ثبت ذلک فی الصحیحین ثمر وقعت المواظبة علیھا فی اثناء خلافة عمر رضی اللہ عنہ ووافقہ علی ذلک عامة الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم کما ورد ذلک فی السنن۔ ثمر ما زال الناس من ذلک الصدر الی یومنا هذا علی اقامتها من غیر نیکر و کیف لا وقد ثبت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکوب سننتی و سنة الخلفاء الراشدين المہدیین عضوا علیھا بالنواجذ کما رواہ ابوداؤد۔ و ازال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در باب تعداد رکعت تراویح حکم قولی بسند صحیح و غیر صحیح وارد شدہ اما تعداد رکعت فعلی مختلف الاحوال وارد اند۔

جواب سوال چہارم و پنجم: اقامت جمعہ در بلاد ہندوستان کہ تحت حکومت نصاریٰ است فرض است اگرچہ حاکم این بلاد کافر است۔ زیرا کہ بعض حکومت کفار بلاد اسلام دار الحرب نمی گردند تا وقتیکہ جمع شرائط دار الحرب بر او صادق نیابند۔ و بریں ملک تعریف دار الحرب صادق نمی آید۔ و چون تعریف دار الحرب صادق نیاید دار الاسلام باقی ماند۔ چنانکہ بحمل خود مصرح است۔ چنانچہ در عالم گیر یہ است۔ بلاد علیھا ولایة کفار مجوز للمسلمین اقامة الجمعة فیھا۔ و ایضاً لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعة جائز۔ و در بزازیہ است۔ و البلاد التي علیھا ولایة کفار مجوز فیھا ایضاً اقامة الجمعة والاعیاد والقاضی قاضی بتراضی المسلمین۔ و بعد ثبوت فرضیت جمعہ این نظر احتیاطی موقت نباشد۔

وچوں جماعت ظہر موقت بمقامیکہ جمعہ درست و صحیح است برائے معذورین وغیرہ مکروہ تحریمی است پس جماعت غیر موقت بدرجہ اولیٰ مکروہ تحریمی بود۔ چنانچہ در دُرِّ مختار است۔ وکرہ تحریمی بالمعذ ورو مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعت فی مصر قبل الجمعة وبعدها التقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ۔

جواب سوال ششم۔ بظاہر اس واقعہ بے اصل و بے ثبوت است بدیں وجہ کہ ترک سنت قص شواریب مطلقاً از داب صحابہ کرام خصوصاً از جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ بسیار بعید است۔ اگرچہ قصہ اتشامیدن آب بغرض تبرک صحیح ہم باشد۔

جواب سوال ہفتم۔ ثبوت بستن دست زیر ناف و نهادن دست راست بر چپ از حدیث و فقہ ثابت است و ارسال بیانیہ ثبوت زسیدہ۔ چنانچہ در دُرِّ مختار است۔ و وضع یمینہ علی یسارہ تحت السرۃ للرجال لقول علی رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعہما تحت السرۃ۔ و البوداؤد و احمد روایت کردہ اند۔ عن علی من السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ۔ و ہمیں طور در جمیع کتب فقہ موجود است۔ در فتح المنان فی تأیید مذہب النعمان مرقوم است مذہب مالک ارسال الیدین و هو عزیزۃ عندہ و الوضع رخصۃ و العجب انہ لا یوجد حدیث یتمسک بہ لانی جامع الاصول الذی جمع احادیث الکتب و منها السوطی و لانی الجامع الکبیر و جمع الجوامع للسیوطی و قد ادعی احاطۃ الاحادیث و جمعہا من نحو خمسین کتاباً لانی من روایۃ مالک و لانی من روایۃ غیرہ۔

جواب سوال ہشتم۔ چہار تکبیر جنازہ آخر فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است و برآں اجماع صحابہ است و تا ای زمان مخالفت آن بجز از فرقہ روافض ظاہر نشدہ۔ و اجماع امت است کہ زائد از چہار تکبیر نسوخ است بہ آخر فعل نبینا علیہ التعمیہ و التسلیم۔ چنانچہ حاکم در مستدرک روایت کردہ است۔ عن ابن عباس قال آخر ما کبر اللہ صلی اللہ علیہ علی الجنازۃ اربع تکبیرات و کبر عمر علی ابی بکر و کبر ابن عمر علی عمر اربعاً و کبر الحسن علی علی اربعاً و کبر الحسين بن علی علی الحسن بن علی اربعاً و کبرت الملائکۃ علی آدم اربعاً و در بدایہ است۔ و لو کبر الامام خمساً لریبنا لہ لانه منسوخ لہا و یناہ ہذا ما فی ذہنی الآن۔ واللہ اعلم و علمہ العز۔

الع

مہر علی شاہ عفی عنہ

ترجمہ اُردو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ چند غیر معتبر اشخاص نے اُنٹیس رُضان کی شام کو عید الفطر کا چاند دیکھا۔ حالانکہ واقع میں چاند نہ تھا۔ صبح کو اُنہی اشخاص نے بعض روزہ داروں کا روزہ بھی افطار کرایا۔ کیا ان افطار کرانے والوں پر فقط قضا ہے یا کفارہ اور قضا بہر دو لازم ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ وتر رمضان میں جماعت سے ادا کیے جاتے ہیں اور باقی مہینوں میں اکیلے پڑھے جاتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں ۲ رکعت تراویح کا کونسا ثبوت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعت تراویح ادا فرمائی ہیں اور اُمت کو کیا ارشاد فرمایا ہے۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ نماز جمعہ اور عیدین جو ہمارے زمانے میں فرض نہیں اگر پڑھی جائیں تو کس طریقہ اور ترتیب سے پڑھی جائیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ جو ہمارے زمانے میں فرض نہیں لوگ جماعت سے پڑھتے ہیں اور ظہر جو فرض وقت ہے بغیر جماعت پڑھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔

چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بوقت غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناف مبارک اور آنکھوں سے پانی کے قطرات چھسے جس کے بعد آپ کے لبوں کے بال بڑھ گئے اور پھر آپ نے انہیں برگز نہیں کٹایا۔ کیا یہ درست ہے۔

ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ بوقت نماز ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت اور ہاتھ چھوڑنے کی تردید فرمائیے۔ آٹھواں مسئلہ چار بجیر نماز جنازہ کا ثبوت اور پانچ بجیر کی تردید تحریر فرمائیے۔

الجواب هو الصواب

جواب ۱۔ اس صورت اشتباہ کی وجہ سے قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ معذور ہیں اور جب خطا سے روزہ افطار کرنے والے پر کفارہ لازم نہیں تو معذور جس کو چاند کا شبہ ہوا۔ اس پر بطریق اولیٰ کفارہ لازم نہ ہوگا۔ چونکہ روزہ فاسد کرنے سے یا قضا لازم ہوتی ہے یا قضا اور کفارہ۔ اس لیے جب کفارہ لازم نہ ہو تو فقط قضا باقی رہے گی۔ جیسا کہ عالم گیر یہ کی عبارت مذکور ہوئی ہے۔ اور ہدایہ، فتح القدیر، درمختار، ردالمحتار، شرح الیاس، قاضی خان وغیرہ میں بھی اسی طرح مرقوم ہے۔ خوف طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کیے جاتے۔

جواب سوال دوم۔ وتروں کی جماعت رمضان شریف میں تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک اور اجماع صحابہ کرام اور اُمت مسلمہ سے ثابت ہے۔ اور چونکہ بغیر رمضان تراویح کی جماعت نہیں ہوتی لہذا وتر بھی جماعت سے نہیں پڑھے جاتے۔ کیونکہ جب متبوع نہ ہو تو تابع بھی نہیں ہوتا۔ نیز خلافت اجماع صحابہ کرام اور اُمت مسلمہ لازم آتا ہے جیسا کہ شامی سے نقل ہوا ہے۔ الخ

جواب سوال سوم۔ تراویح کا میں ۲ رکعت مسنون ہونا کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ جس کی وجہ حضرات خلفائے راشدین کی ہمیشگی اور صحابہ کرام کا اجماع جیسا کہ درمختار سے نقل ہوا ہے الخ، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی تعداد رکعت کے متعلق کوئی مستند قولی حکم ثابت نہیں اور آنجناب کا فعل مبارک اس بارے میں مختلف طور پر وارد ہوا ہے تاہم صحابہ کرام اور اُمت مسلمہ سے بسبب تراویح بلاشبہ ثابت ہیں۔

جواب سوال چہارم و پنجم۔ بلاد ہند میں جمعہ کی اقامت فرض ہے۔ اگرچہ وہاں حکومت نصاریٰ کی ہے کیونکہ فقط کفار کی حکومت ہونے سے کوئی ملک دارالہرب نہیں ہو جاتا۔ جب تک کہ دارالہرب کے تمام شرائط کسی ملک پر صادق نہ آئیں اس پر دارالہرب کی تعریف صادق نہیں آتی۔ لہذا دارالاسلام باقی رہے گا اور جمعہ مندرج ہوگا (جیسا کہ عالمگیر میں نقل ہوا ہے۔ الخ) اور جب جمعہ فرض ہوا۔ تو یہ نماز ظہر احتیاطی فرض موقت نہ رہے گی۔ اور جب ایسے

مقام میں جہاں جمعہ فرض ہے معذور اور قیدیوں کے لیے جماعت فرض ظہر مکروہ تحریمی ہے۔ حالانکہ وہ فرض وقتی ہے۔
تو فرض غیر موقت کے لیے جماعت کرنا بدرجہ اولیٰ مکروہ تحریمی ہوگا جیسا کہ درمختار میں ہے کہ معذور اور قیدی لوگوں کے
لیے جمعہ کے بعد یا پہلے ظہر باجماعت مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ اس میں جمعہ کی جماعت کی قلت لازم آتی ہے۔ اور ایک قسم
کا معارضہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

جواب سوال ششم۔ اگرچہ نوافل مبارک اور چشم مبارک سے پانی پینا بغرض تبرک صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔
پھر بھی لبوں کے بالوں کے بڑھنے کا واقعہ بے سند معلوم ہوتا ہے۔ اور مونچھیں کٹوانا جو سنت ہے اس کو ترک کرنا صحابہ کرام
کی شان سے اور خصوصاً حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات سے نہایت بعید ہے۔

جواب سوال ہفتم۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا حدیث اور فقہ سے ثابت ہے
اور ہاتھوں کا چھوڑنا پاپائے ثبوت کو نہیں پہنچا (جیسا کہ درمختار سے نقل ہوا ہے الخ)

جواب سوال ہشتم۔ چار تکبیر نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری فعل مبارک ہے اور اسی
پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اور اس وقت تک بجز روافض کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا اور امت کا اجماع ہے
کہ چار تکبیروں سے زائد مسنوخ ہو چکی ہیں (جیسا کہ مستدرک حاکم میں مذکورہ روایت سے واضح ہے)

۳۸۔ صدقہ فطر کے متعلق حضرت کا توضیحی محاکمہ

استفتاء

سوال زید

مخدومی بکر خطیب صاحب دام فیضہ بعد سلام سنون آئندہ صدقہ فطر ایک آدمی کی طرف سے نصف صاع مقرر ہے جس کا
وزن نمبری سیر کے حساب سے تخمیناً ۵ تولہ کم دو سیر ہوتا ہے اور ایک صاع کا وزن ۹۶ روپیہ کے سیر کے حساب سے تین سیر بارہ تولہ
نومائشہ دورتی دو جو کا ہوتا ہے۔ اس وقت ہندوستان پنجاب میں نمبری سیر والی گندم کا نرخ دس سیر فی روپیہ ہے۔
اس حساب سے ایک آدمی کا فطرانہ ۰۳ ہوتا ہے۔ اور اگر ملک برما کے لیے بجائے گندم کے چاول کا حساب کریں
تو اس کی قیمت بھی اتنی ہی بنتی ہے۔ امید کہ یہ حساب آپ خود مشکوٰۃ شریف میں دیکھ کر مطابقت کر لیں گے۔ شائد
مجھے سہو ہو گیا ہو۔ اور اگر درست ہے تو اعلان کرنا ضروری ہے تاکہ لوگ تعداد صدقہ فطر سے واقف ہو جائیں اور مجھے
بھی سرفراز کیجئے گا۔ تاکہ اسی حساب سے صدقہ فطر ادا کروں۔ اور مجھے آپ سے کچھ کینہ و بغض نہیں ہے صرف مسئلہ
پوچھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ کل ایک جگہ تو کردلائل شرعی سے سمجھ لیوں گے۔

آپ کا خادم۔ زید، یکم شوال ۱۳۲۵ھ ہجری

جواب بکر خطیب صاحب

حافظ زید صاحب۔ مراسلہ مذکورہ سے مجھے ایک حد تک انتباہ ہوئی۔ آپ کے ابلاغ کا شکریہ ادا کر کے فہمی

خیالات کا محدود نہیں ہو سکتا۔ بناءً علیہ سو پانچ آنہ اقل درجہ فطرہ کا ہے اگرچہ خلاف ہے سنت متواترہ کے مگر میں امام رازی کے انفصال کما قال اللہ فاتقوا اللہ ما استطعتم و انفقوا خیرا لانفسکم کی تاویل پر کاربند ہو کر متاخرین کے برگزیدہ شہراہ پر ضرور چلوں گا۔ میرے لیے معالم التنزیل، تفسیر کبیر، طریقہ محمدیہ ابلغ شاہد ہے ثم تم الکلام۔ اور کینہ و حسد نعمت خداداد ہے خدا ہر دل کو نصیب نہ کرے۔ فقط محمد بکر خطیب عفی عنہ
یہ مسئلہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے یہ جواب تحریر فرمایا:-

(حضرت قبلہ عالم کا محکمہ) الجواب هو الصواب

واضح ہو کہ آپ کی تمہیدات و دیگر امور زوائد سے قطع نظر کر کے نفس مسئلہ کے جواب میں بقدر ضرورت کچھ لکھا جاتا ہے۔ اول۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ شارع علیہ السلام سے صدقہ فطرہ کے بارہ میں کن کن اشیاء کا عین ادا کرنے کی نسبت نص صریح وارد ہوئی ہے اور ان کی مقدار شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا مقرر فرمائی ہے پس جن اشیاء کا عین ادا کرنے کی نسبت نص وارد ہوئی ہے وہ بلا حطہ احادیث صحیحہ پانچ چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول گہوؤں دو م جو۔ سوم کھجور۔ چہارم خشک انگور پنجم پیاز۔ اور ان کی مقدار ماسوائے گندم کے ایک صاع اور گندم کی نصف صاع خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمائی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف و مسلم شریف وغیرہ میں یہ الفاظ مروی ہیں۔ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذه الصدقة صاعا من تمر او شعیر و صاعا من اقط و زبيب و نصف صاع من قمح۔ اور اسی طرح فقہاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تصریح فرمائی ہے چنانچہ مجملہ کتب فقہ میں بالتفصیل مرقوم ہے۔ اس جگہ صرف عبارت فتاویٰ عالمگیری لکھی جاتی ہے۔ وہی هذه و انما تجب صدقة الفطر من اربعة اشياء من الحنطة والشعیر و التمر و الزبيب كذا فی خزانه المفتین و شرح الطحطاوی وھی نصف صاع من بر و صاع من شعیر او تمر و دقیق الحنطة و الشعیر و سويقهما مثلهما و اما الزبيب فقد ذکر فی الجامع الصغیر نصف صاع عند ابی حنیفة لانه یوکل بجمیع اجزائه و روى عن ابی حنیفة صاع و هو قولهما باقی یہ امر کہ صاع کتنے وزن کا نام ہے سو اس کی مقدار کتب فقہ میں یہ مرقوم ہے۔ و هو ای صاع المعتبر ما یسع الفا و اربعین درهما من ماش او عدس (دو مختار) پس ایک ہزار چالیس درہم کے تین ہزار چھ سو چالیس ماشے ہوتے ہیں جس کے تین سو تین تولہ چار ماشے بنتے ہیں۔ اور اس کے کلدار روپے تین سو سولہ روپے چھ آنے ہوتے ہیں پس بحساب فی سیر اتی روپیہ کلدار ایک صاع کا وزن تین سیر تین پاؤ سو تین چھٹانک ہوتا ہے۔ علماء کرام نے صاع کا وزن احتیاطاً پورے چار سیر رکھا ہے پس مودی صدقہ فطر یعنی صدقہ فطر ادا کرنے والا اشیاء منصوصہ میں سے جس چیز کے ساتھ صدقہ فطر ادا کرنا چاہے خواہ عین اشیاء یا قیمت اشیاء دونوں سے صدقہ فطر ادا کر سکتا ہے۔ اور اشیاء غیر منصوصہ

کے عین سے صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا۔ بلکہ کسی مخصوصہ اشیاء کی قیمت اس کو دینی پڑے گی۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ و ما لوینص علیہ کذرة وخبز یعتبر فیہ القیمة۔ پس اگر ادا کنندہ صدقہ فطر میں گندم کی قیمت دینا چاہتا ہے جس کی مقدار نصف صاع یعنی دو سیر نمبری ہے۔ اور گندم کا نرخ فی روپیہ دس سیر نمبری ہے تو دو سیر گندم کی قیمت ۳۰ سوگی اور اگر نرخ گندم کم و بیش ہے تو قیمت میں بھی زیادتی و کمی ہو جائے گی۔ پس جس وقت کہ نرخ گندم فی روپیہ دس سیر نمبری ہو اس وقت زید کا مقدار صدقہ فطر ۳۰ مقرر کرنا بے شک قرین قیاس ہے بشرطیکہ ملک برما میں بھی یہی نرخ گندم ہو مگر مشکل یہ ہے کہ زید صاحب تو دس سیر نرخ گندم ہندوستان و پنجاب میں بیان کرتے ہیں اور ۳۰ صدقہ فطر ملک برما میں دلار ہے ہیں۔ تا وقتیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ ملک برما میں بھی نرخ گندم فی روپیہ دس سیر نمبری ہے اس وقت تک ساٹھ تین آنہ مقدار صدقہ فطر مقرر کرنا خلیے دشوار ہے۔ اور پھر زید صاحب کا یہ فرمانا کہ اگر برما کا حساب کیا جائے تو بجائے گندم کے چاول ہونا چاہیے کیونکہ وہ بھی اس حساب سے اسی قدر ہوتا ہے۔ بالکل بے ربط و مہمل جملہ ہے۔ اس واسطے کہ چاول غیر مخصوص اشیاء میں سے ہے۔ اس کی مقدار شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم نہیں ہوتی ہے کہ اس کا عین صدقہ فطر میں دیا جائے۔ باقی رہی قیمت سو وہ مخصوص اشیاء کے نرخ سے متعین ہو سکتی ہے جس کو زید صاحب نے باعتبار ملک برما بیان نہیں کیا ہے۔ لہذا قول زید بلا تعین نرخ اشیاء مخصوصہ قابل قبول نہیں ہے۔ بعد ازاں بکر صاحب کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے۔ بکر صاحب نے جو بلا تعین نرخ و جنس اشیاء مخصوصہ اقل درجہ صدقہ فطر سو پانچ آنے مقرر فرمایا ہے سراسر بے اصل ہے کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقہ فطر کی ادائیگی کے لیے درم و دنانیر مقرر نہیں فرمائے بلکہ چند اشیاء ماکولہ بجنسہا یا بقیمتہا کا حکم دیا ہے۔ اور بکر صاحب کے بیان میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے جس سے قیمت کا تعین ہو سکے۔ باقی آیہ کریمہ فاتقوا اللہ ما استطعتم الخ کو صدقہ فطر کے بارہ میں کوئی دخل نہیں ہے اور نہ امام رازی اور دیگر مفسرین نے اس آیت سے اس امر کے لیے استدلال پکڑا ہے یہ بکر صاحب کا محض دعویٰ بلا دلیل اور تفسیر بالزلت ہے۔ جو کسی طرح قابل قبولیت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میری رائے ناقص میں زید و بکر دونوں صاحبان کی تعین رقم صدقہ فطر بلا تعین نرخ اشیاء مخصوصہ تسلیم کے قابل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔

العبد الملتجئ الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بقلم خود از گولڑہ

۳۹۔ التزام کفر کے متعلق حضرت کا فرمان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے کہا کہ تو فلاں معاملہ میں ہمارے ساتھ شرعی فیصلہ کے واسطے چل بکر نے جواب دیا کہ میرے ساتھ تمہارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس واسطے کہ میں تمہارا مدعا علیہ نہیں ہوں۔ تمہارا دعویٰ فلاں شخص کے ساتھ ہے۔ دو مرتبہ اسی طرح تکرار ہوئی۔ بعد ازاں زید نے بکر پر کفر کا حکم لگا دیا پس استفسار ہے کہ آیا یہ کفر بکر پر عائد ہوا یا نہیں؟ بینوا تو بھروا۔

الجواب هو الصواب

واضح ہو کہ انسان پر کفر عائد ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ اول التزام کفر یعنی جو شخص مدلول نص کو مدلول نص جان کر اور حکم شرعی کو حکم شرعی مان کر بائیں طور انکار کرے کہ اگرچہ یہ حکم شرعی ہے لیکن میں اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ دوسرے لزوم کفر جو جہل و نادانی کی وجہ سے انسان پر لازم آجاتا ہے۔ پس التزام کی صورت میں تکفیر جائز و درست ہے یعنی اگر کسی نے دیدہ و دانستہ کفر اختیار کیا اور حکم شرعی سے جان بوجھ کر انکار کیا تو اس کو کافر کہنا چاہیے اور بحالت لزوم کفر تکفیر درست نہیں۔ اسی واسطے محققین فقہاء کرام نے لزوم کی صورت میں تکفیر سے اجتناب کیا ہے۔ اور جن فقہانے ایسے محل و موقع پر کفر کا اطلاق کیا ہے ان کی غرض تکفیر مرتکب نہیں ہے بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس مرتکب نے ارتکاب فعل کفار کیا ہے۔ اور فیما سخن فیہ میں تو نہ التزام کفر ہے نہ لزوم کفر۔ عدم التزام کفر تو ظاہر ہے کہ قائل نے کسی مدلول شرعی کا دیدہ و دانستہ انکار نہیں کیا ہے۔ باقی رہا لزوم کفر سو وہ بھی نہیں پایا گیا۔ اس واسطے کہ بکرنے ذہاب الی الشرع سے انکار نہیں کیا ہے۔ بلکہ عدم ذہاب الی الشرع کو معلق مدعا علیہ نہ ہونے پر کیا ہے یعنی چونکہ میں مدعا علیہ نہیں ہوں اس واسطے شرعی فیصلہ کرنے کے لیے نہیں جاتا ہوں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب بکر مدعا علیہ ہی نہیں ہے تو اس کا شرعی فیصلہ کے لیے نہ جانا بعد آنکہ میں مدعا علیہ نہیں ہوں انکار شریعت کا موجب نہیں ہے۔ بلکہ بائیں عذر واقعی دفع خصم مقصود ہے۔ چنانچہ ایسے نظائر کتب دینیہ میں بکثرت موجود ہیں کہ دفع خصم وغیرہ کے لحاظ سے اس قسم کے الفاظ کا اگر ارتکاب کیا جائے تو قائل پر کفر وغیرہ لازم نہیں آتا ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں یہی خاص جزئیہ موجود ہے۔ ومن قال لا اذہب معی الی الشرع فقال الاخر لا اذہب حتی تاتی بالبیدق ای المحض کفر فانه عاند للشرع یعنی اذا کان ابائہ وتعللہ لمعاندۃ الشرع بخلاف ما اذا اراد دفعہ فی الجملة عن المخاصمة وقصد انه یصح الدعوی فیستحق المطالبة اذا تقل لان القاضی ربما لا یكون جالساً فی المحكمة فانه لا یکفر فی هذه الوجوه کلها۔ ولو قال الی القاضی ای اذہب معی الی القاضی فقال لا اذہب لایکفر یعنی لما سبق وجهہ۔ ولان الامتناع عن الذہاب الی القاضی لا یوجب الامتناع عن الذہاب الی الشرع اذا ربمایا۔ والقاضی لا یمکون بالشرع۔ ولس کما یزعمہ الجہلۃ من قضاء الزمان حیث لا یفرقون القضية بین مکان ومکان۔ اس عبارت شرح فقہ اکبر سے صاف ظاہر ہے کہ بکر پر التزام کفر کسی طرح وارد نہیں ہوتا ہے۔ جس کسی نے بکر کی طرف کفر کی نسبت کی ہے اُس نے محض اپنے عنادی خیال کو سونے ظن مسلم میں شہرت دی ہے۔ العیاذ باللہ۔ بلکہ مکھتہ کو بوجہ عدم استحقاق تکفیر منسوب بکفر تو بہ کرنی چاہیے۔ تاکہ بیت ۷

تو مارا ہمیں چاہ کندی براہ

کا مصداق نہ بنے۔ واللہ اعلم وعلہ التم۔

العبد الملتجئ الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بعلم خود از گولڑہ

۴۰۔ مرد کے لیے سونے چاندی کے بٹن استعمال کرنے کے متعلق حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله والستد مر علی عباده الذین اصطفیٰ

بخدمت فیض درجت جناب صاحب کمالات صوری و معنوی کاشف اسرارِ خفی و جلی رہنمائے سالکان

پیشوائے محققین جناب حضرت پیر صاحب ادا م اللہ تعالیٰ فیوضاً تقسم

بعد از تبلیغ مراتب تسلیمات بے غایات و آداب و اقیات معروض ضمیر منیر باد احوال اسی حد و بفضل رب المعبود

قرین حمد و عافیت است صحت و تنومندی مزاج و ہاج آں صاحب مدام مطلوب القلوب المرام من الارقام اینکہ دریں

آوان مولویان ملتان اختلافی و نزاعی در یک مسئلہ پیدا آوردند۔ و آں این است کہ بٹن نقرہ یا ذہب برائے رجل جائز است

یا حرام بعض اثبات جواز مے نمائند بعض اثبات منع مے نمائند۔ مانعین احادیث عمومہ واردہ در حرمت ذہب و فضہ در

حق رجال بمعرض استدلال پیش مے کنند۔ مجوزین استدلال خود کتاب در المختار پیش مے کنند۔ چنانچہ در کتاب الحظر والاباحہ

جلد خامس شامی در متن و سے در المختار اثبات جواز آں کردہ و نیز مے گویند کہ برائے مقلدان کتب مذہب باید فکرو در احادیث

تشریفہ و در نکات لطیفہ و در ناسخ و منسوخ مے تواند رسید۔ چنانچہ در توضیح شرح تنقیح آوردہ الادلۃ الاربعۃ انما یتوصل

بہا المجتہد لا المقلد و اما المقلد فدلیلہ قول مجتہدہ انتہی۔ علاوہ ازیں در حدیث بخاری شریف کہ

صحابی ضعیف البصر را کہ قباہ کہ تکمہ او طلائی بود عطا فرمود ظاہر المفہوم مے شود کہ لباس ہم فرمودہ واللہ اعلم۔ براہ مہربانی

جواب سوال بذاعت فرمائند۔

نیازمند احمد یار عفی عنہ

خلاصہ سوال۔ سونے اور چاندی کے بٹن کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے یا نہیں بعض علماء نے در مختار

کی عبارت اور حضرت مخرمہ صحابی کی روایت سے جواز پر استدلال کیا ہے جنہیں حضور علیہ السلام نے قبا عطا فرمائی تھی جس کا

تکمہ طلائی تھا۔ اور بعض مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ بہت احادیث میں مردوں کے لیے سونا چاندی کا استعمال حرام

قرار دیا گیا ہے۔

الجواب هو الصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مہربان من نواب احمد یار خان صاحب حفظکم مع اللحقہ

وعلیکم السلام ورحمة اللہ۔ عنایت نامہ کاشف دعا و ما فیہا ہوا۔ صرف تعمیل کرنا ضروری سمجھ کر قلم اٹھاتا

ہوں۔ ورنہ من آئم کہ من داغم۔

بٹن سونا چاندی

میری ناقص رائے میں ان کی حرمت نہ صرف احادیث صحیحہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ بلکہ کتب

فقہ سے بھی استعمال ان کا ناجائز معلوم ہوتا ہے۔ علماء کرام میں سے جنہوں نے عبارت ذیل در مختار سے جواز پر سندی ہے یا محرّمہ والی حدیث بخاری کو حجت بنایا ہے ٹھیک نہیں و العلم عند اللہ۔ در مختار کی عبارت منقولہ تا آخانیہ دلاباس بازار الدیباہ والذہب کا یہ مطلب نہیں۔ کہ گھنڈی سونے کی جو بن کے طور پر علیحدہ اور مستقل ہو اس کا استعمال جائز ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ گھنڈی سونے کی جو اشیاء طلائی میں بطور تافت و پچیدگی ہو اور جس کو تابع کپڑے کانگی وغیرہ کے اطراف یعنی پلے کی طرح سمجھا جائے۔ ایسی گھنڈی کا استعمال جائز ہے۔ در مختار کے قول کے متعلق علامہ طحاوی لکھتے ہیں۔ قال فی المنتقی عن محمد لاباس ان تكون عردۃ القمیص وزرہ حریراً و هو کا العلم یكون فی الثوب ومعہ غیرہ فلا یاس بہ وان کان وحده کرہتہ الخ طحاوی۔ جملہ اخیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بن کے طرز پر درست نہیں۔

دعا گوار گولڑہ

۴۱۔ کمی بیشی سے کرنسی نوٹ کی خرید و فروخت کے متعلق حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نوٹ کی خرید و فروخت کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ اور اس کا معاملہ بطور قرض تفاضل کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ بیاد و توجروا۔

الجواب هو الصواب

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ نوٹ کے ساتھ کاروبار میں پورا پورا معاملہ من خلقی کا برتا جاتا ہے۔ لین دین میں کوئی تفاوت و فرق روپیہ اور نوٹ میں نہیں کیا جاتا ہے۔ عرف و اصطلاح میں گویا وہ بعینہ روپیہ سمجھا گیا ہے مگر دراصل من خلقی نہیں عرف و اصطلاح کی بدولت اس میں ثمنیہ آگئی ہے جس کا مال و نتیجہ یہیں تک منحصر و محدود رہے گا کہ تعامل الناس و کاروبار میں ثمنیہ کا کام دے۔ اور روپیہ کی جا بجا تصور کیا جائے نہ یہ کہ اصل حقیقت میں منسلخ ہو کر وماہیت واقعہ کو چھوڑ کر عین الشیء بن جائے۔ اس واسطے کہ عرف و تعامل میں یہ طاقت و قدرت نہیں کہ انقلاہ ماہیت کر کے عرفی ثمنیہ کو خلقی ثمنیہ بنا دے جس سے من کل الوجوہ احکام من خلقی عرفی پر جاری ہو جائیں۔ کوئی ایسی نظر شرع شریف میں نہیں پائی جاتی ہے۔ بناءً علیہ جہاں تک غور و خیال کیا جاتا ہے۔ تو بلحاظ نظر فقہیہ صورت مسئلہ یعنی بیع و شراء نوٹ بکمی و بیشی کا جواز ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور عدم جواز کی بظاہر کوئی وجہ خیال میں نہیں آتی ہے اس واسطے کہ علت تحریم ربوا قدر مع الجنس ہے۔ پس بشرط تحقق قدر و جنس فضل و نسیہ دونوں حرام اور بصورت عدم وجود علیتین دونوں حلال اور بوقت وجود احد ہما فضل جائز و نسیہ حرام جیسا کہ عبارت در مختار میں بخوبی واضح ہے علتہ القدر مع الجنس فان وجد احرم الفضل والنساء وان عد ما حلا وان وجد احد ہما حل الفضل و

حرم النساء۔ اور صورت مستولہ و مستفسرہ میں قدر و جنس دونوں مفقود و معدوم ہیں۔ اس واسطے کہ نوٹ خلقنہ کا غنہ ہے۔ اور روپیہ حقیقتہً و اصلیتہً چاندی پس مجانست نہ رہی۔ و نیز روپیہ شرعاً موزون ہے اور نوٹ عرفاً معدوم پس قدریتہ بھی نہ رہی اور یہی وجہ علت تحسیم تفاضل و ربوا تھی۔ لہذا بنا بر قاعدہ فقہیہ بیع و شراء نوٹ میں فضل و نسیئہ دونوں حلال ہونا چاہیے۔ جیسے اور بیوع میں بوقت اختلاف جنس و قدر تفاضل و اجل درست و جائز ہوتی ہے۔ چنانچہ شامی میں اختلاف جنس کی صورت میں بایں طور مرقوم ہے۔ سئل الحانوتی عن بیع الذہب بالفلوس نسیئۃ فاجاب بانہ يجوز اذا قبض احد البدلين كما في البزازية فلو اشترى مائة فلس بدره هو يكفي التقابض من احد الجانبين قال ومثله ما لو باع فضة او ذہباً بالفلوس كما في البحر عن المحيط۔ باقی رہا یہ شبہ کہ نوٹ جب روپیوں کے مقابلہ میں وضع کیا گیا۔ مثلاً سو، دو سو، پانسو، ہزار روپیہ کی قیمت کے ساتھ موسوم ہوا تو گویا عین فضہ عرفاً قرار پایا اور جمیع معاملات میں عرفاً و اصطلاحاً روپے کا مساوی سمجھا گیا۔ تو جیسے تفاضل و نسیئہ بیع الفضہ بالفضہ میں حرام ہے اسی طرح اس میں بھی ہونا چاہیے۔ تو اس کا دفعیہ نہایت ہی آسان ہے۔ اس واسطے کہ قوم کی قرارداد و اصطلاح بالمقابل سے عینیتہً واقعہ اس میں نہیں آجاتی ہے کہ موجب حرمت تفاضل ہو مثلاً فی زمانہ اشرفی کی وضع عرفاً بمقابلہ پندرہ روپیہ قرار پائی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اشرفی عین پندرہ روپیہ بن جائے۔ اور اس میں بیع و شراء بالتفاضل حرام ہو جائے۔ عرفاً و اصطلاحاً بالمقابل اس میں ثمنیتہً آجانی اور چیز ہے اور عین الشیء ہو جانا اور شے ہے۔ چنانچہ حاشیہ ہدایہ میں تحت قول الصرف هو البیع اذا كان كل واحد من عوضیه من جنس الثمن مرقوم ہے۔ الاموال نوع ثمن بكل حال كالنقدین ونوع مبیع بكل حال وهو ما لیس من ذوات الامثال كالثياب والدواب والممالیک ونوع ثمن بوجه مبیع بوجه کامل کیل والموزون ونوع ثمن بالاصطلاح وهو سلعة فی الاصل فان كان راجحاً كان ثمناً وان كان كاسداً كان سلعة۔ واقسام بیع الصرف ثلثة بیع الذہب بالذہب و بیع الفضة بالفضة و بیع احدہما بالآخر و شرطہ علی الاجمال التقابض قبل الافتراق بدفاوان لایكون فیہ خيار ولا اجل۔ پس اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غایت مافی الباب نوٹ کی ثمنیت قسم رابعہ سے متصور ہوگی۔ جس میں حلقنہ و حقیقتہً سلعة ملحوظ ہوگی اور عرفاً و اصطلاحاً ثمنیت تصور کی جائے گی۔ پس نوٹ کا معاملہ بطور بیع و شراء مع التفاضل جائز و درست ہے۔ اس واسطے کہ اتحاد قدر و جنس نہیں اور بصورت عدم اتحاد قدر و جنس نفع و انتفاع بطور بیع و شراء شرعاً جائز و مباح۔ ہاں قرض کی صورت میں زیادتی کے ساتھ معاملہ کرنا بالکل حرام ہے۔ اور غالباً آج کل اسی کارواج ہے۔ جس کے جواز کی کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی ہے۔ فان کل قرض جرانفعاً فهو ربوا۔ قرض والی صورت کو بیع و شراء پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ بیع میں نفع و انتفاع بشرط عدم موانع درست و مباح ہے اور قرض میں منفعت بر صورت میں حرام۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

العبد
الملتجئ الی اللہ العو بہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بستم خود

۴۲ مسرورہ چیز کی بیع، بازاری عورت کا نکاح سابق احتیاط جمعہ، احکام مسجد، راہ چلتے
میں درود شریف پڑھنا اور مفقود الخیر کی زوجہ سے متعلق مختلف مسائل

استفتاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلياً۔ سیدی وسندی و روحی و روحی لازالت شمس افاضاتم
بدیہ سلام سنون۔ بعد ادا اشتیاق مشمون قبول ہو۔ اما بعد معروض آنکہ:-

۱- ایک حیوان مسرورہ جس کے مالک کا کچھ تپہ نہیں ملتا۔ اور کسی دور علاقہ سے سرورہ ہو کر دست بدست فروخت
ہوتا رہا ہے۔ اس کا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک عزیز دریافت فرماتے ہیں۔ اور حیوان مذکور جو کہ اسپ
مادی ہے خریدنا چاہتے ہیں۔ بائع حکام کی گرفت کا ذمہ لیتا ہے۔ اور ہر طرح بے خوفی ظاہر کرتا ہے۔ جو اب
باصواب سے سرورہ فرمایا جاوے۔

۲- بازاری عورتیں جو اپنے زندہ خاوند چھوڑ کر پیشے بیٹھ جاتی ہیں ان کا نکاح باقی رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر
ٹوٹا ہے تو کیوں اور کس طرح؟ علماء غیر مقلدین سے بعض اہل علم نسخ نکاح کا فتوے دیتے ہیں۔ جو اب
مفصل اور مدلل ہو۔

۳- احتیاط بعد جمعہ کی نیت کس طرح کی جاوے۔ وہ الفاظ ارقام فرمادیں۔ اور یہ کہ دو رکعت نماز جمعہ کے بعد ہی
چار رکعت احتیاط نماز کی ادا کی جاویں یا چار رکعت سنت بعد جمعہ پڑھ کر پھر چار رکعت نماز احتیاط ادا کی جاویں۔
۴- ایک چھوٹی مسجد جو آبادی میں گھر گئی ہو۔ اور بجائے اس کے دوسری جگہ بڑی مسجد تیار کی جاوے۔ اس پہلی مسجد کو
شہید کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے مقفل رہنے سے اندیشہ نقب وغیرہ ہے۔

۵- راستہ میں چلتے ہوئے درود شریف پڑھنا اور بے وضو درود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

۶- بصورت اندیشہ زنا منکوہہ مفقود الخیر جو سات برس سے مفقود الخیر ہو، کا دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہیے
یا نہیں۔ مولوی غلام محمد صاحب اول مدرس نعمانیہ فتوے عدم جواز نکاح بوالکتاب فقہ تحریر فرماتے ہیں۔ فقہاً
کی قیود اور عدم جواز نکاح منکوہہ مفقود وہی تکلیف پیدا کرتا ہے جو ہنود یا دیگر اقوام میں عدم جواز نکاح ثانی سے ہے
جو لا یكلف الله نفساً کی رخصت کے منافی ہے۔ فقط نیاز۔

محبوب عالم ازستراہ

الجواب هو الصواب

۱- بیع مال مسرورہ مثل بیع مال مغضوب و مال الغیر بغیر اذن مالک وغیرہ کے ہے۔ اس صورت میں بیع اول

فاسد ہے جس کا حکم فسخ العقد ہے لیکن مشتری اول بعد القبض مالک مشتری ہو جاتا ہے پس اگر بعد القبض مشتری اول اصرار کرے اور بائع اول کے سوا دوسرے شخص کے ہاتھ اس مبیعہ کو بیع صحیح فروخت کر دے تو یہ بیع نافذ ہو جاوے گی اور جمیع تصرفات مشتری کے لیے جائز و درست ہو جائیں گے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ فان باعہ ای باع المشتري المشرى فاسداً بیعاً بائعاً بائعاً او وہبہ وسلم او اعتقہ بعد قبضہ اور ہنہ او اوصی بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع مامروا امتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ اور کنز وغیرہ میں ہے۔ ولکل منہما فسخہ الا ان یبیع المشتري او یهب الخ

۲۔ بازاری عورتیں جن کے خاوند زندہ ہیں اور پیشہ بدکاری اختیار کر کے بازار میں بیٹھ گئی ہیں ان کا نکاح بدستور قائم ہے۔ زنا موجب فسخ نکاح نہیں ہے تا وقتیکہ خاوند طلاق نہ دے یا احد الزوجین میں العیاذ باللہ ارتداد نہ پایا جائے۔ یا زانیہ مستحلتہ الزمانہ بونکاح قائم رہے گا۔

۳۔ احتیاطی بعد الجمعہ کی نیت فقہاء کرام نے بایں الفاظ نقل فرمائی ہے۔ نویت ان اصلی اربعاً اخر فرض اد رکت وقتہ ولعواؤد ۵۔ اور یہ چار رکت احتیاطی بعد سنت الجمعہ پڑھنی چاہیے۔

۴۔ مسجد دائماً مسجد ہی باقی رہے گی خواہ مکانات کے اندر آجائے یا میدان میں رہے اس کا شہید کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر آمد و رفت نمازیوں کی اس مسجد میں نہیں ہو سکتی ہے تو بحفاظت تمام اس کو مقفل کر دینا چاہیے ہاں اگر وہ مسجد ابتدا ہی سے عبارت ذیل کی مصداق ہے تو اس کا شہید کر کے مکان وغیرہ بنا لینا درست ہے۔ ومن جعل مسجداً تحتہ سرداب او فوقہ بیت وجعل باب المسجد الی الطريق وعزله عن ملکہ فله ان یبیعہ وان مات یورث عنہ لانه لم یخلص للہ تعالیٰ لبقاء حق العبد متعلقاً بہ وکذا لک ان اتخذ وسط دارہ مسجداً واذن للناس بالدخول فیہ۔

۵۔ بے وضو اور ناپاک راستہ میں درود شریف پڑھنا بے ادبی ہے۔ ہاں اگر راستہ پاک ہے تو چلتے پھرتے درود شریف پڑھنا کوئی ہرج نہیں ہے۔ مگر فائدہ بغیر حضور قلب نہیں۔ اور وہ غالباً بیٹھ کر پڑھنے سے ہوتا ہے۔ الا بعض مشاق صاحب استغراق بہر طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۶۔ حنفیہ کے نزدیک زوجہ مفقودہ النجر کی مدت نوے سال یا کم و بیش ہے۔ مگر مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار سال مع عدت و فوات گزارنے کے بعد زوجہ مفقودہ النجر کا نکاح دوسری جگہ جائز ہے اور ضرورت کے وقت حضرات احناف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اس پر فتوے دینا درست فرمایا ہے۔ جیسا کہ شامی وغیرہ میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

العبد
الملتی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ غنی عنہ ربہ بستم خود از گولڑہ

لے واضح ہو کہ بقول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چار سال مدت گزارنے پر باقاعدہ مسلمان حاکم کی تفریق اور رفع نکاح کا فیصلہ ضروری ہے۔ اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے۔ کما فی الفتاویٰ المالکیہ وغیرہ ۱۲۔ فیض

۲۳۔ دریا میں بہتی لکڑی کی بیج ذبیحہ فوق العقدہ طریق تقسیم گوشت شربانی، اور

کیفیت غسل میت وغیرہ کے مسائل،

استفتاء

- ۱۔ چوبے کہ بوقت طغیانی دریا بڑھنے سے آید و مردمان دیہات اور اے گیرند و بکار خویش سے آند پس آل چوبے در مکان و مسجد استعمال کردن جائز است یا نہ؟
- ۲۔ زنی پیر سالہ اگر پستان خود بدہان طفل دہد و شیرے بخلق نیاید آیا رضاعت ثابت شود یا نہ۔
- ۳۔ جانورے کہ بالائے عقدہ ذبح کردہ شود حلال است یا حرام۔
- ۴۔ گوشت قربانی را بچہ طور تقسیم کردہ شود و زنی یا تھینا۔
- ۵۔ کیفیت غسل میت از شارع علیہ السلام بچہ طور است آیا پائے میت بطرف قبلہ کردہ شود یا نہ۔
- ۶۔ اگر بجائے ضاد معجمہ ظاہر معجمہ خواندہ شود نماز فاسد گردد یا نہ۔
- ۷۔ دست بستہ نماز گزاردن بکدام آیت قرآنی ثابت است۔

جواب سوال اول

چوبے کہ بوقت طغیانی آب دریا بڑھ شود، دو قسم است۔ یکے مملوکہ و دوم غیر مملوکہ۔ مثلاً چوبے از کوہ و صحرا دریا بڑھ شدہ و شخصے اور اگر رفتہ فروخت ساختہ از تعمیر مکان و مسجد جائز است۔ چہ اشیاء کوہے و صحرائے بملکے نیانید الا بعد الحرز۔ و اگر مملوکہ دریا بڑھ گردیدہ و جائے گرفتہ شدہ او ہم دو صورت دارد۔ یکے بغرض تعریف۔ دوم بنفس خود پس اگر بغرض تعریف گرفتہ است آن لفظ نزد امانت است و نیز آن مخیر است کہ اگر منفعت بنید اور فروخت کردہ قیمتش نگہ دارد۔ چنانچہ در ہدایہ است۔ اللقطۃ امانۃ اذا الشہد الملتقط انہ یاخذها ویحفظها ویردہا علی صاحبہا۔ وایضاً وان لو یکن لہا منفعۃ و خوف ان تستغرق النفقۃ قیمتہا باعہا و امر بحفظ ثمنہا۔ و اگر برائے خود گرفتہ است۔ آن غصب است۔ چنانچہ در ہدایہ است۔ ولو اقرانہ اخذہ لنفسہ یضمن بالجماع لانہ اخذ مال غیرہ بغیر اذنہ و بغیر اذن الشرع۔ خلاصہ آن کہ اگر از قسم اول و ثانی است تعمیر مساجد از ورواست و برو حکم مسجد زیباست و اگر از قسم ثالث است از تعمیر مسجد نا جائز است و او حکم مسجد ندارد۔ چنانکہ مسجدے بر ارض مغمضوبہ حکم مسجد ندارد۔

جواب سوال دوم

اگر زنی پستان خود بطفلی داد و یقیناً معلوم است کہ در پستان او شیرے نیست پس حکم رضاعت جاری

نخواہد شد۔ اگرچہ جذب و کشش طفل معلوم شود چہ مدار ثبوت رضاعت دخول شیر بخلق طفل است۔ و اورادیں محل و جوفے نیست و اگر در پستان او شیر موجود است لیکن بعد مص شدن شک واقع شدہ کہ شیر بشکم طفل رسید یا نہ۔ و از خلق فرورفت یا نہ تا ہم ثبوت رضاعت نخواہد شد زیرا کہ بحالت شک ثبوت حکم رضاعت منہ شود۔ چنانچہ بر جندی در شرح مختصر و قایہ مے نگارو۔ یثبت بمصبة واحدة ولو قطرة بشرط ان یصل الی الجوف والیہ ذہب ابن عمر وابن عباس من الصحابة انتھی۔ و در بحر الرائق است۔ و خرج بالوصول ما لو ادخلت امرأة حلما تذیبا فی فور ضیع و لاتدری ادخل اللبن فی حلقة امر لا یحرم النکاح لان فی المانع شکا کذا فی الوالوالجیہ۔ انتھی۔

جواب سوال سوم

جانورے کہ بالائے عقدہ ذبح شود او حرام است خوردن او حلال نیست۔ اگرچہ بعض روایات مر جوبہ در حل اوست لیکن حلال نہ پذیرند و آل روایات را معتبر و مفتی بہ ندارند کہ کار دین و کار حل و حرمت است این امر معظم را نیکو نگہ دارند تا پاکی مسلمانان بحال ماند۔ و جائے کہ مسکین دستیاب نشود پیش سگان آگندن و یادفن کردن باید۔ و عنصات اغنیاء را خورانیدن ہرگز ہرگز جائز نیست۔ چنانچہ در ذخیرہ است۔ قصاب ذبح الشاة فی لیلۃ مظلمة فقطع اعلى من الحلقوم و اسفل منه یحرم اکلها لانه ذبح فی غیر المذبح لان المذبح هو الحلقوم۔

جواب سوال چہارم

اصل تقسیم در گوشت قربانی وزن است و تخمین ممنوع و وجہ عدم جواز قسمت تخمینی آنکہ این قسمت بمعنی مبادلہ و مالک گردانیدن یک دیگر است و لحم از اموال ربویہ است و قیمت و تملیک اموال ربویہ بلا وزن جائز نیست چہ احتمال کمی و بیشی دارد کہ موجب ربا است و آل حرام است و وقتیکہ کارع یا جلد بر حصہ ضم کرده شود جنس مختلف گردد و احتمال ربا مرفوع شود۔ پس دران وقت قیمت تخمینی روا باشد۔ اما شحم از قسیم لحم است نہ از قسیم کارع و جلد پس شحم را اولاد لحم تجلیل گردانیدن بہتر است از اضافہ نمودن بر حصہ منقسمہ علی السویہ۔ و اگر بعدہ تقسیم کردہ شود آل را ہم تقسیم وزنی ضروری است۔ چنانچہ در رد مختار است۔ و یقسو اللحم و زنا لا جزا فالان اذا ضم معہ من الاعراع او الجلد صرف الجنس لخلاف جنسہ۔ و در شامی است قوله لا جزا فالان القسمة فیہا معنی المبادلة ولو حلل بعضهم بعضا۔ قال فی البدائع اما عدم جواز القسمة مجازفة فلان فیہا معنی التملیک واللحم من اموال الربا فلا یجوز تملیکہ مجازفة۔ و اما عدم جواز التحلیل فلان الربا لا یحتمل الحل بالتحلیل۔ ولانہ فی معنی الهبة و هبة المشاع فیما یحتمل القسمة لا یصح۔

جواب سوال پنجم

تعیین کیفیت غسل میت از شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام صراحتہ معلوم منہ شود۔ ازین وجہ فقہاء کرام ضروری تعیین

برائے غسل میت نہ کنند بلکہ بعض ہیئت نماز راہتہ انکاشیہ زونے بقبلہ حکم غسل میت دادند۔ وچوں میت موضوع بر پشت بصورت نماز زونے بقبلہ شہ پائے اوخواہ مخواہ لبونے قبلہ گردد۔ و بعض ہیئت قبر را مستحسن داشتہ پائے میت بجنوب کردہ حکم غسل بیان کردند۔ بنا علیہ صاحب بغیری فرمود۔ ویوضع علی قفادہ در جلاہ الی القبلۃ ان امکان والافکیف تیسر۔

جواب سوال ششم

مخفی نماذ کہ قول مفتی بہ و مختار کہ مشائخ این است کہ در فساد و عدم فساد حصول امتیاز بین المخربین بمشقت و بلا مشقت است پس اگر باسانی امتیاز ممکن باشد تبدیل کیے بجائے دیگرے مفسد صلوة است۔ و اگر بمشقت امتیاز حاصل گردد ابدال حرفی بجائے حرفی مفسد صلوة نیست۔ چنانچہ در شرح منیہ است۔ وان کان الخطاء بابدال حرف بحرف فان امکان الفصل بین الحرفین بلا کلفة کالصاد مکان الطاء فانفقوا علی انہ مفسد وان لم یکن الا بمشقة کالطاء مکان الضاد فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلوی۔ و در رد مختار است۔ قال فی الخانیة والمخالصة الاصل فیما اذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی ان امکان الفصل بینہما بلا مشقة تفسد وان کان لا یمکن الا بمشقة کالطاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثرهم لا تفسد۔

جواب سوال ہفتم

مشائخ این سوال بحر جہالت چیزے نیست چہ اگر مثبت احکام محض آیتہ قرآنیہ بودے البتہ مطالبہ ش صحیح شدے علاوہ بریں اگر دست بستہ نماز گذاردن ثابت بآیت قرآنی نیست دست کشادہ خواندن بہ کدام آیت ثابت است بذام فتح اللہ علیانی بذالوقت۔ واللہ اعلم وعلہ اتم۔

العبد مہر علی شاہ از گولڑہ

ترجمہ

علمائے دین ان سوالات کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

۱۔ طغیانی کے موقعہ پر جو لکڑی دریا سے نکالی جاتی ہے اور دیہاتی لوگ اسے کام میں لاتے ہیں مسجد میں اس کا استعمال کیسا ہے۔

۲۔ اگر بوڑھی عورت بچے کے منہ میں اپنا پستان دے لیکن دودھ بچے کے حلق میں نہ اترے۔ کیا اس سے حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۳۔ جو جانور عقدہ (گندھی) سے اوپر ذبح کیا جائے اس کی حلت کے متعلق کیا حکم ہے؟

۴۔ قربانی کا گوشت کس طرح پر تقسیم کیا جائے۔ وزن سے یا اندازہ سے؟

۵۔ میت کے نہلانے کا طریقہ شارع علیہ السلام سے کس طور پر ثابت ہے۔ کیا اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کرنے چاہئیں یا نہیں؟

۶۔ اگر ضاد کی جگہ ظا پڑھا جائے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

۷۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی کس آیت سے ثابت ہے؟

جوابات

۱۔ جو لکڑی طغیانی کے وقت دریا بڑ ہو جاتی ہے دو قسم کی ہے مملوکہ اور غیر مملوکہ۔ اگر غیر مملوکہ ہو جیسا کہ پہاڑوں اور جنگلوں سے جہاں کسی کی ملکیت نہ ہو، کوئی لکڑی دریا میں آجائے اور کوئی شخص اُسے پکڑ کر مسجد وغیرہ میں کام میں لائے تو درست ہے۔ کیونکہ اس قسم کی چیزیں کسی کے ملک میں نہیں ہوتیں تا وقتیکہ کوئی انہیں اپنے حرز اور حفاظت میں نہ لے آئے۔ اور اگر مملوکہ لکڑی دریا بڑ ہو گئی۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہ جو لینے والے نے بغرض تعریف و تشہیر اپنی حفاظت میں لی ہے۔ تاکہ بصورت مالک معلوم ہونے کے واپس کر دی جائے۔ ایسی لکڑی لفظ (گری پٹی چیز) کا حکم رکھتی ہے۔ اور شرعی لحاظ سے امانت ہے۔ اٹھانے والے کو اختیار ہے کہ اُسے بیچ کر اس کی قیمت محفوظ رکھے اور مالک معلوم ہونے کی صورت میں اُسے سپرد کرے یا خود اس چیز کو محفوظ رکھے اور سپرد کرے۔ اور اگر ایسی چیز ہو کہ اس سے کوئی خاص نفع بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس کا خرچہ قیمت سے بھی بڑھ جائے گا۔ تو ایسی چیز کو فروخت کر کے قیمت مالک کو سپرد کرے۔ (اور مالک معلوم نہ ہونے کی صورت میں خود صاحب حاجت اور مسکین ہو تو استعمال کر سکتا ہے ورنہ کسی مسکین پر صدقہ کر دے۔ لیکن اس صورت میں جب بھی مالک معلوم ہو گیا وہ اگر ضمانت کے طور پر اسی چیز کی قیمت لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر معاف کرے تو اُس کی طرف سے صدقہ ہوگا) اور اگر اٹھانے والے نے مالک کو واپس کرنے کی غرض سے نہیں اٹھائی بلکہ اپنی ذات کے لیے اٹھائی ہے تو وہ غاصب ہے اور اُس چیز کے احکام مضروبہ چیز کے ہوں گے۔ اور وہ بہر صورت ضامن ہوگا۔ پس اگر لکڑی غیر مملوکہ ہے یا مملوکہ ہے مگر بطور لفظ اٹھائی گئی ہے اس کا استعمال مسجد میں جائز ہے اور اس مکان کو شرعاً مسجد کہا جائے گا۔ اور اگر مملوکہ ہے اور اٹھانے والے نے اپنی ذات کے لیے اٹھائی ہے تو وہ غصب میں داخل ہے اور اس کا استعمال مسجد میں درست نہیں اور نہ اس لکڑی سے تعمیر شدہ مسجد شرعی لحاظ سے مسجد ہو سکتی ہے جیسا کہ مضروبہ زمین میں مسجد بنا کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ سے نقل ہوا ہے۔

۲۔ اگر عورت نے پستان بچے کے منہ میں دیا اور اُسے یقین ہے کہ اس کے پستان میں دودھ نہیں۔ اس پر رضاع کے احکام جاری نہیں ہوتے اگرچہ بچہ پستان کو چوسے بھی۔ کیونکہ رضاعت کے ثبوت کا مدار اس بات پر ہے کہ دودھ بچے کے حلق میں داخل ہوا یا نہیں اور اگر عورت کے پستان میں دودھ تھا لیکن اس میں شک ہے کہ دودھ بچے کے حلق میں اتر آیا یا نہیں اور پیٹ کے اندر پہنچا ہے یا نہیں تو اس صورت میں بھی شک کی وجہ سے حرمت رضاع ثابت نہ ہوگی۔ جیسا کہ برجنیدی اور بحر الرائق وغیرہ کی عبارت مذکورہ سے واضح ہے۔

۳۔ جو جانور عقدہ (گنڈھ) سے اوپر ذبح کیا جائے وہ حلال نہیں۔ اگرچہ بعض ضعیف روایات اس کی حلت کے متعلق موجود ہیں لیکن حلت و حرمت کے معاملہ میں ایسی ضعیف روایات پر عمل درست نہیں۔ لہذا جہاں کوئی مسکین میسر نہ ہو کتوں کے سامنے ڈالنا چاہیے یا دفن کر دینا چاہیے۔ اور غنی لوگ اسے ہرگز استعمال نہ کریں جیسا کہ ذخیرہ کی عبارت سے واضح ہے۔

۴۔ قربانی کے گوشت کو وزن کے ساتھ تقسیم کرنا لازم ہے۔ کیونکہ یہ تقسیم ایک قسم کا مبادلہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو تملیک کرتا ہے۔ اور گوشت چونکہ سودی اموال سے ہے۔ لہذا اس میں تخمین اور اٹکل سے تقسیم درست نہ ہوگی ہاں اگر گوشت کے ساتھ چمڑا اور پائے وغیرہ شامل کر لیے جائیں تو جنس مختلف ہو جانے کی وجہ سے انداز سے تقسیم درست ہوگی لیکن چربی ایک قسم کا گوشت ہے۔ اُسے یا تو پہلے ہی گوشت میں ملا دینا چاہیے۔ اور اگر بعد میں تقسیم کی جاوے تو وزن لازم ہوگا جیسا کہ در مختار کی عبارت مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے۔

۵۔ میت کے غسل کے وقت کوئی مخصوص کیفیت شارع علیہ السلام سے منقول نہیں۔ اس لیے فقہاء کرام نے کوئی خاص وضع لازم قرار نہیں دی بعض نے ہیئت نماز کو ترجیح دی ہے۔ اور میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنا بہتر خیال کرتے ہیں۔ اندر میں صورت میت کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں گے۔ اور بعض نے قبر میں رکھنے کی کیفیت کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لہذا پاؤں جنوب کی طرف کرنے اچھا سمجھتے ہیں جیسا کہ صاحب صغیری نے فرمایا ہے۔ کہ میت کو گردن اور پشت کے بل لٹایا جائے۔ اور اُس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔ اور اگر یہ صورت کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو جس طرح سہولت ہو اُس طرح کیا جاوے۔

۶۔ مخفی نہ رہے کہ اکثر مثلخ کے نزدیک مفتی بقول یہ ہے۔ کہ اگر قرأت میں ایک حرف کے بجائے ایسا دوسرا حرف پڑھ لیا جس میں مخرج کے لحاظ سے امتیاز کرنا مشکل ہے تو قاری معذور ہوگا اور نماز فاسد نہ ہوگی ورنہ فاسد ہو جائے گی مثلاً صاد اور طاء کے درمیان فرق آسان ہے۔ لہذا ان میں سے ایک کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا مفسد نماز ہے۔ اور ضاد اور ظا میں امتیاز آسان نہیں۔ لہذا آپس میں تبدیل کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی جیسا کہ شرح منیہ اور در مختار کی عبارات مذکورہ سے واضح ہے۔

۷۔ اس سوال کا منشاء جہالت ہے کیونکہ اگر احکام کا ثبوت فقط آیات قرآنی سے ہوتا۔ تب تو یہ مطالبہ درست تھا۔ علاوہ ازیں اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا آیت قرآنی سے ثابت نہیں تو ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا کونسی آیت سے ثابت ہے۔
(دستخط حضور قبلہ عالم)



۴۴ طاعون زدہ علاقے سے علاج کے لیے نکل جانے کے متعلق حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طاعونی مقام سے نکل کر محض بغرض تبدیل آب و ہوا حسب تجویز حکماً اپنے مکانوں کے قریب کسی دوسرے مکان یا صحرا یا فضاء کی جگہ بستی کے ارد گرد خس پوش جھونپڑی یا نیموں میں لوگ سکونت اختیار کریں اور حق ہمسایہ ترک نہ ہو۔ اور ایک دوسرے کی خبر گیری ہوتی رہے تو باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب هو المذموم الصواب

بغرض علاج و اصلاح آب و ہوا جو لوگ مرض میں مبتلا ہوں۔ اور جو مبتلا نہ ہوں دونوں باہر نکل سکتے ہیں۔ کیونکہ جس سرزمین کی آب و ہوا فاسد ہو گئی ہو اس کی اصلاح صحت کے لیے زیادہ مفید ہے۔ فتح الباری اور مرقاة الصعود میں ہے ان استصلاح الاھویۃ من النفع الاشیاء فی تصحیح البدن وبالعکس الخ
لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عربیہ کو ان حالات میں مدینہ پاک سے باہر کئی میل کے فاصلہ پر بھیج دیا تھا۔ و عند ابن سعد ان عدداً صلی اللہ علیہ وسلم کان خمس عشرة وعند ابی عوانة كانت ترعى بذي الجدر۔ بالجیو وسكون الدال المهملة ناحية قباء قريبا من عين على ستة اميال من المدينة (قسطلانی) اور جس وقت عربیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے باہر نکلنے کی اجازت بخشی تھی۔ اس وقت مدینہ میں عام طور پر مرض پھیلا ہوا تھا۔ مسلم والی حدیث کا جملہ (وقد وقع بالمدينة الموم وهو البرسام) ملاحظہ ہو یعنی اہل عربیہ کے مدینہ منورہ میں آنے سے پہلے عنقریب ہی شہر میں مرض پھیلا ہوا تھا کما لا يخفى عن من له ادنى مسكة في العربية۔ پس خروج علاجاً جائز ہوا، نہ فراراً۔ لہذا عربیہ والی حدیث اور حدیث صحیحہ واردہ دربارہ نہی فرار میں کوئی تناقض نہیں اور قائل جواز الفرار کا استدلال حدیث عربیہ سے بوجہ الفاظ حدیث میں غور نہ کرنے اور البتہ حدیث مذکورہ سے جواز العلاج ثابت ہوتا ہے۔ علامہ عینی کا عمدۃ القاری میں در جواب قائل و مستدل مذکور یہ فرمانا کہ مدینہ طیبہ میں (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) عام طور پر مرض پھیلا ہوا نہیں تھا اور نہ اہل عربیہ کے چند آدمیوں کو آب و ہوا مخالف ہونے کی وجہ سے باہر نکلنے کی اجازت بخشی گئی تھی۔ گویا صورت طاعون ہی نہ ٹھہری مسلم کی حدیث کے اس جملہ کے خلاف ہے۔ حدیث قال رداعلی من جواز الفرار من الطاعون محتجاً بقصة العربین بانہ لہو یکن ذالک فراراً من الوباء اذھو کانو مستوحشین خاصة دون سائر الناس الخ مگر چونکہ یہاں پر لزوم خلاف ہے نہ التزام خلاف۔ لہذا علامہ عینی محل طعن نہیں ہو سکتے۔ دراصل وجہ اختیار طرز جواب مذکور کی یہ ہے کہ در وقت رد مستدل علامہ عینی کے زیر نظر بخاری کی حدیث ہے جس میں جملہ مذکورہ بالا نہیں۔ عمدۃ القاری ملاحظہ ہو۔ الغرض نظر بحدیث عربیہ و اثر ابی موسیٰ مسطورہ ذیل خروج علاجاً جائز ہے۔

حضرت عمرؓ نے طاعونِ عمواس میں تمام لشکر کو اردن سے جا بیہ چلے جانے کا حکم بھیجا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص طاعون میں مبتلا ہو بغرض ازالہ مرض و استنشاق ابویہ صحرا اور جو طاعون میں مبتلا نہ ہو بقصد حفظِ مائتہ تم دونوں طاعونی مقام سے باہر نکل سکتے ہیں اور یہ خروج فرار انہیں بلکہ علاجاً ہے۔ جتنی احادیث نبیؐ خروج میں وارد ہیں سب سے خروج فرار ممنوع پایا جاتا ہے نہ مطلق خروج۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں باب من خرج الی ارض لا تلامئہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ و ذکر فیہ قصۃ عربیین وقد تقدمت الاشارة اليها قریباً وکانہ اشار الی ان الحدیث الذی اورده بعده فی النهی عن الخروج من الارض التي وقع فیها الطاعون لیس علی عمومہ انما هو مخصوص بمن خرج فراراً منه الخ صحیح مسلم والی حدیث یبے عن انس بن مالک قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفر من عربینۃ فاسلموا و بايعوه و قد وقع بالمدينة الموم وهو البرسام فقالوا هذا لوجه قد وقع یارسول اللہ فلو اذنت لنا فخرجنا الی الابل فکنا فیہا فقال نعم فاخرجوا فکونوا فیہا۔ الحدیث۔ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو باسناد مذکور نقل فرما کر لکھتے ہیں۔ ففی هذا الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرهم بالخروج الی الابل وقد وقع الوباء بالمدينة فكان ذلك عندنا والله اعلم علی ان یكون خروجهم للعلاج لا للفرار۔ فثبت بذلك ان الخروج من الارض التي وقع بها الطاعون مکروه للفرار و مباح لغير الفرار۔ ابو موسیٰ کا اثر جس سے عمر فاروق کا مع چھ ہزار صحابی کے علاجی خروج کے جواز پر اجماع پایا جاتا ہے۔ یہ ہے ان عمر کتب الی ابی عبیدۃ ان لی الیک حاجة فلا تضع کتابی من یدک حتی تقبل الی فکتب الیہ انی عرفت حاجتک و انی فی جند من المسلمین لا اجد بنفسی رغبة عنہم فکتب الیہ اما بعد فانک نزلت بالمسلمین بارض غمیقہ فارفعہم الی ارض نزهة الخ ابن حجر فتح الباری میں اسی کے متعلق لکھتے ہیں۔ فہذا یدل علی ان عمر راى ان النهی عن الخروج انما هو لمن قصد الفرار متمحضاً الخ ثم قال وایتد الطحاوی صنیع عمر بقصۃ العربیین فان خروجہم من المدینۃ کان للعلاج لا للفرار الخ پھر بعد اس کے لکھتے ہیں کہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی امر کا لحاظ رکھا ہے۔ ولحظ البخاری ذلك فترجو قبل ترجمة الطاعون من خرج من الارض التي لا تلامئہ و ساق قصۃ العربیین منقولہ عبارات سے ثابت ہوا کہ :-

- ۱۔ علاجاً نکلنا مبتلاً یا غیر مبتلاً دونوں کے لیے جائز ہے۔
- ۲۔ عمر فاروق کا مع چھ ہزار صحابی کے اسی پر اجماع ہے۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے اسی اثر ابی موسیٰ کے اخیر پر نقل کرتے ہیں۔ قال ابوالموجہ زعموا ان ابا عبیدۃ کان فی ستۃ و ثلاثین الفامن الجند فما توافلویبق الاستۃ الاف رجل الخ
- ۳۔ امام جمعہ طحاوی کا بھی یہی مذہب ہے۔
- ۴۔ حافظ ابن حجر بھی خروج علاجاً کو ترجیح دیتے ہیں جس سے میلان اس کا جواز کی طرف پایا جاتا ہے۔
- ۵۔ متاخرین فقہاء کا بھی یہی فتوے ہے۔ فتاویٰ ہندیہ اور دیگر مختار و غیر ہا ملاحظہ ہوں۔

احادیث نہی۔ فاذا سمعتوبہ بارض فلا تدخلوها علیہ ولا تخرجوا منها فرادامن سمع بہ بارض فلا یقعد من علیہ ومن وقع بارض وهو بها فلا یخرجن للفلا رمنہ۔ مسلم۔ اذا سمعتوبہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتربها فلا تخرجوا فرادامنہ۔ ان احادیث پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوا کہ خروج فراراً ممنوع و ناجائز ہے۔ کما قال النووی والعینی والقسطانی والزرقانی وابن حجر والطحطاوی وغیرہم اما الخرج لعارض فلا بأس بہ۔ وہ احادیث جن کے منطوق سے بیٹھنے والے کو بشرط صبر و احتساب درجہ شہادت حاصل ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم و کنز العمال و مسند احمد وغیرہم کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتے ہیں جن کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو صابراً محتسباً نہ ٹھہرے اس کو درجہ شہادت نصیب نہ ہوگا۔

مہیہ بعض اشیاء کا باہمی تخالف بحسب الحقیقت ہوتا ہے۔ چنانچہ آدمی، گھوڑا، بکری، گائے، نماز، روزہ، چوری، زنا وغیرہ وغیرہ اور بعض اشیاء کے تخالف کی دار و مدار صرف قصد و نیت پر ہوتی ہے۔ نیت ہی کے تخالف سے ان کے ماہیات الگ الگ قرار دیئے جاتے ہیں جس پر تخالف فی الاحکام متفرع ہوتا ہے۔ مثلاً صبح سے شام تک امساک یعنی پانی، روٹی وغیرہ ماکولات و مشتمیات کا استعمال نہ کرنا۔ اگر اتفاقی یا افلاس کی وجہ سے ہو تو اس کو صوم (روزہ) نہیں کہا جاتا۔ اور اگر بقصد روزہ ہو تو اس کو صوم کہا جاتا ہے یا خروج من البیت گھر سے باہر نکلنا۔ اگر بقصد ادا نماز وغیرہ مشروعات ہو تو اس خروج کو مستحسن کہا جاتا ہے۔ اور اگر بقصد چوری، زنا وغیرہ ہو تو اسی خروج کو قبیح۔ ایسا ہی مقابلہ جنگ میں پیچھے ہٹنا بقصد فرار ناجائز اور بغرض دھوکا دینے مقابل کے تاکہ وہ آگے کو بڑھے اور ہم کو موقع شمشیر زنی اور تیراندازی کا ملے جائز۔ حنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا قرآن پڑھنا ممنوع اور بطریق ذکر و دعا جائز وغیرہ وغیرہ علی بذالقیاس مانحن فیہ میں بھی طاعونی مقام سے باہر نکلنا بقصد فرار ناجائز اور بغرض علاج جائز۔ خروج للفرا اور خروج للعلاج میں فرق ہے۔ پہلی صورت میں نکلنے والے کا خیال یہی ہوتا ہے کہ خروج کو صرف ذریعہ نجات سمجھتا ہے۔ علاج و مداوی کا خیال قصد اس کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ بخلاف دوسری صورت کے کہ یہاں پر صرف نکلنے کو ذریعہ نجات نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ پاکیزہ ہواؤں کے استعمال و تواخوری کو ذریعہ نجات تصور کیا جاتا ہے۔ اور یہی امر اس کا ملحوظ بالذات ہوتا ہے نہ صرف خروج بخلاف پہلی صورت کے کہ وہاں مقصود و ملحوظ صرف خروج اور بھاگنا ہی ہوتا ہے۔ لہذا فارمض حکیم و معالج کی ہدایات کا خیال نہیں کرتا۔ ہاں بقصد علاج نکلنے والے کو حکیم و ڈاکٹری ہدایت کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ الغرض دونوں صورتوں میں فرق نہایت غور بینی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ عام فہم امر نہیں۔ لہذا فرار و قبیح متوکل و کامل الایمان کو بھی انہما زمان نے طاعون عمواس والے معاملہ میں فارمن الطاعون قرار دیا۔ حالانکہ آپ فرار من الطاعون کو بہرگز جائز نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ راستہ سے آپ کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ جملہ مذکورہ فی الحدیث فلا تدخلوها تھا جس کو اپنی رائے دربارہ ماحمت من الطریق قائم کرنے کے بعد سُن چکے تھے اور ابو عبیدہ ابن الجراح کو دوبارہ تاکید تحریری ہدایت اردن سے بمعشر جابوہ کو پھل جانے کی بقصد علاج تھی نہ بغرض فرار۔ چنانچہ آپ کے الفاظ ان الارض و بیئہ و عمقہ غمیقہ و ان الجابیہ ارض نزهة فاظهر بالہاجرین الیہا) تبدیل ہوا پر صاف دلالت کر رہے ہیں۔ اور عبیدہ بن جراح کا پہلا مکتوب سے انکار اور دوسرے سے بمعشر لشکر کے تعمیل کی بنا پر اسی فرق پر تھی یعنی پہلے انہوں نے فرار سمجھ کر انکار کیا تھا۔ اور ثانیاً علاج خیال فرما کر تعمیل کی۔ قال الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ و

على هذا المعنى والله اعلم رجوع عمر بالناس من سرخ لاعلى انه فارصا قد نزل بهما الخ ثغر قال و
كذلك ما اراد بكتابه الى ابى عبدة ان يخرج هو ومن معه من جند المسلمين انما هو لنزاهة
المجاوية وعمق الؤدن - اس کے بعد امام طحاوی نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ اے خدا لوگوں کا خیال ہے
کہ میں نے طاعون سے فرار کیا حالانکہ میں اس سے بری ہوں۔ زعموا انى فررت من الطاعون وانا ابرء اليك
من ذلك (فتح الباری عن الطحاوی) پس معلوم ہوا کہ آپؐ نے ابو عبیدہ کو بہ نیت فرار ہرگز نہیں بلایا تھا۔ بلکہ
بقصد تبدیل ہوا۔ چنانچہ ان کے فقرات مندرجہ مکتوب سے اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ الحاصل طاعونی مقام سے نکلنے کی
چند صورتیں ہیں :-

۱- یہ ہے کہ بغرض علاج و اصلاح آب و ہوا ایسی جگہ چلا جائے جس کی آب و ہوا خوشگوار و عمدہ ہو۔ عام ازیں کہ
طاعون میں مبتلا ہو یا نہ ہو۔ اس صورت میں بھی اختلاف ہے بعض صحابہ و محدثین صورت فرار کی سمجھ کر اس کو
نا جائز خیال کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر خلیفہ ثانی عمر فاروقؓ پر قول جو از فرار از طاعون کی تہمت لگائی گئی تھی۔ اور
بعض صحابہ و محدثین اس وجہ سے کہ فرار محض نہیں جائز کہتے ہیں۔ قال الحافظ في فتح الباری۔ ومن جملة
هذه الصورة الاخيرة ان تكون الارض التي وقع بها وخمة والارض التي يريد التوجه
اليها صحيحة فيتوجه بهذا المقصد فهذا جاء النقل فيه عن السلف مختلفا فمن منع نظر
الى صورة الفرار في الجملة ومن اجاز نظر الى انه مستثنى من عموم الخروج فرارا لانه لو يتحضر
للفرار وانما هو لقصد التداوى بنظر اعمان وعمق دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایسا خروج جائز و مباح
ہے اور اس کی دلیل راجح و قوی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر اور طحاوی کی روایات اور چھ ہزار صحابی کا اجماع اوپر
بیان ہو چکا ہے۔

۲- طاعونی مقام سے محض بغرض طاعون سے بچنے کے کہیں دوسری جگہ نکل جائے بغیر اس کے کہ
اس کو علاج بہ تبدیل ہوا و احترام از ہو افساد مقصود ہو۔ ایسا خروج نا جائز ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے
عدم جواز اس کا بخوبی ثابت ہے۔

۳- یہ کہ محض بقصد حاجت دینی یا دنیوی بغیر ارادہ فرار کہیں چلا جائے یہ خروج بالاتفاق جائز ہے۔ قال النووی
والتفوق اعلى جواز الخروج لشغل وغرض غير الفرار ودليله صريح الاحاديث هكذافي
فتح الباری وعمدة القاری وارشاد الساری والذرقانی وغیره۔

۴- یہ کہ کسی مطلب دینی یا دنیوی کے لیے نکلے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تبعاً ملحوظ ہو کہ طاعونی مقام سے نجات حاصل ہوگی۔
اس صورت میں اختلاف ہے۔ قال الحافظ في فتح الباری۔ والثالث من عرضت له حاجة فاراد
الخروج اليها وانضوى الى ذلك انه قصد الراحة من الاقامة بالبلد التي وقع بها الطاعون
فهذا محل النزاع۔

۵- یہ کہ بغرض اصلاح و تبدیل ہوا امکان چھوڑ کر اپنے مکانوں کے قریب کسی دوسرے مکان یا صحن یا کھلی فضا کی جگہ
بستی کے ارد گرد جھوپڑے یا خیموں میں سکونت اختیار کرے۔ ایسی صورت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ

حق احیاء و اموات عیادت و تجمیر وغیرہ ترک نہ ہو۔ اسی بنا پر فقہاء کا حکم ہے کہ اگر سب بستی والے بستی چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور ایک شخص بھی وہاں نہ رہے تو یہ درست ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حق تلفی کا اندیشہ نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں طاعونی مقام سے خروج کے منہی عنہ ہونے کی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ حقوق احیاء و اموات ترک کرنے سے گنہگار ہوگا۔

دوسری شرط جو ازکی یہ ہے کہ نکلنے والا خروج کو موجب نجات نہ سمجھے۔ **تنبیہ**۔ یہ امر بھی فرق بین العلاج والفرار کی طرح قابل غور ہے عام فہم نہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ نسبت الی السبب شان مومن کے حقیقی طور پر منافی ہے۔ بلکہ بوجہ انکار از سبب کفر ہے۔ ہاں مجازی طور پر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً انبت الربیع البقل بہار نے انگری کو اگایا۔ مومن کا مقولہ ہو تو بہار کی طرف اگانے کی نسبت مجازی ہوگی۔ اور درحقیقت اگانے والا حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ اور یہی جملہ اگر منکر الوہیت کے تو اسناد حقیقی ہوگا۔ عوام کا یہ کہنا کہ شربت نیلو فروغیرہ سے مجھے شفا ہوئی اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ شربت مجھے شفا بخشی ہے نہ یہ کہ شربت مستقل طور پر شافی ہے۔ علیٰ بذالقیاس طاعونی مقام سے نکلنا مومن کے خیال میں حقیقی طور پر بچانے والا نہیں ہوتا۔ بلکہ مجازاً کہا جاسکتا ہے کہ نکلنے سے بچ گیا ہوں۔ یعنی نکلنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تبدیل ہو کر میرے لیے سبب نجات بنا دیا ہے۔ مشیت ایزدی اسی طرح پر ہوئی۔ بخلاف دہری اور منکر الوہیت کے کہ وہ چونکہ اسباب کو مؤثر مستقل طور پر سمجھتا ہے تو اس کے فاسد خیال میں مشیت ایزدی کو (معاذ اللہ) گذر ہی نہیں۔ لہذا وہ قطعاً طور پر نسبت اثر الی السبب کر سکتا ہے یعنی کہہ سکتا ہے کہ نکلنے کی صورت میں ضرور بچ جاؤں گا۔ بخلاف مومن کے کہ وہ نکلنے پر بھی بچنے کو معلق مشیت ایزدی سمجھتے ہیں۔ یہ ہے معنی قول ذیل شیخ عبدالحی محمد ث دہلوی کا۔ اس میں لفظ (البتہ) قابل غور ہے۔ "و اگر اعتقاد کند کہ اگر نکر یزد البتہ مے میرد۔ و اگر بگر یزد البتہ سلامت مے ماند کافر گردد و نعوذ باللہ من ذالک"۔ اور ہمارے خیال میں باہر نکلنے والے مسلمانوں سے کوئی ایسا نہیں جو دہری عقیدہ کے مطابق اعتقاد کرے۔ بلکہ عام لوگ ہر کام میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو ملحوظ رکھتے ہیں اور مؤثر حقیقی سمجھتے ہیں۔ فت۔ حسب بیان امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ از الہ ضرر کے اسباب تین قسم کے ہیں۔

۱۔ مقطوع النفع۔ جیسے بھوک پیاس کے لیے کھانا کھانا۔ پانی پینا اور سانپ، بچھو، شیر، آگ سے بھاگنا۔

۲۔ مؤبوم النفع۔ چنانچہ داغنا اور منتر پڑھنا۔

۳۔ مظنون النفع۔ چنانچہ فصد، حجامت، مسہلات کا استعمال۔ ایسا ہی مجربات کا برتاؤ۔

پہلی صورت میں ترک اسباب نہ صبر ہے نہ توکل بلکہ شرعاً ممنوع ہے۔ دوسری صورت میں ترک افضل و اولیٰ ہے۔ اور استعمال خلاف توکل۔ قال الغزالی فی احیاء العلوم۔ و اما الموهوم فنشرط التوکل ترکہ اذ بہ وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتوکلین۔ انتہی۔ تیسری صورت میں نہ ترک ضروری ہے اور نہ استعمال خلاف توکل۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ و اما الدرجه المتوسطة وهي المظنونة كالمداواة بالاسباب الظاهرة عند الاطباء ففعله ليس مناقضاً للتوکل بخلاف الموهوم و ترکہ ليس محظوراً بخلاف المقطوع بل قد يكون افضل من فعله فی بعض الاحوال و فی بعض الاشخاص فہی علی درجۃ بین الدرجتین و یدل علی ان التداوی غیر مناقض للتوکل بفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دقوله وامره الخ۔ طاعونی مقام سے باہر نکل کر دو کرنا اور ہوا پاکیزہ سے منتفع ہونا بقول اطباء و شہادت تجربہ
مظنون النفع ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور عمر فاروق کے ارشاد سے پاکیزہ ہوا کا مفید ہونا ثابت ہے
چنانچہ واقعہ اہل عربیہ اور قصہ طاعون عمواس اس پر شاہد ہے۔ بناءً علی المذکور طاعونی مقام میں بیٹھ کر یا باہر نکل کر دو کرنا جائز
ہوگا۔ ہاں باہر چلے جانے کو بدیں وجہ کہ اس سے حقوق احوال و اموات بیمار پرسی و خبر گیری و تجویز وغیرہ فوت ہوں گے
ناجائز کہہ سکتے ہیں۔ اور امام غزالی نے باہر نکلنے کی منہی عنہ ہونے کی علت بھی بیان فرمائی ہے۔ حیث قال بل العلة
فی النهی عن مفارقة البلد بعد ظهور الطاعون انه لو فتح هذا الباب لارتحل عنه الاصحاء وبقى
فیہ المرضى مهملین لا متعهد لهم فیہ لکون هزلًا وضرًا۔

ناظرین! انصاف پسند ملاحظہ تحریریں دیکھ سکتے ہیں کہ خروج للعلاج بقول امام طحاوی رحمہ اللہ جو حنفیہ
کے مسلم محدث اور سرگروہ ہیں جائز ہے۔ اور اس پر حدیث مرفوعہ و اتر صحابہ بھی پیش کرتے ہیں اور فقہاء نے بھی طاعون
کے باب میں امام طحاوی کے قول پر فتوے دیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مندیہ و ذکر مختار ملاحظہ ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ
در صورت مندرجہ استفتاء علماء کاشمیروں سے باہر نکل کر بیٹھنے والوں کو مع مراعاة حقوق احوال و اموات کافر قرار دینا اور
ان کو بغیر جنازہ دفن کرنا اسی بنا پر ہوا کہ انہوں نے فرار اور علاج میں فرق نہیں سمجھا۔ بلکہ الثابصورت معلومہ قائل بالجواز
کو مخالف قرآن و احادیث و فقہاء اولیاء ٹھہرایا۔ حالانکہ آیت کریمہ **الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ**۔ الی
آخر الآیۃ۔ اور تفاسیر اور احادیث میں خروج للعلاج کا ذکر ہی نہیں۔ کمالا یحفی علی المنصف المتدبر خلیفہ ثانی
عمر فاروق پر ہمت قول بجواز فرار بھی گونا سمجھی کی وجہ سے باندھی گئی تھی۔ مگر ہمارے موجودہ زمانہ کے بعض اہل علم نے مزید برآں
مفتی اور مستفتی دونوں کو کافر قرار دیا۔ عفی اللہ عنہم۔ بزعم ان کے چھ بزرگ صحابی معہ عمر فاروق اور امام ہمام ابو جعفر طحاوی حفظہ
ابن حجر و قسطلانی و دیگر فقہاء (معاذ اللہ) یہ سب لوگ قرآن اور حدیث کے محرف و کافر ٹھہرے اور قرآن و حدیث میں
معاذ اللہ تناقض ہوا۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا وَاَوْ اَخْطَاْنَا۔

ہماری تحریریں دیکھنا حاصل طاعونی مقام سے خروج علاجاً جائز بشرطیکہ حقوق احوال و اموات فوت نہ ہوں۔ نہ یہ کہ واجب
ہے اور ضروری ہی نکلے بلکہ عدم خروج میں تقویٰ و احتیاط ہے۔ چنانچہ سال گذشتہ والی طاعون میں اسی پر ہمارا عمل رہا۔ اور سکون
موجب اجر شہادت مگر بشرط صابر اور محتسب ہونے کے نہ یہ کہ دینیہ کو نہیں چھوڑ سکتا یا سوائے طلب شہادت کے کوئی اور امر
مد نظر نہ ہو۔ ورنہ شہید نہ ہوگا۔ شہادت کے لیے پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے (۱) طاعونی مقام (۲) عدم خروج و فرار
(۳) صبر (۴) احتساب (۵) توکل علی اللہ۔

صورت مندرجہ استفتاء میں پہلے امر کا تحقق بدیں وجہ ہو سکتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک فناء مصر میں عید و جمعہ کا ادا کرنا جائز
ہے۔ حالانکہ لاجمعة ولا شریق الا فی مصر جامع صحیح و مسلم ہے عند الحنفیہ۔ امام شعرانی رحمہ اللہ وجہ قول حنفیہ اس طرح

لہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بستی میں بعض اشخاص اور پوچھوں کے مرنے کے بعد جو لوگ بستی سے نکلے ہیں بچلنا ان کا کم مفید پڑا ہے کیونکہ نہ ہری ہوا کے
سرایت کرنے کے بعد اس کی اصلاح مشکل ہے البتہ جو لوگ نکلنے میں سبقت کرتے رہے اور پوچھا مرنے کے متصل ہی نکل گئے یا اس سے بھی پہلے وہ
لوگ غالباً بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے ہیں۔ ۱۲

بیان فرماتے ہیں۔ وجہ قول ابی حنیفہ۔ ان ما قارب الشیء اعطى حکمہ۔ واللہ اعلم و علمہ اتع۔ پہلی شرط کا انتقال بھی اگر مانا جائے تو اصل مطلب یعنی صورتِ مسطورہ میں خروج کے جائز کہنے کو مفسر نہیں۔
 هذا ما فی علی القاصر الان والعلم عند اللہ وعلیہ التکلان والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوة والسلام
 علی سید ولد عدنان ما تعاقب الملوان والہ وصحبہ طرامادارت النیران۔

العلم
 الملحقی الی اللہ المدعو بہ علی شاہ عفی عنہ بستم خود از گولڑہ

۲۵ معاہدہ کے خلاف مدعی کے دعوے کرنے کے متعلق حکم استفتاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس بارہ میں کہ ایک شخص کی چوری ہوئی تو وہ ایک مخدوم صاحب جو کہ بڑے متقی و پرہیزگار ہیں، کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے تمام گاؤں کے لوگوں سے قسم لے دیوں۔ انہوں نے تمام شہر کے باشندوں کو بلا کر ان سے مسجد میں قرآن شریف سامنے رکھ کر قسم لی۔ اب اگر وہ شخص اس قسم کے بعد بھی گاؤں مذکورہ کے لوگوں پر شبہ کرے تو آیا مدعی مذکور کو اجرائے دعوے کی شرعاً اجازت ہے یا کہ نہیں؟ باوجودیکہ بموجب قول شامی فی الجلد الرابع ۶۵۱ قولہ حلفہ الحاكم والایبطل حقہ بیہینہ ولا یبطل معہبیتہ لکنہ لیس لہ ان یخاصو مالہ لیقوالبینتہ علی وفق دعواہ فان وجدھا اقامھا وقضی لہ بہا۔ نیز اس شخص نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ قسم دینے کے بعد اگر کسی شخص پر صریحاً شک معلوم ہوا تو میں کوئی دعوے مال نہیں کروں گا۔ آیا یہ معاہدہ بھی کوئی حقیقت رکھتا ہے یا کہ نہیں؟ اگر رکھتا ہے تو کس کے حق میں۔ بینوا و تو جروا۔

الجواب وهو المملو بالصواب

مدعی کو اجرائے دعوے کی شرعاً اجازت ہے۔ کما فی البدائع و بحر الرائق والدر المختار اور معاہدہ مذکورہ دعوے کرنے سے مانع نہیں۔ کما فی در المختار و قال اذا حلفت فانت بری من المال شرعاً برہن علی الحق قبل، ہکذا فی البدائع۔ و بحر الرائق والدر المختار۔

العبد مہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ



۴۶ کانگریس میں شمولیت کے متعلق حضرت کا ارشاد

سوال - کیا مسلمان کو کانگریس میں شامل ہونا چاہیے یا نہ؟

جواب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

مکرمی شاہ صاحب وفق اللہ تعالیٰ الجانین لما یحب ویرضی
تسلیم استدعا دُعای میری رائے میں یہ شمولیت اسلام کے برخلاف اور ناجائز ہے (بوجہ علالت طبع جو مدت
مدید سے لاحق ہے) زیادہ عرض نہیں کر سکتا۔

البعث - دُعا گوئی و دُعای جوئی از گولرہ بقلم خود

۴۷

تحریک خلافت اور بیعت امامت کے متعلق مولانا عبد الباری صافرنگی محلی کا خطاؤ

اُس کا جواب

حضرت کا تعلق دارالعلوم فرنگی محل سے اپنے زمانہ طالب علمی سے تھا اور مولانا عبد الباری صافرنگی محلی سے آپ
کے دیرینہ مراسم تھے۔ مولانا جمعیت العلماء ہند سے بھی منسلک تھے جو مسلمانان ہند کی ایک سیاسی جماعت تھی۔
ان دنوں تحریک خلافت کا چرچا تھا۔ مولانا نے حضرت کی خدمت میں اسی تحریک کے سلسلہ میں ایک خط تحریر کیا تھا جس
میں اُس وقت کے حالات کے تحت بیعت امامت کے شرعی جواز کے متعلق استفسار تھا۔ مولانا کا خط من و عن درج کیا
جاتا ہے تاکہ حضرت کا جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔ اس خط کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا کے اپنے خیال میں ایسی
بیعت خلاف سنت تھی مگر ان کی جماعت کے لوگوں کی رائے مختلف تھی۔

دفتر جمعیت العلماء و کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

مورخہ ۲۶ - سوال ۳۳۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - حامداً ومصلياً ومسلماً

مکرمی دام مجرہ۔ السلام علیکم چندان امور استر شاداً التماس کیے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کے جواب سے سرفراز
کیا جائے گا مقصد صرف اصلاح ہے، نہ فساد، نہ کسی منصب کی طلب، نہ کسی شخصیت سے عناد ہے۔ اس واسطے
جواب صاف اطمینان بخش ہونا چاہیے۔

میں اس جگہ ان خطرات و شبہات کا بھی ذکر نہیں کرتا ہوں جو حالت مجبوری کے پیش آنے والے ہیں۔ نہ ان

لہ ہدایت کے لیے

افعال کی حقیقت کھولنا چاہتا ہوں جو بعض اکابر سے اس قسم کے سرزد ہوئے نہ ان تجربات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس تحریک میں غدر کے وقت حاصل ہوئے اور جن پر نظر کر کے یہ تحریک دینی رہی اور علمائے اس کے اجر پر جرأت نہ کی میں صرف تین سوال کرتا ہوں جو اپنے نزدیک فیصلہ کن سمجھتا ہوں۔

سوال اول مسلمانان ہند میں جس قدر مذہبی سیاسی انتشار ہے اس کے رفع کرنے کے لیے کیا جمعیت علمائے ہند کافی نہیں ہے اور اس کی اصلاح پر اور استحکام سے کیا یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ عقائد و عبادات میں کسی مرکز کا قائم ہونا غیر متوقع ہے اور سیاست مذہبی میں بیعت کی کیا ضرورت ہے؟

سوال دوم بیعت امامت جب بھی کسی غیر مقلد نے کی ہے۔ اگر کامیاب ہوئے تو فتنہ برپا ہوا۔ اگر ناکامیاب ہوئے تو ایک جدید فرقہ مسلمانوں میں پیدا ہوا جس کے نمونہ ہندوستان میں بھی ہیں۔ اس لحاظ سے بلا ضرورت اقدام اس بیعت پر کیا بے موقع نہیں ہے؟

سوال سوم۔ مجھے جہاں تک علم ہے استیلائے کفار کی صورت میں اس قسم کی بیعت خلاف سنت ہے بلکہ دارالحراب میں بھی ایسی بیعت لینا اہل دار سے ثابت نہیں ہے۔ اگر جناب کو ثبوت ملا ہو تو اس سے ضرور ایسا فرمائیے۔ میں بیعت ہجرت اور جہاد کے ثبوت پر بھی اکتفا کروں گا۔ اس واسطے کہ مقصد ان ہیوع کا مشترک ہے اگر اس قسم کی بیعت ثابت ہو گئی تو بلا توقف میں قبول کروں گا۔ ورنہ خطرات اور شبہات کے ہوتے ہوئے اور تجربات اکابر پر جو رائے بنی ہے اس کے خلاف کرنا میرے نزدیک دانشمندی نہیں ہے۔ باوجود اس کے جمہور کی اتباع سے گریز کرنے کا قصد نہیں ہے۔ فقط

فقیر محمد قیام الدین عبد الباری، فرنگی محل لکھنؤ

حضرت نے جو جواب تحریر فرمایا وہ مولانا عبد الباری صاحب کی علمی استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھا۔ اس کا مختصراً مطلب یہ تھا کہ چونکہ ہندوستان میں اس وقت انگریز کی حکومت تھی اس لیے خلافت یا امامت اسلامیہ کا وہاں تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اندیس حالات بیعت امامت یا بیعت خلافت بھی غیر متصور تھی۔ اور اگر مولانا اپنی جماعت کے اصرار پر ایسا کر بھی لیں گے تو ثبوت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ان کا اقدام غیر شرعی اور غیر دانشمندانہ ہوگا۔
حضرت کا جواب مندرجہ ذیل ہے :-

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده

ابا بعد جناب کے سوالات ثلاثہ مرسلہ بذریعہ ڈاک موصول ہوئے تعیلاً للارشاد ما حضر پیش خدمت ہے ورنہ بوجہ عدم بصاعتہ علیہ وکم فرصتی میں اس قابل نہیں کہ جوابات کے لیے مجھے مخاطب بنایا جائے جناب نے فرمایا ہے کہ

لے وہ شخص جو شرعی طریقوں کے بغیر ہی مدعی امامت ہو ۲۰ غلبہ

میں تین سوال کرتا ہوں جو اپنے نزدیک فیصلہ کن سمجھتا ہوں۔
(یہاں مولانا صاحب کے تین سوالات درج کیے گئے ہیں)

الجواب وهو الموفق للصواب

میں جناب کے سوالات ثلاثہ کا صرف ایک ہی جواب فیصلہ کن سمجھتا ہوں۔ وہ ہذا۔
امامت یا خلافت چونکہ عبارت ہے ریاست و تسلط عام سے تصدی میں اقامت دین کے لیے جس کے تحت میں
کئی انواع مندرج ہیں مثلاً احیاء علوم دینیہ و اقامت ارکان اسلام و قیام بالجہاد و ما يتعلق بہ۔ چنانچہ ترتیب جویش و فرض
للمقاتلہ یعنی فی میں سے ان کو دینا اور قیام بالقضا اور اقامت حدود و رفع مظالم و امر بالمعروف و نہی عن المنکر نیابتہ
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو صورت استیلاء کفار یا دار عرب جب امامت ہی متصور نہیں تو بیعت امامت کے کیا معنی اور
طریق چہارگانہ امامت کا کیا ذکر۔ ریاست عامہ کے مفہوم میں تعلیم علماء مسلمین جو علوم دینیہ کی اشاعت فرماتے رہے اور قضا
قضاة امصار و تعمیرات امر و جویش بعہد خلافت و امامت داخل نہ تھیں تو آج کل بحالت استیلاء کفار جمعیت علماء کاروانی
یا نام کی مدافعت کے لیے تسلط اور ریاست کے مفہوم میں داخل ہونے کا کیا استحقاق ہے۔ خلاصہ یہ کہ موجودہ زمانہ میں علماء کی
کارروائی نہ خلافت ہے نہ امامت تاکہ مجملہ طرق اربعہ انعقاد بیعت کو بھی فی الجملہ ضروری سمجھا جائے اور نہ کوئی شخص درصورت
استیلاء بیعت لینے کا مستحق ہے اور نہ اس کے لیے جائز۔ کیونکہ درصورت عدم مکافات بہ تصریح فقہاء کرام امام کے لیے
قتل و مقاتلہ مباح نہیں۔ مذہبی سیاسی انتشار کی مدافعت میں جمعیت العلماء کی غیر مبصرانہ و کور و کرانہ تحریکات نے بغیر
اس کے کہ محرک و متحرک الی کابل کو مضحکہ و محل مسخر کفار بنایا ہو کیا فائدہ بخشتا۔

معروض ہذا میں تدبر فرمانے کے بعد جناب خود ہی اپنے ارشاد مندرجہ سوال سوم (میں بیعت ہجرت و جہاد کے ثبوت
پر کفاروں کا شرطیہ صادقہ بصدق الربط الايجابي ٹھہرائیں گے نہ یہ کہ اس کو بصدق الطرفين او احدہما صادق ما بین تجربیات
اکابر بقول حافظ علیہ الرحمۃ ہے بشنو کہ پند سپیدان محبت زیاں نہ دارد
بنی علیہ للآراء ہونے کے مستحق ہیں اور یہی دانشمندی ہے۔ هذا ما عندی و العلم عند اللہ و لہ الحمد
اولاً و آخراً و الصلوٰۃ والسلام منہ باطناً علیہ ظاہراً و آلہ و صحبہ طراً۔

البعث الملتقى والمشتكى الى اللہ المدعو بمہر علی شاہ محضی عنہ ربہ بقلم خود از گولڑہ



۲۸۔ مسلمانان ہند کے حکومت برطانیہ سے تعلق کی تحقیق اور آزادی حاصل کرنے کا شرعی طریقہ

حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب سیالوی نے بھی اسی موضوع پر ایک خط حضرت کی خدمت میں روانہ کیا تھا جس کا جواب مندرجہ ذیل ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکرمی و معظمی سجادہ نشین صاحب دامت عنایتکم

تسلیمات تعمیلاً للارشاد بجواب سوالات ثلاثہ گذارش ہے۔

سوال اول۔ جناب کے خیال میں شریعت اسلامی کی رو سے مسلمانان ہند کو کیا کرنا چاہیے اگر حمایت اسلام ان پر فرض ہے تو بے دست و پا مسلمان جو مادی قوت نہیں رکھتے، بے دست و پا حمایت کا کیا طریقہ اختیار کریں؟

جواب اول۔ بلحاظ مصائب دائرہ نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ کل اہل اسلام کو حاکم سے محکوم تک منشاء مصائب کا ازالہ کرنا چاہیے یعنی تہ دل سے بخصوع و خشوع رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا الْاٰیۃ بجناب باری عز اسمہ عرض کریں اور اپنے نام شرف و افعال سے تائب ہوں۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡیۡرُ مَا بِقُوۡرِ حَتّٰی یُغۡیۡرُوۡا مَا بِاَنْفُسِهِمُ الْاٰیۃ ازماست کہ برماست ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیۡدِی النَّاسِ تا کہ یا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِیۡنَ وَ اَعۡلِظْ عَلَیۡهِمْ تَعۡمِیۡلٌ میں حسب وعدہ صادقہ كَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیۡنَ کی کامیابی ہو آئیہ استخلاف میں قید و عموماً الصَّلٰحَاتِ و اِجَابَ لِلْحَاظِ و مدارِ حُكْمٍ لَیْسَتْ خِلْفَتُهُمْ فِی الْاَرْضِ ہے اور ظاہر ہے کہ ارشاد جہاد کریمہ سیف کا تعلق سلاطین اسلام و اصحاب جمعیت سے ہے۔ خدا کرے کہ سلطنتِ مظلومہ اسلامیہ ظالموں کے پنجہ سے (خذ لهم اللہ تعالیٰ) نجات پا کر بعد حصول جمعیت و استطاعت جس کی مدارِ قلت و کثرت نہیں بلکہ تقویٰ اور قوت ایمانیہ سے تعمیل کریمہ مذکورہ بالا کا اعزاز حاصل کرے بغیر اس کے امام کو بھی قتال مباح نہیں مسلمانان ہند کی بستی تو بیچ ہے برصغیر و مسلمہ فقہار کرام سے ہذا اذا غلب ظنہ انه یكافیہم والا

اے حضرات آدم و حوا اور تو ابین کی دعائے مقبول قرآنیہ اے ب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا (وَ اِنْ لَّعَنَّا نَعۡفِرُ لَنَا وَاَنْتَ رَحِیۡمٌ لِّمَنْ كُنَّا مِنْ الْخٰسِرِیۡنَ) اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔

۱۔ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ جو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

۲۔ بنی آدم کے ہاتھوں وہ افعال سرزد ہوئے کہ بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا ہے اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر پوری شدت کیجئے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم پر حق ہے کہ مومنین کی نصرت فرمائیں:

۴۔ سورۃ نور آیت ۵۵: معنی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے (وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ) اور اچھے کام کیے، وعدہ کیا ہے کہ

(لَیْسَتْ خِلْفَتُهُمْ فِی الْاَرْضِ) البتہ ان کو زمین میں خلیفہ کرے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ کیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور البتہ ان کے واسطے ان کا دین جو ان کے لیے پسندیدہ کر دیا ہے ثابت کرنے کا اور ان کے ذر کو امن میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ شریک نہیں لائیں گے۔

۵۔ اور جو اس کے بعد کفر کریں وہ لوگ ناسق ہیں: یعنی سلطنت عثمانیہ ترکیہ جس کے ساتھ انگریزوں نے جنگ تھی

فلا يباح قتالهم

سوال دوم۔ حکومت برطانیہ کے ساتھ نصرت و حمایت کے تعلقات رکھنا، جن پر حکومت کو قوت و شوکت حاصل ہے حرام ہیں یا نہیں؟

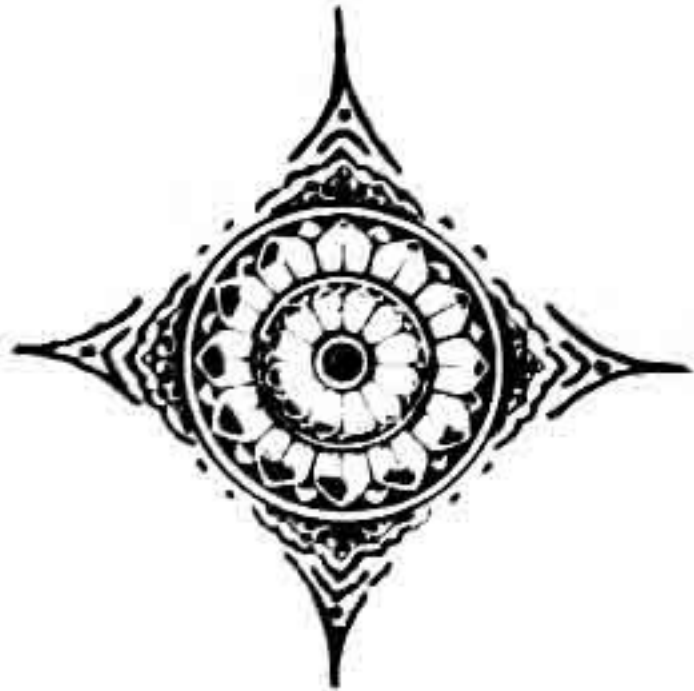
جواب دوم۔ ایسے تعلقات جن میں اعانت کفر و معصیت ہو مسلم سے بھی حرام ہیں فضلاً عن الکافر بغیر ان کے دنیوی معاملات جس میں اسلام پر ضرر نہ ہو بغیر مدت کے کسی کافر سے مطلقاً تصریح فقہاً حرام نہیں البتہ بلحاظ مظالم دائرہ موجودہ زمانہ کے اگر سلسلہ تجارت کی کئی بندش ہو سکے تو کسی قدر انتقامی تدبیریں شمار کی جاسکتی ہے۔ وَمَا هَذَا عَلَى اللَّهِ بِعَسِيرٍ۔ مگر اصلی طریق ازالہ منکرات دائرہ کا وہی ہے جو آیہ کریمہ بالا میں ہے۔

سوال سوم۔ دنیوی لحاظ سے جو معمولی ہستیاں تھیں لیکن ان کے دل دردِ اسلامی سے معمور تھے انہوں نے حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر دی ہے عوام کو مطلع کرنے کے لیے تحریر سے تقریر سے وہ فریضہ تبلیغ انجام دینے میں سرگرم نظر آتی ہیں لیکن جو ہستیاں اسلام کے علم بردار اور مخلوق کی نظریں باوقار اور مؤثر تھیں وہ ساکت ہیں کہ گویا ان میں جس ہی نہیں۔

جواب سوم۔ جناب خیال فرما سکتے ہیں کہ جب معمولی ہستیوں کا یہ حال ہے تو علم بردار ہستیاں ازالہ مظالم وارہ میں ساکت و بے حس کیسے ہو سکتی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ بوجہ اختلاف آراء دربارہ مدلولات آیات بنیات و مشروعیت و نامشروعیت خصوصیات و کیفیات جلسات در صورت شمولیت بوجہ تفرقہ اصلی مدعا فوت ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حسب طرزِ مشائخ کرام حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی و حضرت خواجہ اللہ بخش دستینا حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم لفضلہ تعالیٰ و توفیقہ تبلیغ میں دریغ نہیں۔ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت و توفیق استقامت برصراطِ مستقیم عنایت فرماوے زیادہ زیادہ۔

نیاز مند از گولڑہ



۱۔ یہ اُس وقت مُباح ہے جب امام کو خیال ہو کہ وہ جہاد کے لیے کفار کے مقابلہ میں کافی مضبوط ہے ورنہ قتال مُباح نہیں۔

۲۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

مسائل طلاق

۴۹ پنجابی لفظ چھوڑنا اور عربی لفظ طلاق کے مترادف کے متعلق حضرت کا محاکمہ

سوال۔ مسمیٰ زید نے حالت غضب میں اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو کہا۔ کہ میں نے ہندہ چھوڑی چھوڑی چھوڑی یعنی تین بار کہا یا تین بار سے زیادہ کہا۔ آیا اس صورت میں ہندہ مذکورہ پر ایک طلاق واقع ہوگی یا ایک سے زائد۔ اگر ایک طلاق واقع ہوگی تو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہ؟

اس کا جواب مفتی غلام مرتضیٰ صاحب میانی والوں نے یہ دیا:-

الجواب

صورت مذکورہ میں ہندہ مذکورہ پر ایک طلاق واقع ہوگی اور فقط تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔ اور مصداق حتی تنکح زوجاً غیرہ کا نہیں ہے۔ فقہاء مجتہدین نے کہا ہے صریحہ ما لو استعمل الایہ ولو بالفارسیۃ ۱۲ الدر المختار باب الصریح قولہ ولو بالفارسیۃ فما لا یستعمل فیہا الا فی الطلاق فهو صریح یقع بلائیۃ وما استعمل فیہا استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام ۱۲ شامی باب الصریح۔ کنایتہ عند الفقہاء ما لو یوضع لہ ای الطلاق واحتملہ وغیرہ ۱۲ الدر المختار باب الکنایات۔ عبارات مذکورہ سے چند امور مستفاد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ لفظ صریح ہونے یا کنائی ہونے کی بنا عرف و استعمال پر ہے یعنی اگر لفظ بلحاظ عرف و استعمال کے فقط رفع عقد نکاح ہے تو وہ لفظ من قبل الصریحات ہے اور اگر بحیثیت عرف و استعمال محتمل رفع عقد نکاح و نیز محتمل غیر رفع عقد نکاح ہے تو وہ لفظ من باب الکنایات ہے۔ دوم یہ کہ اعتبار عرف و استعمال اور اعتبار احتمال اس صورت میں ہے جب لفظ کو لا بشرط شیء اور من حیث ہو ہو ملحوظ کیا جائے نہ بشرط شیء کیونکہ اگر عرف و استعمال اور احتمال کا اعتبار بشرط شیء کے مرتبہ میں لیا جاوے تو بہت الفاظ کنایات مثل بائن و سرحتک و ترکتک و فارقتک تعریف کنایہ سے خارج ہو کر تعریف صریح میں داخل ہو جاویں گے تو تعریف کنایہ کی جامعیت منقوض اور تعریف صریح کی نعت مجروح ہو جاوے گی۔ مثلاً اگر ایک شخص نے حالت مذکرہ طلاق و غضب میں اپنی منکوحہ کو فارقتک یا سرحتک کہا جو بالاتفاق الفاظ کنایات سے ہیں تو ہر دو لفظ بشرط شیء یعنی مذکرہ طلاق و غضب فقط محتمل طلاق ہوں گے۔ سوم یہ کہ احتمال و عدم احتمال میں اعتبار اس لغت کا ہے جس لغت میں مکلم طلاق سے رہا ہے۔ کیونکہ ایک لفظ ایسا ہوتا ہے کہ وہ بلحاظ عرف اس کی لغت کے محتمل طلاق اور محتمل غیر طلاق کا ہوتا ہے اور الفاظ کنایات سے ہے۔ اور اسی لفظ کا ترجمہ دوسری لغت میں بلحاظ عرف دوسری لغت کے فقط محتمل طلاق ہوتا ہے اور الفاظ صریح سے ہے مثلاً سرحتک بحیثیت عرف عربی الفاظ کنایات سے ہے اور اسی کا ترجمہ رہا کر دم بحیثیت عرف فارسی الفاظ صریح سے ہے۔ کما فی علیہ فی رد المحتار علی الدر المختار اذا تمہد هذا فاقول لفظ چھوڑی پنجابی ہے اس میں اعتبار عرف پنجابی ہوگا اور اس لفظ چھوڑی کے لیے لغت پنجابی میں کثرت کے ساتھ بغیر طلاق موارد استعمال موجود ہیں۔ کما لا یخفی علی من لہ ادنی مناسبتہ باللغۃ البنجابیۃ اور جس وقت اس لفظ کو منکوحہ کی طرف منسوب کیا جائے اور کہا جائے ہندہ چھوڑی تو ملحوظیت نسبت مذکورہ نیز لفظ لا بشرط شیء کے مرتبہ میں محتمل طلاق اور محتمل غیر طلاق کا ہے۔ کہا جاتا

کہ ہندہ چھوڑی یعنی مطلقہ کر دی یا اس منزل میں کسی حاجت کے لیے چھوڑی کما فی الالفاظ العربیۃ المترادفة لهذا للفظ قوله سرحتك السراح بفتح السين وهو الارسال ای ارسلتك لانی طلقتك او الحاجة وكذا فارقتك لانی طلقتك اوفی هذا المنزل نمر ۱۲ شامی باب الكنایات اور جب لفظ چھوڑی میں بعد بلوغیت نسبت الی المنكوحه لا بشرط شیء کے مرتبہ میں احتمال طلاق اور احتمال غیر طلاق عرف پنجابی میں پایا گیا تو ثابت ہوا کہ لفظ مذکور کنایات سے ہے۔ اور چونکہ یہ لفظ چھوڑی اعدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدہ کا مترادف اور ہم معنی نہیں اس لیے اس لفظ چھوڑی کے ساتھ طلاق بائن واقع ہوگی۔ وتقع رجعية بقوله اعدی واستبرئی رحمك وانت واحدة ويقع بباقيها ای باقی الفاظ کنایات المذكورة خلا اختاری الباش ۱۲ الدر المختار باب الكنایات خلاصہ یہ ہے کہ جیسا لفظ چھوڑی کے الفاظ مترادف یعنی سرحتك وفارقتك وتركتك میں بلحاظ احتمال طلاق اور احتمال غیر طلاق پایا جاتا ہے۔ اور یہ الفاظ کنایات ہیں اور ان کے ساتھ بائن واقع ہوتی ہے۔ وفي البزازية قال لاخر ان كنت تضربني لاجل فلانة التي تزوجتها فاني تركتها ونوى الطلاق تقع واحدة بائنة ۱۲ شامی باب الكنایات، ویسا ہی لفظ چھوڑی میں بحیثیت عرف پنجابی احتمال طلاق اور احتمال غیر طلاق پایا جاتا ہے لہذا یہ لفظ کنایات سے ہوگا۔ اور اس کے ساتھ طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ اور عند الفقہاء المجتہدین یہ امر بھی مسلم اور متفق علیہ ہے کہ طلاق بائن کے ساتھ طلاق بائن لاحق نہیں ہوتی۔ الصریح یلحق الصریح والباش والباش یلحق الصریح لا الباش ۱۲ الدر المختار باب الكنایات) پس ظاہر اور ثابت و مدلل ہوا کہ صورت بالاندکوره میں ہندہ مذکورہ پر ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور فقط تجدید عقد نکاح کی ضرورت ہے، اور ہندہ مذکورہ بمصدق فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غیرہ کا نہیں ہے۔ هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: مفتی غلام مرتضیٰ از میانی عفی عنہ

اس مسئلہ کے متعلق حضرت قبلہ عالم کا ارشاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده انا بعد فيقول العبد المبتغي والمشكئ الى الله المدعو بمهر على شاه ان الفاضل المجيب مصيب وللهدره حيث افادوا اجاد بتحقيقات اينقة وتدقيقات لطيفة منها ان الصراحة والكنائت مبنيتان على العرف والاستعمال منها ان العرف والاستعمال انما يعتبران نظرا الى ذات اللفظ مجردا عن القران كما يدل عليه قولهم في الكنايات (لا تطلق بها الابنية او دلالة الحال) وايضا قولهم فيها رضى في حالة الرضى توقف الاقسام الثلاثة تاثيرا على نية وفي الغضب الاولان وفي مذاكرة الطلاق الاول فقط وانتقاض

لہ حضرت قبلہ عالم نے اپنے اس مختصر محاکمہ میں مفتی غلام مرتضیٰ کی تحقیق کو درست قرار دیتے ہوئے فیصلہ فرمایا ہے کہ ہمارے علاقہ پنجاب میں چھوڑی کا لفظ اگر تین بار کہا جائے تو حلالہ نہیں بلکہ تجدید نکاح کافی ہے۔

المترادفين جمعاً ومنعاً كما ذكره الفاضل المجيب. منها ان الترادف ليس بفاظ لوصف الصراحة والكنائية في المترادفين بعد اختلاف اللسانين اقول بل الازمان والمواطن الاتري الے ماصراً بان سرحتك كناية في العربية وفي عرف الفرس غلب استعماله في الصريح والے ماقالوا بوقوع الرجعي في الفارسية بقوله (بهشتم بليہ كردم۔ پائے كشاده كردم۔ ترا چنگ بازداشتم) مع انه قال في الخلاصة هذا كله تفسير قوله طلقته عرفاً حتى يكون رجياً ويقع بدون النية كما ان الواقع رجعي بقوله في التركي قوئدم ماضی تکلم الے بليہ كردم۔ و سن بوشن (تو بے کار ہے) بوشن اول (بيکار ہو جا) مع ان معناه العربي انت خلیتہ و ہو کنايتہ۔ فظهر بذلك ان قول القائل (پس اس سے ثابت ہوا کہ طلاق اور لفظ مذکور مرادف ہیں) والیضاً پس عبارت مذکورہ سے طلاق ہونا لفظ مذکور کا ثابت ہو گیا اور صریح ہونا بھی) انما منشأہ قلة التدبر والتحقيق ان الصریح ہوا لفظاً المتبادر فی رفع قيد النکاح مجرداً عن القرائن والتبادر ہو دلیل التحقیق العرفیہ وعلیہ تدور رحی الصراحة والکنایۃ فہما اطلاق الرجل فی حق عرسہ لفظاً يتبادر منه ارادة الطلاق من غير احتیاج الی القرینۃ الے حالۃ الغضب او مذاکرۃ الطلاق یكون صریحاً والا فلا فی الصریح لیس شرطاً زائداً بعد حفظ الاضافۃ من الزوج الی الزوجۃ بخلاف الکنایۃ ولما کان العرف مدار المصتہم فی ای موطن یطلق لفظ چھوڑی من الزوج الے عرسہ ویتبادر منه الفہام معنی رفع قيد النکاح مجرداً عن قرینۃ الغضب او المذاکرۃ یكون صریحاً عند اہلہ وای موضع یكون فیہ بخلافہ یكون بائناً عند اہلہ مما لا یحتمل السب والرود فی حالۃ الرضی توقوف علی النیۃ و فی الغضب والمذاکرۃ لا یقع بلا نیۃ۔ ہذا ما عندی والعلم عند اللہ والزائد لم یتنقح لی بعد فلیکن الاستفہار المرسل الی آخر استفہار فانی عیدم الفراغۃ وقلیل البضاۃ والمحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام منہ باطناً علیہ ظاہراً۔

الع
الملتی وانشکی الی اللہ المدعو بہ علی شہ بقلم خود از گولڑہ
۷۔ رمضان ۱۳۳۲ھ

۵۔ بیوی کو حالت غضب میں نکل جا کہنے سے طلاق لازم آتی ہے یا نہیں؟

استفہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالت غضب اپنی زوجہ کو کہا کہ نکل جا اور تین خط واحد بعد واحد کھینچے اور نیت طلاق کا حال غضبانی حالت کی وجہ سے یاد نہیں رہا پس اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوگی تو کتنی اور کونسی طلاق؟ بیٹو او توجروا۔

الجواب هو الصواب

صورت مسئلہ میں بشرط ارادۃ طلاق بلفظ نکل جا ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ اس واسطے کہ لفظ نکل جا تم معنی اخرجی الے حضرت نے ارادۃ طلاق کی شرط لگا کر اس صورت کو مستثنیٰ فرما دیا ہے جب کہ غصہ میں انتہائی شدت کی وجہ سے بلا سوچے سمجھے جو منہ میں آئے کہتا جائے۔ کما فصلہ الشامی فی رد المحتار ۱۲۔ فیض

منجملہ الفاظ طلاق کنایہ سے ہے اور اخرجی واذہبی وغیرہ الفاظ طلاق کنایہ کے تلفظ سے طلاق کا وقوع بشرط قصد و ارادۃ طلاق ہوا کرتا ہے پس لفظ نکل جا جو مترادف المعنی اخرجی ہے۔ اس سے بھی بشرط ارادۃ ایقاع طلاق ایک طلاق بائن کا وقوع ہوگا۔ کما لایخفی۔

باقی رہا کشیدگی خطوط یا اشارہ بالاصابع یا رمی حصوات سویہ بلحاظ عادیۃ الناس فائدہ علمی بعد الطلاق کے نہیں ہوں گے جس وقت کہ مقترن بالعدد المہم ہوں اور بوقت عدم اقتران بعد مہم یہ امور خارج عن الاعتبار ہوں گے۔ ایسے وقت میں صرف متلفظ پر حکم ہوگا۔ اس واسطے کہ اگر بوقت فقدان تشبیہ و عدم وجود عد مہم محض اشارہ وغیرہ میں وقوع طلاق کا حکم دیا جائے۔ تو بالتحقق لفظ طلاق کا وقوع تسلیم کرنا پڑے گا۔ حالانکہ بلا تحقق لفظ طلاق و یا دال برتحقق لفظ طلاق کا لکتابتہ المستبینہ طلاق واقع نہیں ہوتی ہے پس دال برعدد طلاق کا تحقق بلا تلفظ عد مہم کیسے تصور ہوگا۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔ ومن قال لامرأته انت طالق ہکذا یشیر بالابہام والسبابۃ والوسطی فہی ثلاث لان الإشارة بالاصابع تفید العلم بالعدد فی مجری العادۃ اذا اقترنت بالعدد المہم قال علیہ السلام الشہر ہکذا و ہکذا الحدیث۔ ولولم یقل ہکذا تقع واحدة لانہ لم تقترن بالعدد المہم فبقی الاعتبار لقولہ انت طالق۔ اور بحر الرائق میں ہے۔ وقید بقولہ ہکذا لانہ لو قال انت طالق و اشار باصابعہ ولم یقل ہکذا فہی واحدة لفقد التشبیہ۔ وکذا الوقالۃ لزوجہا طلقنی فاشار الیہا بثلاث اصابع و اراد بہ ثلاث تطلیقات لایقع ما لم یقل ہکذا لانہ لو وقع وقع بالضمیر والطلاق لایقع بالضمیر۔ اور منحة الخالق میں ہے۔ قوله ولم یقل ہکذا قال الرمی و اراد بہ الثلاث کما فی التاریخانیہ عن الخانیہ و بہ یعلم جواب ما یقع من الاتراک من رمی ثلاث حصوات قائلاً انت ہکذا ولا ینطق بلفظ الطلاق وهو عدم الوقوع۔ قوله لفقد التشبیہ لانہ کما لایتحقق الطلاق بدون اللفظ لایتحقق عدۃ بدونہ۔

الحاصل صورت مسئلہ میں بشرط ارادۃ طلاق ایک طلاق بائن واقع ہوگی جس کا اثر یہ ہے کہ بدوں حلالہ وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے اور بلا ارادۃ طلاق اس لفظ نکل جا کے تلفظ میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اور کشیدگی خطوط صورت مسئلہ میں لغو ہو جائے گی۔ اس واسطے کہ ان خطوط کی کشیدگی بلا مذکور رمی عد مہم وقوع میں آئی ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے۔ واللہ اعلم وعلما تم۔

العبد الملتجئ الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ از گولڑہ بقلم خود



۵۱ بیوی کو ماں بہن کہنے کے متعلق حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زوج و زوجہ میں باہمی تکرار ہوئی۔ اشارت تکرار میں خوشدامن زوج یعنی والدہ زوجہ نے کہا کہ میں اپنی لڑکی کو تیرے ساتھ آباد نہ ہونے دوں گی۔ زوج نے بحالت غیظ و غضب چند مرتبہ کہا کہ اگر میں اپنی زوجہ کو بساؤں و آباد کروں تو یہ میری ماں بہن ہے۔ پس التماس ہے۔ کہ آیا یہ عورت اس شخص کے نکاح میں باقی ہے یا نہیں رہی۔ بینی او تو جروا۔

الجواب هو الصواب

یہ عورت شخص مسئول علیہ کے نکاح سے نکل گئی یعنی اس پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی۔ اس واسطے کہ ماں بہن کہنا الفاظ کنایہ طلاق سے ہے۔ جس کا وقوع بارادہ طلاق یا بوقت مذکرہ طلاق امکان میں آتا ہے اور وہ پایا گیا یعنی زوج نے بوقت مذکرہ انقطاع تعلق کہ یہی مفہوم طلاق ہے اپنی زوجہ کو کہا کہ اگر میں اس کو بساؤں و آباد کروں تو یہ میری ماں بہن ہے۔ پس جس وقت اس نے اس کو آباد کیا تو شرط پائی جائے گی۔ اور جب شرط پائی گئی تو اس کی جزا جو فیما بین فیہ میں طلاق ہے مرتب ہو جائے گی۔ جیسا کہ ان دخلت الدار فانت طالق میں ترتب جزا باوجود شرط ہوا کرتا ہے۔ اور تکرار الفاظ ماں بہن جو چند مرتبہ وقوع میں آیا ہے اس کا کوئی ثمرہ نہیں۔ صرف پہلی مرتبہ ماں بہن کہنے سے ایک طلاق بائن واقع ہو گئی۔ اب اس پر دوسری طلاق بائن کا الحاق نہیں ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ الصریح یلحق الصریح والباش والباش یلحق الصریح لا الباش متن فقہ کا مسئلہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ عورت مطلقہ بیک طلاق بائن ہے۔ اب اگر زوج اول آباد کرنا چاہے تو اس پر دو امر لازم آئیں گے۔ اول یہ کہ اُس سے نکاح ثانی کرنے کے دوسرے کفارہ میں ادا کرے یعنی دس مساکین کو دو وقتہ کھانا کھلائے۔ لقولہ تعالیٰ فکفارتہ اطعام عشرة مساکین۔ آئیہ اور جن لوگوں نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور نکاح ثانی کرنا بیان کیا ہے۔ اُن کو سہو ہو گیا ہے۔ اول بدیں وجہ کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا کفارہ ظہار ہے۔ اور صورت مسئولہ صورت ظہار نہیں۔ کیونکہ ظہار تشبیہی عضو زوجہ باعضا محارم کا نام ہے۔ نہ تشبیہی کل زوجہ کل محارم کا۔ دوسرے ظہار میں نکاح باقی رہتا ہے۔ پھر نکاح ثانی کیسا واللہ اعلم وعلما تم۔

العد
الملتی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ از گولڑہ بقلم خود

۱۔ اس سے وہ صورت نکل گئی جب کہ بغیر ارادہ طلاق و مذکرہ طلاق ویسے ہی بیوی کو ماں بہن کہے کہ کما فی کتب الفقہ (فیض)

۵۲۔ بیوی کو ماں بہن کہنے کے بعد تین طلاق دینے کا شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو بوجہ رت غضب و غنہ ایک مرتبہ کہا کہ تو میری ماں بہن ہے جا چلی جا۔ اور پھر اس کے بعد اسی وقت کہا کہ تو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق۔ اب گزارش یہ ہے کہ یہ عورت پہلے خاوند کے واسطے بدو ان حلالہ جائز ہے یا نہیں بعض عالموں نے صرف تجزیہ نکاح کا فتویٰ دیا۔ بیٹو او تو جروا۔

الجواب هو الصواب

واضح ہو کہ جواب ضرورت منولہ تفصیل طلب ہے۔ بلا تفصیل تحلیل و عدم تحلیل کا حکم لگانا عوام کو شبہ میں ڈالنا ہے۔ لہذا بقدر ضرورت مقام تفصیل کی جانی ہے۔ جس سے ہر ایک کا حکم بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ جاننا چاہیے کہ اس مقام میں دو صورتیں ہیں۔ اول الحاق بائن بصریح۔ دوم ثلثہ منغلظہ۔ پس اگر لفظ اول۔ تو میری ماں بہن ہے جا چلی جا۔ سے طلاق مراد لی ہے تو یہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ بحکم ولو قال ابعدي عني ونوي الطلاق يقع كذا في فتاویٰ قاضی خان۔ اور اس کے بعد کے الفاظ۔ تو ایک طلاق وغیرہ سے طلاق صریح ایقاع ہو جائے گا۔ بحکم الطلاق الصریح يلحق الطلاق الصریح والباش بان قال لها انت باش او خالها علی مال ثور قال لها انت طالق وقعت عندنا کذا فی عالمگیریہ۔ اور اس کے الحاق کے بعد حرمت منغلظہ ثابت ہو جائے گی۔ اور بر تقدیر ثبوت حرمت غلیظہ صرف تجدید نکاح کافی نہیں ہے تحلیل ضروری ہے۔ اور اگر پہلے لفظ سے مراد کچھ نہیں لیا تو وہ لغو ہو جائے گا۔ اور بعد کے الفاظ سے طلاق ثلثہ واقع ہو جائے گی۔ اس واسطے کہ طلاق کئی بدو نیت کے نہیں واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے واما الضرب الثاني وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق الا بالنية او بدلالة الحال۔ اور جب یہ نزاع ہو تو طلقات صریحہ بلا نیت حسب تکرار طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ ظہیر یہ میں ہے ہمتی کر لفظ الطلاق بحرف الواو او بغیر حرف الواو يتعد الطلاق وان عني بالثاني الاول لو يصدق في القضاء۔ اور سراج و ہاج میں ہے و اذا قال لامرأته انت طالق و طلاق و طلاق ولو يعلقه بالشرط ان كانت مدخولة طلقت ثلثا۔ پس بشرط وقوع طلاق ثلثہ تحلیل خود ضروری ہے بحکم آیت کریمہ فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔ غرضیکہ صورت مسولہ میں طلاق منغلظہ واقع ہوگی۔ جس میں تحلیل کی ضرورت ہے۔ صرف تجدید نکاح کافی نہیں ہے۔ اور جن حضرات نے کہ تجدید نکاح پر اکتفا کیا ہے ان کو سہو ہو گیا ہے۔ کذا فی الکتاب۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(دستخط حضور قبلہ عالم)

۵۳۔ بیک وقت تین طلاق دینے کے متعلق تحقیق

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ طلاق ثلاثہ کا وقوع بکلمہ واحد یا بکلمات مختلفہ احادیث صحیحہ و آثار صحابہ و اجماع صحابہ واقعہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ بیٹو او تو جروا۔

الجواب هو الصواب

طلاق ثلاثہ خواہ بلفظ واحد ہو یا بالفاظ متعدّد ہو دونوں صورتوں میں واقع ہو جاتی ہے۔ غایتہ ما فی الباب سنت کا خلاف لازم آتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ طلاق کا وقوع نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ و آثار صحابہ اس بارہ میں بکثرت موجود ہیں بطور اختصار بقدر ضرورت اس مقام میں نقل کیے جاتے ہیں۔ روی الدارقطنی فی سننہ من حدیث معلی بن منصور عن عبد اللہ بن عمرانہ طلق امرأة تطليقة وهي حائض ثم اراد ان يتبعها تطليقتين اخريين عند القرئين فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا ابن عمر ما هكذا امرك الله قد اخطأت السنة والسنة ان يستقبل الطهر فيطلق لكل قرء فامرني فراجعتها فقال اذا هي طهرت فطلق عن ذلك او امسك فقلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ارأيت لو طلقها ثلثا ان كان يحل لي ان اراجعها فقال لا كانت تبين منك فكانت معصية وفي موطا مالك بلغه ان رجلا قال لابن عباس اني طلقت لامرأتي مائة تطليقة فماذا تدرى فقال ابن عباس طلقت منك ثلثا وسبع وتسعون اتخذت بها آيات الله هزوا واسند عبد الرزاق عن علقمة قال جاء رجل الى ابن مسعود فقال اني طلقت امرأتي تسعا وتسعين فقال له ابن مسعود ثلث تنجها و سائرهن عدوان۔

وفي سنن ابن داود وموطا مالك عن محمد بن اياس عن البكير قال طلق رجل امراته ثلثا قبل ان يدخل بها ثم بدله ان ينكحها فجاء يستفتي فزهبت معه فسأل ابن عباس و ابا هريرة عن ذلك فقالا لا تدرى ان تنكحها حتى تنكح زوجها غيرك قال فانما طلاق اياها واحدة فقال ابن عباس انك ارسلت بين يديك ما كان لك من فضل و روى وكيع عن الاعمش عن جيب بن ثابت قال جاء رجل الى علي بن طالب فقال اني طلقت امرأتي الفأ قال بانك منك بثلت واقسم سائرهن بين نسائك۔ واسند عبد الرزاق عن عباد بن الصامت ان اباه طلق امرأة له الف تطليقة فانطلق عباد فسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بانك بثلت في معصية الله وبقى تسع مائة وسبع وسبعون عدوان وظلم ان شأعذبه وان شأعفره وفي الطحاوي حديثا يونس قال اخبرنا سفيان عن الزهري عن ابى سلمة عن ابى هريرة و ابن عباس انهما قال في الرجل يطلق البكر ثلثا لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره۔ اور امام اہمام ابی جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرح معانی الآثار میں اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بدیں

الفاظ نقل فرمایا ہے۔ وفي حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ما لو اکتفينا به كانت حجة قاطعة وذاك انه قال فلما كان زمان عمر رضي الله عنه قال ايها الناس قد كانت لكم في الطلاق اناة وانه من تعجل اناة الله في الطلاق الزمناه اياه وفي الحديث الثاني فخطب عمر رضي الله تعالى عنه بذلك الناس جميعا وفيهم اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم الذين قد علموا ما تقدم من ذلك في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم ينكره عليه منكر ولم يرد فعه دافع فكان ذلك كبير الحججة في نسخ ما تقدم من ذلك لانه لما كان فعل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اجماعاً فعلياً يجب به الحججة كان كذلك ايضاً اجماعهم على القول اجماعياً يجب به الحججة وكما كان اجماعهم على النقل بريئاً من الوهم والزلل كان كذلك اجماعهم على الراي بريئاً من الوهم والزلل۔

احاديث و آثار منقولہ بالا سے ثابت ہوا کہ تین طلاق کا وقوع خواہ بلفظ واحد ہو یا بالفاظ متعددہ اجماعی امر ہے۔ کیونکہ نقل اجماعی میں نقل عن العوام کو اعتبار نہیں بلکہ نقل عن المجتہدین کو اور اصحاب کرام میں سے اہل فقہت و اجتہاد غفلاً رابعہ و عبد اللہ و زید بن ثابت و معاذ بن جبل و انس و ابی ہریرہ و غیر ہم میں رضی اللہ عنہم جن سے حکم بوقوع الثلث در صورت لفظ واحد و متعدد منقول ہے۔ باقی عوام کا رجوع عند الواقعہ انہی فقہاء کی طرف ہوتا ہے اور انہی سے دریافت کرنے پر تعمیل کرتے ہیں۔ اجماعی ہونے کی وجہ سے محقق ابن ہمام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر حاکم نے در صورت ثلث بلفظ واحد ایک طلاق کا حکم دیا تو بوجہ مخالفت اجماع نافذ نہ ہوگا۔ رہا جواب طلب یہ امر کہ عمر رضی اللہ عنہ کا حکم بوقوع الثلث اور سب اصحاب کا سکوت و عدم انکار باوجود علم ان سب کے کہ انہا کا تعلق واحدہ فی زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابی بکر کیسے متصور ہو سکتا ہے لان النسخ لا يتصور بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم وانقطاع الوحي۔ جواب العقاديين و ارادہ معنی بنا بر عرف ہوا کرتا ہے۔ قول الرجل انت طالق انت طالق یعنی اگر قصد اس کے ہر ایک جملہ سے ایقاع ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی۔ اور اگر قصد اس کے جملہ تانیہ و ثالثہ سے صرف تاکید ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور پہلے زمانہ میں قائل کو ارادہ معنی اول میں سچا مانا جاتا تھا جب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقت میں قرآن سے ارادہ معنی ثانی کو محقق سمجھا یعنی موجودہ زمانہ کے لوگوں کا عرف معنی ثانی کو ثابت کر رہا ہے تو حکم بوقوع الثلث فرمایا پس قول الرجل انت طالق ثلثاً چونکہ اختصار ہے انت طالق انت طالق انت طالق کا لہذا اس میں پہلے زمانہ کے لوگ ارادہ معنی اول میں سچے مانے جاتے تھے یہی وجہ ہے ماروی عن ابن عباس کان علی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلث واحدہ فقال عمر بن الخطاب ان الناس استعجلوا في امر كانت لهم اناة فلو استعجلوا امضينا عليهم لهذا ابن عباس رضي الله عنه باوجود قول بروایت ہذہ کے قائل بالثلث بلفظ واحد کو فرماتے ہیں۔ لا ادرى تنكحها حتى تنكح زوجا غيره كما نقل قبيل هذا۔ الحاصل در صورت ارادہ ایقاع الثلث ہر زمانہ میں تین طلاق واقع ہوئیں۔ مگر پہلے زمانہ میں قائل ثلثاً کو ارادہ معنی اول میں سچا مانا جاتا تھا۔ بخلاف پچھلے زمانہ کے کہ نظر بہ تغیر عرف و لحاظ قرآن معنی ثانی متعین ہو گیا۔ فتح القدير اور بغوی اور ازالۃ النہا مقصد دوم ملاحظہ ہو۔

آج کل کے اہل ظواہر در صورت انت طالق ثلثاً ایک طلاق کے واقع ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر کی معاذ اللہ شرع اور ٹھہری اور عمر وغیرہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اور ہرگز ایسا نہیں۔

وہی ایک شریعت اور صراطِ مستقیم ہے! لا تغیر عرف کی رو سے احکام متغیر ہو سکتے ہیں۔ بایں معنی کہ اگر ایک حکم شرعی کا مناظرہ موجب بدلاتو دوسرا حکم شرعی وہاں پر عائد ہوگا۔ نہ یہ کہ خلاف ما قال اللہ و قال الرسول اور شرع جدید نازل ہو جائے گی۔ ہذا ما تیسرے لی الآن بعد ملاحظہ فتح القدر۔ والعلم عند اللہ ولہ الحمد اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی من ارسلہ الی الناس کافۃ وآلہ و عمتہ و صحبہ۔

العبد الملتجی الی اللہ المدعو بہر علی شاہ عفی عنہ ربہ

اردو میں فتوے کا مختصر مطلب

”واضح ہو کہ بعض اہل ظواہر علماء کا خیال ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو ایک شمار ہوگی۔ اس سلسلہ میں اُن کی سب سے بڑی دلیل یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں طلاق ایک تھی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تین قرار دی گئیں حضرت نے امام ابی جعفر طحاوی اور امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہما کی تحقیقات کے پیش نظر اس دلیل کا یہ جواب دیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور فرمایا کہ اس وقت تک ہم ایسے شخص کو سچا مانتے رہے جو بیان کرتا کہ میں نے باوجود متعدد بار طلاق کہنے کے ایک کا ارادہ کیا تھا لیکن اب لوگ طلاق کے معاملہ میں جلدی کرتے ہیں اور بجائے تدریجاً طلاق دینے کے بیک وقت تین طلاق کی نیت کر لیتے ہیں۔ لہذا تغیر عرف کی بنا پر آئندہ تین طلاق کو تین ہی شمار کیا جائے گا۔ اس پر حضرت نے سات روایات سے استدلال فرمایا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں جو شخص ایک سے زائد طلاق دیتا اور اُس کا مقصود بھی متعدد طلاقیں دینا ہوتا تو متعدد طلاقیں ہی شمار کی جاتی تھیں۔ یہ ہرگز نہیں کہ متعدد کی نیت ہونے کے باوجود بھی ایک طلاق شمار ہوتی تھی حضرت عمرؓ نے جدت فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ اکثر ایک ہی طلاق دیا کرتے تھے گو اُس کا تلفظ بار بار بھی کرتے۔ مگر اب لوگ نیت ہی متعدد کی کرتے ہیں لہذا متعدد شمار ہوں گی۔ بنا بریں جو لوگ باوجود تین طلاق دینے کے ہر صورت میں ایک ہی طلاق کا فتوے دیتے ہیں اُن کا فیصلہ صحابہ کرامؓ کے اجماع اور روایات مذکورہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔



۵۴ طلاق صریح کے ساتھ مُعلق کا لحوق

استفتاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین وصلى الله على جيبه محمد وآله واصحابه اجمعين
مثلاً ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلال عورت کو تین طلاق دیں اور اگر پھر میں اس عورت سے نکاح کروں تو پھر اس عورت پر تین طلاق ہیں۔ قال رجل لامرأته انت على ثلاثا وكلما نكحتك فانت طالق على ثلاثا. آیا اس عورت کو حلالہ کے بعد وہی شخص لے سکتا ہے یا نہیں۔ دُرِّ مَخْتَارِ کی عبارت ہے الصریح یلحق الصریح والباش۔ والباشن یلحق الصریح لا الباشن الا اذا كان معلقاً بشرط قبل المنجز الباشن كما لو ابانها او لا تراضاف الباشن او علقه لو یصح کتنجیزہ۔ ایک مولوی نے مثلاً حکم دیا ہے کہ تعلیق کلمہ نکحتک بعد بینونتہ ہی بہ لغو ہے۔ اور دوسرے مولوی نے کہا ہے کہ اسی جلد شامی میں ہے۔ المراد بالباشن الذی لا یلحق هو ما کان کنایة یہ تعلیق بلفظ صریح ہے۔ یہ لغو نہیں ہو سکتی ہے۔ لوگ آپ کے فیصلہ کے منتظر ہیں۔ لہذا اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔

مولوی جان محمد ازواں پچراں ضلع میانوالی

الجواب هو الصواب

واضح ہو کہ گفتگوئے الحاق طلاق وعدم الحاق طلاق کی ضرورت تو اُس وقت ہوتی ہے کہ تعلیق طلاق بملک قدیم ہو اور اضافہ طلاق الی غیر سبب الملک ہو۔ اور محل بھی صالح ہو۔ یعنی اس کی تعداد طلاق پوری ہو چکی ہوں۔ اور صورتِ مسئلہ میں تو تعلیق طلاق بملک جدید ہے اور اضافہ طلاق الی الملک ہے۔ اور صلاحیت محل کی اس میں اسی قدر کافی ہے۔ کیونکہ صحت تعلیق بجمالت ملک کقولہ لمنکوحته ان ذہبت فانت طالق او بجمالت اضافت ملک کقولہ لاجنبیة ان نکحتک فانت طالق دونوں صورتوں میں ہو جاتی ہے۔ پس فیما نحن فیہ میں انت طالق ثلاثا کلام تجزی علیہ ہے۔ اور کلمہ نکحتک فانت طالق ثلاثا جداگانہ اور ان دونوں کے صحیح ہونے کی کوئی وجہ مانع نہیں ہے۔ اول تو ظاہر ہے۔ دوسرا بایں وجہ کہ جیسے تجزیر الثلث بعد تعلیق الثلث بوقت اضافت طلاق الی سبب الملک مبطل تعلیق نہیں ہے اسی طرح تعلیق الثلث بعد تجزیر الثلث کے صحت کا بھی کوئی امر صورتِ مسئلہ میں مانع نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مطلقہ کم از اجنبیہ تو نہیں ہے۔ جب اجنبیہ کی صورت تعلیق کی صحت بوقت اضافت طلاق الی سبب الملک ہو جاتی ہے تو مطلقہ معتمدہ کا طلاق ثلثہ اگر معلق بہ سبب الملک ہو تو اس کی صحت میں کون امر مانع ہے۔ چنانچہ دُرِّ مَخْتَارِ میں ہے۔ ویبطل تجزیر الثلث تعقیقہ الثلث وما دونہا الا المضافة الی الملک اور فتح المعین حاشیہ شرح کنز ماسکین میں مرقوم ہے۔ قوله بان طلقها واحدا او

ثنتين قيد بذلك لما سياتي من ان تنجز الثلث مبطل لليمين حيث قال المصنف ويبطل
تنجز الثلث تعليقه الا اذا كان مضافة الى سبب الملك فيجوز ان لا يبطل بالثلث حموي عن
المفتاح -

پس خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ یہ تعلق صحیح ہے۔ جس وقت وہ شخص اس کے ساتھ نکاح کرے گا۔ وہ عورت
مطلقہ بطلاق ثلاثہ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

الع
الملتقى الى الله المدعو بمهر علي شاه عفي عنه ربه بقلم خود از گولرہ

۵۵۔ حلف طلاق میں مخلوف علیہ کے امکان کا معنی

استفتاء

کیا فرماتے ہیں عالمان دین و فاضلان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے اپنی عورت کو کہا کہ فلاں چیز جلد
اسی وقت ظاہر کر۔ عورت نے کہا۔ کہ میں نہیں ظاہر کرتی ہوں۔ ہر چند آنکہ زید نے ظاہر کرنے پر اصرار کیا اور عورت
نے ظاہر نہ کرنے پر۔ اور زید کو کامل یقین ہو گیا کہ چیز عورت کے قبضہ میں موجود ہے جس کو وہ ظاہر کر سکتی ہے۔ مگر
ظاہر نہیں کرتی۔ اس لیے اس نے بحالت غضب شدید ہو کر زجراً بمنشاء حلف لاعلیٰ سبیل طلاق یہ کہہ دیا۔ کہ اگر تو
اس وقت وہ چیز ظاہر نہ کرے تو میرے پر تو تین شرط سے طلاق ہے جب زید یہ الفاظ بول چکا۔ تو عورت نے کہا
اب کیا کروں وہ چیز میرے قبضہ سے باہر ہے۔ اور اس چیز کا ظاہر کرنا میرے امکان سے باہر ہے اور درحقیقت
ظاہر کرنا اس وقت اس چیز کا غیر ممکن تھا۔ اور زید اس وقت ایسی غضب کی حالت میں تھا کہ وہ یہ الفاظ بول چکا تو
اس کے بعد اہل مجلس سے اپنے الفاظ کی تحقیق کرنے لگا کہ میں نے کیا کہا ہے اور کس طور سے یعنی اس وقت وہ
اپنے الفاظ کی تمیز بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اور اسی وقت کے لفظ کے ساتھ تعین یوم یا وقت مثلاً عصر یا ظہر وغیرہ کی قید بھی
نہیں لگائی آیا اس طور سے طلاق مثلثہ واقع ہوگی یا نہ؟ بیاد و توجروا۔

الفاظ سائل کے بعینہ ہی ہیں۔
الاستفتیٰ ایک سائل

هو الملهو بالصدق والصواب

صورة مسئلہ میں میں منعقد ہو گئی ہے۔ اس واسطے کہ انعقاد میں کے لیے صرف امکان تصور شرط البر عقل کافی
ہے۔ گو عادتہ محال ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ مثلثہ صعود سماء و قلب الحجر ذہباً وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے۔ چنانچہ منحة الخالق میں
مرقوم ہے۔ نحو المراد بالمكان البرامكانه عقلا وان استحالة عادة ولذا اجمعوا على انعقادها في
ليصعدن السماء اوليقلب الحجر ذهابا فانه ممكن عقلا۔ اور جب میں منعقد ہو گئی تو بصورت عجز

عن مباشرة شرط البرصورة مستولة میں واقعی طلاق مثلثہ واقع ہو جائے گی۔ اس واسطے کہ صورتہ فیما نحن فیہ میں شرط الحنث عدمی ہے وہو عدم احضار الشئ۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ فقہاء کرام ہے کہ جب شرط الحنث عدمی ہو اور مباشرت شرط البر سے عجز پایا جائے۔ تو حنث ثابت ہو جائے گا چنانچہ شامی میں ہے۔ والاصل ان شرط الحنث ان کان عد میا و عجز عن مباشرة شرط البر فالحنث ثابت۔ وایضا قوله ومفادہ ای لان شرط الحنث فیہ عدمی وهو عدم الاداء والمحل وهو الحالف باق و اذا کان یحنث فی حلفه لیمسن السماء الیوم مع کون شرط البر مستحیلا عاده فحنثه هنا بالاولی لان شرط البر یمكن بان یغصب مالا او یجد من یقرضه او یرث قریباله ونحو ذلک فان ذلک لیس بابعد من مس السماء۔ اور یہ میں مقید بوقت ہے۔ اور جب مقید بوقت ہو اور وقت گزر جائے اور مباشرت شرط البر سے عجز ثابت ہو جائے تو حالف حانث ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شامی میں مرقوم ہے۔ حاصلہ انه اذا كانت الیمین مقیده بالوقت یحنث بمضیہ الا اذا عجزت عن رده بان ضاع او اذیب انتھی۔ وعبارة البحرہ فالحاصل انه متى عجز عن المحلوف علیه والیمین مؤقتة۔ بطلت مقیده بان لو یرکن شرط الحنث عدمها۔ واللہ اعلم وعلیمہ اتم۔

هذا ما في علمي القادر والعلو عند الله
الملتجى الى الله
العبد
المدعو بمهرى عنده بقلمه نود از گولرہ

۵۶۔ طلاق کے سلسلہ میں حالف کے حانث ہونے کا بیان

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے لڑائی کی اور بحالت جنگ وجدال قسم کھائی کہ اگر میں تیری زوجہ کے ہاتھ کا پکا ہو اطعام کھاؤں تو میری زوجہ پر تین طلاق ہیں۔ بعد اس کے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازاں حالف نے اپنے بھائی کی زوجہ معتدہ کے ہاتھ کا پکا ہو اطعام عدت کی حالت میں کھایا۔ آیا اس صورت میں یہ شخص حانث ہوا یا نہیں اور اس کی عورت مطلقہ بطلاق مثلثہ ہوئی یا نہیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب

صورت مستولہ میں حالف حانث ہو گیا۔ اس واسطے کہ حنث کا لزوم ایمان شکنی کی وجہ سے لازم آتا ہے اور یمین شکنی کا وجود تو بوجہ ارتکاب فعل محلوف علیہ یعنی بہ سبب تحقق شرط وقوع میں آ گیا ہے۔ چنانچہ حالف نے زوجہ معتدہ برادر کے ہاتھ کا پکا ہو اطعام کھایا ہے اور یہی ارتکاب باعث حنث ہے۔ گو عدم ملک کی صورت میں ترتب جزا کا لزوم ہوگا۔ مگر حالف حانث تو بہر خود ہو جائے گا۔ چنانچہ شرح وقایہ میں ہے۔ وتخل بعد الشرط مطلقا ی

سواءً وجد الشرط في الملك او في غير الملك فان وجد في الملك تنحل الى جزاء اى يبطل
اليمين ويترتب عليه الجزاء وان وجد لا في الملك تنحل لا الى جزاء اى يبطل اليمين ولا يترتب
عليه الجزاء لانعدام المحلية۔ باقى رہا بيان ترتب جزاء و کیفیت زوجہ معتدہ برادر سووہ بھی اظہر من الشمس ہے
خواہ حالت تعلیقى لحاظ کی جائے جیسا کہ عبارت شامی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ والاظہر اعتبار حالۃ التعلیق لا
حالة وجود الشرط وهى في حالة التعلیق كانت امرأة فلا يضر بيونتها بعدة وهذا هو الموافق
لما اطلقه اصحاب المتون منها ولما صرحوا به ايضا في الكنايات من ان البائن لا يلحق البائن
الا اذا كان البائن معلقا قبل ايجاد المنجز البائن كقوله ان دخلت الدار فانت بائن ثوابانها
ثور دخلت بانث باخرى وذلك باعتبار حالۃ التعلیق فانها كانت امرأة له من كل وجه ولو
اعتبر حالۃ وجود الشرط لزم ان لا يقع المعلق فقد ظهر ان المرجح اعتبار حالۃ التعلیق۔ يكتفى
بوجود شرط کا اعتبار کیا جائے۔ چنانچہ بحر الرائق وفتح الفتیر وغیرہ کی عبارت کا مفاد ہے۔ وهى هذه وحينئذ
فاليمين منعقدة على بغير المضاف حال قيام الاضافة وقت الفعل ما كان موجودا وقت اليمين
ودامت الاضافة اى وقت الفعل او انقطعت ثور وجدت بان باع وطلق ثور اشترى ولعريكن
وقت اليمين فاشترى عبدة فكله حنث وكذا لو لم تكن له زوجته فاستحدثت زوجته۔ پس بعد
ملاحظہ عبارت مذکورہ بالا معلوم کرنا چاہیے کہ کیفیت حالت تعلیق تو ظاہر ہے کہ تعلیق کے وقت برادر حالف زندہ
تھا اور اس کی زوجہ اس کے ملک میں تھی۔ باقى رہی حالت وجود شرط پس اس میں شرط متحقق ہونے سے حنث کا
لزوم اس واسطے ضروری ہے کہ فقہاء کرام نے ملک کا اطلاق عام کیا ہے جو ملک حقیقی و حکمی دونوں کو شامل ہے
بناءً علیہ صورت مسئلہ میں بقاعدت کی وجہ سے ملک حکمی موجود ہے۔ اور تعلیق کی صحت ملک حقیقی و حکمی دونوں
میں متصور ہے۔ چنانچہ بحر الرائق میں موجود ہے۔ اطلق الملك فاذا انه يشمل الحقيقى كالملك حال بقاء النكاح
والحكى بقاء العدة والتعلیق یصح فیہما وقد مناعند شرح قوله آخر الكنايات والصريح يلحق
الصريح لان تعلیق طلاق المعتدة فیہما صحیح فی جميع الصور الا اذا كانت معتدة عن بائن و
علق بائنہا كما فی البدل لئ اعتبار التعلیق بالتبجیز۔ خلاصہ یہ ہے کہ عدت کی حالت میں بھی شرط متحقق ہونے
سے جزاء کا ترتب ہو جاتا ہے جیسا کہ عبارت مذکورہ بالا سے بخوبی روشن و ہویا ہو گیا ہے۔ اور عبارت ہدایہ یعنی ومن
حلف لا یکلّم عبد فلان ولعینو عبد لعینہ او امرأة فلان او صدیق فلان فباع فلان عبداً او
بانث منه امرأته او عادى صدیقه فكله لوم یحنت۔ کا مطلب یہ ہے کہ عدم تعیین وعدم اشارہ کی
صورت میں اگر من کل الوجوه ملک زائل ہو جائے تو ارتکاب فعل مخلوف علیہ سے حالف حانت نہ ہوگا۔ مگر صورت مسئلہ
میں بتامہ ملک زائل نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ بقاعدت کی وجہ سے ملک حکمی باقى ہے جو ترتب حکم کے واسطے ملک حقیقی
کا حکم رکھتی ہے۔ پس یہ عبارت ہدایہ و امثال آن مسئلہ مذکورہ بالا کے علاوہ وجدگانہ صورت کے واسطے موضوع ہوتی ہیں۔
نہ یہ کہ اس صورت میں حکم عدم حنث کے واسطے وضع کی گئی تھیں۔

حالیہ ہے کہ عدت کی حالت کو فقہاء کرام نے خارج عن الملک نہیں ٹھہرایا ہے۔ بلکہ تعلیق کے بارہ میں عین

ملک کا حکم دے کر منکوحہ و معتدہ دونوں کو ایک ہی حکم میں رکھا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ شرط الملك حقيقة كقوله لقنه ان فعلت كذا فانت حر۔ او حکما ولو حکمیاً كقوله لمنکوحته او معتدته ان ذہبت فانت طالق و کذا فی الشافی او حکما ای اذ کان الملك حکماً کما کملک النکاح فانہ ملک انتفاع بالبضع لا ملک رقبته ثمران ہذا المحکمى ان کان النکاح قائماً فهو حکمی حقيقة وان کان بعد الطلاق وھی فی العدة فهو حکمی حکماً والی ہذا اشار بقولہ ولو حکمیاً۔ الحاصل ان عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ عدت کی حالت تعلیق کے بارے میں عین ملک کا حکم رکھتی ہے و نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ حالف بوجہ ارتکاب فعل محظوف علیہ حانت ہو گیا ہے۔ پس اگر کوئی عورت اس کے نکاح میں ہے تو وہ مطلقہ بطلاق مثلثہ ہو گئی۔ ہذا حکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب۔

العد
الملتجی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بستم خود از گولڑہ

۵۷۔ عورت کے سامنے اس کی طرف نسبت کیے بغیر طلاق کے اعلان کا حکم

استفتاء

بخدمت فیض و درجت شیمہ تفضلات عالم بے مثل و فاضل بے بدل حاوی فروع و اصول دانائے معقول و منقول عارف باللہ جناب حضرت پیر صاحب متوطن گولڑہ شریف از نیصوب بندہ گناہگار عاصی فدویت اگین غیاث الدین سے بعد اداب تسلیمات شہانہ بجالا کر عرض رسل ہوں۔ مضمون عرض یہ ہے کہ عرصہ سے طلب گار اور آرزو مند آنجناب کے دیدار کا مشتاق ہوں۔ خداوند کریم جناب کا دیدار حصول کراوے۔ اور آنجناب کا چہرہ مبارک چشم نابینا سے دیکھوں کہ بیانی حاصل ہووے۔ بعد ازاں گزارش بحضور ہے کہ ایک مسئلہ شریف حل کر کے مرقوم فرمادیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ :-

میں اپنی منکوحہ کو بدکلامی اور بدزبانی سے ہر چند روکتا رہا۔ مگر وہ باز نہ آئی۔ ایک روز بحالت غصہ و غیض میں نے سوچا کہ اس کو دبدبہ دوں۔ چونکہ مارنے سے اس کے کسی عضو کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔ اس لیے جوش میں آکر اس کو کہا کہ ایک طلاق دو طلاق تین طلاق چار طلاق پانچ طلاق عرض دس تک تعداد ہوئی۔ اور کہا جب تک تو باز نہ آئے گی۔ تم کو نہ سنبھالوں گا۔ یہ کہہ کر اس سے علیحدہ ہو گیا۔ عرصہ پانچ ماہ گذشتہ ہو گیا ہے اسی حالت میں ہوں اور کوئی اشارہ وغیرہ اس کی طرف نہیں کیا اور نہ اور کچھ اس کو کہا۔ اس واسطے حضور انور کو تکلیف دیتا ہوں کہ اب وہ عورت عاجز اور لاچار ہو کر مجھے تسلی دیتی ہے اور توبہ و استغفار کرتی ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ آئے۔ نہ کروں گی پس اس کے بارہ میں کیا ارشاد ہے مفصل حالات بواپسی بسبیل ڈاک جواب سے سرفراز فرمادیں کہ کس طرح کیا جاوے۔ اور کوئی سزا اگر مجھ پر شرعی ہو تو تحریر فرمائی جاوے کہ آخرت کو بھلائی ہو۔ اس کے عوض کچھ نہ جاؤں۔ از روئے ایمان یہ حقیقت ہے جس طرح فرمادیں گے اسی طرح کیا جاوے گا۔ عین مہربانی اور نوازش ہوگی۔ اور گنہ گار کے

حق میں دُعا فرمادیں کہ خُداوند کریم کفر اور گمراہی سے دُور کرے اور خُداوند کریم دینِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم رکھے۔
اور سب مومنوں کو نجات دے جہنم سے پناہ دے اور قابلِ بہشت بناوے۔ باللہ التوفیق۔ فقط

عاصی گنہگار

غیاث الدین سکنہ موضع شہری
ڈاک خانہ شہری تحصیل و ضلع جہلم قلعہ خود

الجواب هو الصواب

صورتِ مستولہ میں طلاقِ مثلثہ واقع ہوگئی۔ گو طلاق دہندہ نے بظاہر اضافہ و اشارہ الی المرأة ترک کیا ہے کیونکہ یہ فاعل کا فعلِ اختیاری ہے نہ اضطراری۔ اور یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ جب فاعل سے بااختیار فعل سرزد ہو تو ضرور وہ شخص اس فعل کا مُرید یعنی ارادہ کُندہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور وہ فعل اس کی طرف منسوب ہوتا ہے پس فیما نحن فیہیں جب بیوی والے شخص نے اپنی منکوٰۃ کے رُو بر و ایک طلاق دو طلاق دس طلاق تک کیا۔ گو بدبہ و سیاست ہی کے لحاظ سے کیوں نہ ہوں تو ضرور محل طلاق اس کے ارادہ میں بھی منکوٰۃ ہوگی جو اس کے سامنے موجود ہے۔ اور جب ارادہ طلاق منکوٰۃ موجودہ کے متعلق ہو گیا تو طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ اضافتِ صریحی متروک ہوگئی ہو۔ جیسا عبارتِ فقہاء کرام سے ظاہر ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے۔ لو قال طالق فقیل من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته علی انہ فی القنیۃ قال رجل دعتہ جماعۃ الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق انی لا اشرب وکان کاذباً فیہ ثور شرب طلقت وقال صاحب التحفة لا تطلق دیانۃ۔ وما فی التحفة لا یخالف ما قبلہ لان المراد طلقت قضاء فقط لما مر من انہ لو اخبیر بالطلاق کاذباً لا یقع دیانۃ بخلاف الهازل فہذا یدل علی وقوعہ وان لم یضفہ الی المرأة صریحاً وایضاً سید کر قریبان من الالفاظ المستعملة الطلاق یلزم منی والحرام یلزم منی وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف فاوقوبہ الطلاق مع انہ لیس فیہ اضافۃ الطلاق الیہا صریحاً فہذا موید لما فی القنیۃ وظاہرہ انہ لا یمدق فی انہ لم یرد امرأته للعرف واللہ اعلم۔ الحاصل ان عبارتِ مذکورہ بالا سے میری رائے ناقص میں طلاقِ مثلثہ صورتِ مستولہ میں واقع ہوگئی۔ بدون حلالہ پہلے خاوند کے نکاح میں وہ عورت نہیں آسکتی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واکرم۔

الع د

الملتی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ از گولڑہ



۵۸۔ طلاق کی نسبت عورت کی طرف نہ کرنے کا حکم

سوال

بیان فیروز ولد نتھو قوم زمیندار ذات جنجوعہ ساکن کہنہ گنگال

میں ایمان سے خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ بروز سوموار ۲۴ رمضان شام کے وقت لڑائی بھگڑے کے باعث تنگ آکر غصہ سے میں نے اپنی بیوی حیات نور کو جو میرے نزدیک چار پانی پر بیٹھی ہوئی تھی کہا ایک طلاق دوسری طلاق تیسری طلاق۔ جا تو یہاں سے چلی جا۔ اب جو شرع کا حکم ہے میں اس پر عمل کروں گا۔

فیروز ولد نتھو بقلم کرم اللہ

فیروز نے چونکہ طلاق کو اپنی منکوحہ کی طرف منسوب نہیں کیا لہذا بحسب تصریحیات مندرجہ ذیل طلاق واقع نہ ہوگی۔

۱۔ رجل قال لامرأته في الغضب ارتوزن من سه طلاق وحذف الياء لا تطلق امرأته لانها اضا
الطلاق اليها۔ قاضی خان۔

۲۔ رجل قال لامرأته لا تخرجي من الدار بغير اذني حلفت بالطلاق فخرجت بغير اذنه لا تطلق
لانه لو يذكر انه حلف بطلاقها لعله حلف بطلاق غيرها فكان القول قوله قاضی خان
بحر۔ بزازیہ۔

۳۔ قيد بخطابها لانه لو قال ان خرجت يقع الطلاق او لا تخرجي الا باذني فاني حلفت بالطلاق
فخرجت لو يقع لتركة الاضافة اليها۔ در مختار۔ ان عبارات میں باوجود قرآن (غضب سباق سباق)
بوجہ ترک نسبت و اضافت عدم وقوع طلاق کی تصریح کر دی گئی ہے۔

الجواب وهو الملهو للصواب

وقوع طلاق کے لیے تصریح اضافت یعنی اپنی منکوحہ کی جانب نسبت کی تصریح کرنی ضروری نہیں بلکہ بحسب المعنی
اضافت کا ہونا کافی ہے۔ قاضی خان خود لکھتا ہے رجل قال لامرأة لا تخرجي من الدار بغير اذني فاني حلفت
بالطلاق فخرجت بغير اذنه لا تطلق لانه لو يذكر انه حلف بطلاقها لعله حلف بطلاق غيرها
فكان القول قوله۔ محل استشہاد صرف جملہ اخیرہ (فكان القول قوله) ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ اگر وہ قائل
قول ہذا سے اپنی منکوحہ کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ بات اور ہے کہ وہ اسی قول سے طلاق
منکوحہ غیر کا ارادہ بھی کرے تو کر سکتا ہے۔ اور بوجہ فالقول قوله کے سچا بھی مانا جاسکتا ہے۔

دوسرے مقام پر کتاب الطلاق کے صدر میں قاضی خان لکھتا ہے رجل قال لامرأة طالق ولو سيعر وله
امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا فان قال لي امرأة اخرى واياها عنيت لا يقبل قوله الا ان
يقدم البينة۔ اپنی عورت کو طالق کہتا ہے نہ یہ کہ انت طالق یا ہذا طالق یا امرأتی طالق یہاں پر مقولہ قال یعنی

متلفظ صرف طالق ہے اور اضافت ندارد یا وجود اس کے طلاق بلفظ طالق استحساناً ہوگئی۔ استحساناً اس لیے کہ بظاہر بوجہ ترک اضافت چاہیے تھا کہ طلاق واقع نہ ہو مگر بعد غور و ملاحظہ دلیل نھی بحسب عرف و قرینہ حال وقوع طلاق کا حکم دیا گیا اور طالق کو خبر مبتداء محذوف ماننا پڑا۔ ان دونوں روایات مرویہ قاضی خان ہی سے ثابت ہوا کہ وقوع طلاق کے لیے تصریح اضافت کی ضرورت نہیں بلکہ بحسب المعنی اضافت کا وجود عند الفقہاء ضروری سمجھا گیا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں۔ ولا یلزم کون الاضافة صریحہ فی کلامہ۔ ہاں در صورت عرف بغیر نیت کرنے کے بھی وقوع طلاق کا حکم دیا جائے گا چنانچہ در مختار میں ہے ومن الالفاظ المستعملة الطلاق یلزم منی والمحرار یدر منی وعلى الطلاق وعلى المحرام فیقع بلانیة للعرف۔ علامہ شامی اس پر لکھتے ہیں (فاذقوا به الطلاق مع انه لیس فیہ اضافة الطلاق الیہا صریحاً فہذا مؤید لما فی القنیة وظاہرہ انه لا یصدقہ فی انه لو یرد امراتہ للعرف واللہ اعلم۔ اور جس صورت میں کہ لفظ مبہم و محتمل المعینین ہو اور عرف کے احتمال کے لیے مؤید نہ ٹھہرے تو ایسے لفظ سے نیت کرنے کے بغیر طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور ما نحن فیہ میں فیروز کا بیان طلاق منکوحہ غیر کے ارادہ کرنے سے خالی ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ اُس نے اپنی منکوحہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے لکما قال الشامی فی مثل بذال ان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرہا۔ اور فیروز والے واقعہ مستفتی عنہا کو پہلی صورت عرفیہ سے بھی قرار دینا بعید معلوم نہیں دیتا الحاصل بہر کیف صورت مسؤلہ مسطورہ بالاتین طلاق واقع ہوگئیں جیسا کہ جناب قاری صاحب نے لکھا ہے تشریح ہذا کے بعد نقاد منصف مزاج پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا ہوگا کہ قاضی خان کی روایت مندرجہ ذیل عدم وقوع طلاق کے لیے بوجہ ترک اضافت صراحتہ مفید نہیں ہو سکتی ہے۔ روایت یہ ہے۔ رجل قال لامرأة فی الغضب ان تو زن من سے طلاق وحذف الیاء الخ ایسا ہی صاحب در مختار کا بہ تبع صاحب بحر یہ لکھنا کہ (لو یقع لتركه الاضافة الیہا) ٹھیک نہ ہوا۔ طرفیہ ہے کہ علامہ شامی اضافت صریحہ کے غیر ضروری ہونے پر صاحب بحر ہی کا قول شاید لاتے ہیں۔ حیث قال ولا یلزم کون الاضافة صریحہ فی کلامہ لما فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأة طلقت امراتہ اور نیز بحر میں ہے لو قال امرأة طلاق جس پر علامہ شامی لکھتے ہیں ویفہم منه انه لو لویقل ذلك تطلق امراتہ۔ ایسا ہی صاحب قنیہ صاحب محیط کی جانب روایت ذیل کو منسوب کرتے ہیں۔ رجل دعته جماعة الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق انی لا اشرب وکان کاذباً فیہ ثم شرب طلقت امراتہ وقال صاحب التحفة لا تطلق دیانہ صاحب قنیہ اور صاحب تحفہ ہر دو از روئے قضا طلاق کے واقع ہونے پر متفق الرائے ٹھہرے۔ علامہ شامی کی تصریح کے مطابق صاحب مختار اور صاحب بحر جس کا وہ تابع ہے دونوں کو اضافت مصرحہ کے شرط ٹھہرانے میں دھوکہ ہوا ہے۔ اور صاحب بحر کے قول ہذا کا ماخذ صاحب بزازیہ کا قول ذیل ہے قال لہا لا تخرجی من الدار الخ بزازیہ کے قول ہذا کا بہ گزیر یہ مفاد نہیں ہے کہ اضافت بحسب اللفظ والصرحتہ کے ترک سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ عبارت ہذا کا جملہ اخیرہ فکان القول قولہ ملاحظہ ہو جس کو پہلے لکھ چکا ہوں۔ یہ وہی تقریب ہے جو بروقت تشریف آوری مخلصی فی اللہ چودھری شاہ داد صاحب ساکن راولپنڈی و مخلصی قادر بخش و فریقین مخلصی فی اللہ قاضی فضل الہی صاحب و مخلصی فی اللہ مولوی حبیب اللہ صاحب موجودگی حضرات مذکورہ وغیر ہم کی گئی تھی جو اب کسی قدر مشرح فریقین میں سے قاضی صاحب کے اطمینان کے لیے عرض تحریر میں لائی گئی۔ کفیتیم والسلام علی تبع الہدی۔

والصلوة والسلام على سيدنا محمد بن المصطفى وآله المجتبي واصحابه البررة اهل
التقى والله الحمد في الآخرة والاولى-

كتبه

العبد المذنب الراجي الى رحمة ربه المدعو بمهر على شاه

۵۹۔ مدعیہ طلاق کے بیان پر نکاح ثانی کا حکم

استفسار

کوئی عورت اگر قاضی کے پاس یا کسی دیگر آدمی کے پاس بیان کرتی ہے کہ میرے زوج نے مجھے طلاق دی ہے اور میری عدت گذر گئی ہے۔ اور زوج اس کا اس وقت موجود نہیں اور نہ کوئی اس کی طلاق کی شہادت دیتا ہے اور نہ اس کے پاس سند طلاق نامہ ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ میں دوسری جگہ نکاح کر لوں۔ کیا اس عورت کے مجرّد بیان پر زوج اول کی طلاق کا حکم جاری ہو سکتا ہے اور وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہ۔

نیز اس کی بابت ایک قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے مجرّد بیان پر حکم طلاق جاری ہو سکتا ہے۔ اور وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ وکذا لو قالت طلقني زوجي وانقضت عدتي فلا باس ان يتزوجها۔

ایک قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مجرّد قول پر حکم طلاق نافذ نہیں ہو سکتا۔ طلاق بابت شہادت اور روبرو زوج کا ہونا ضروری ہے۔ وہ اپنی یہ دلیل پیش کرتے ہیں قصداً علی الغائب جائز نہیں۔ زوج اول کی دریافت ضروری ہے۔ اور شہادت بھی ضروری ہے۔

جناب عالی! دونوں فریق اپنے اپنے مدعا کی بابت کتابوں کی عبارت تحریر کرتے ہیں۔ اس میں جو باریک امر ہے امید ہے اس کو جناب حل فرمائیں گے۔

آپ کا تابعدار: صوبیدار میجر شیر باز خان موضع رتالہ تحصیل گوجر خان ڈاک خانہ قاضیاں

الجواب هو الصواب

ہاں بعض صورت میں جواز ہے وہ یہ کہ اگر کوئی عورت ثقہ یعنی کبار سے اجتناب کرنے والی اور صغائر پر اصرار نہ کرنے والی کسی شخص سے بیان کرے کہ میرے خاوند نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور میری عدت بھی گذر گئی ہے۔ اور اس شخص کو اس کی بات پر پورا یقین بھی ہو جائے تو اس عورت کے ساتھ اس شخص کو نکاح کر لینا دیا نہ درست ہوگا۔ یعنی خدا کے نزدیک یہ شخص مانو ذنہ ہوگا۔ کما فی الشامی و تقدم قبيل الايلاء ما يفيد ان هذا في الديانة وفي الطحاوي قوله اخبرها ثقة هذا لفرع واللذان بعده انما يظهر في الديانة لان القاضي

لايعمل بخبر الفرد ولا بالخط ولا بخبرها بالطلاق - اور اس صورت میں قضا علی الغائب کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اور یہی مطلب و کذا لو قالت امرأة لرجل طلقني زوجي وانقضت عدتي لا باس ان ينكحها كما ہے لیکن ثقہ ہونا اس کا ضروری ہے کیونکہ اس کے ماقبل کی عبارت جس پر اس کا عطف ہے اس میں قید ثقہ ہونے کی لگی ہوئی ہے تو اس میں بھی ضروری ہوگی۔ کیونکہ حکم دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور وہ عبارت یہ ہے۔ وفيه عن الجوهره اخبارها ثقة ان زوجها الغائب مات او طلقها ثلاثا واناها منه كتاب على يد ثقة بالطلاق ان اكبر رأيها انه حق فلا باس ان تعدد وتزوج (در مختار) اور اگر کوئی قاضی شرعی جو اس ملک میں نہیں ہے بوجہ ثقاہتہ یا بسبب علم خارجی اس صورت میں حکم لگائے تو بھی درست ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے وظاهر الاطلاق جوازہ فی القضاء حتی لو علولها القاضی يتركها فتصحیح عدم الجواز ہنا مشکل الا ان يحمل على القضاء وان كان خلاف الظاهر فتأمل (شامی باب الرجعة) اور غیر ثقہ ہونے کی صورت میں کسی کے نزدیک بھی اس کا قول قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اور آج کل بوجہ فساد احوال الناس مردم علی العموم و ناقصات العقل یعنی عورتیں بالخصوص صفت ثقاہتہ کے ساتھ بہت ہی کم موصوف ہوتے ہیں۔ لہذا بلا تفتیش تمام کسی عورت کے قول پر اعتبار کرنا خصوصاً ایسی صورت میں قضا و دیانۃ دونوں کے برخلاف ہے۔ ہذا ما ظہری واللہ اعلم بالخفی والجلی۔

العبد
المجتہی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ از گولڑہ بمستلم خود

۶۔ طلاق صبی (نابالغ خاوند)

مخمدہ ونستعینہ

سوال

اگر زوجہ زوج نابالغ بجمالات شہوتہ موصوفہ است منتظرہ بر بلوغت آں نیست۔ علاوہ اس کہ اس بسیار خواست دریں منوال تفریق قاضی جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب بالصواب

بریں وقت وقوع الطلاق والیت حکمی از تفریق قاضی اظہر من الشمس است اذ الطلاق من القاضی وهو علیہما لا منہما فلیسا باهل للايقاع بل الوقوع در مختار۔ قال شمس الائمة السرخسی زعم بعض مشائخنا ان هذا الحكم غیر مشروع اصلا فی حق الصبی حتی ان امرأته لا تكون محلا للطلاق وهذا وهم عندی فان الطلاق یملك بملك النکاح اذ لا ضرر فی اثبات اصل الملك بل الضرر فی الايقاع حتی اذا تحققت الحاجة الی صحة ايقاع الطلاق من جهة دفع الضرر کان صحیحاً۔
الراقم تاج الدین — المکتوب حق والحق اسحق بالاتباع محمد نصیر الدین ساکن بھکڑ الی

الجواب هو المدهول للحق والصواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - حامدا ومصليا

مخلصی فی اللہ ومجتبیٰ للشدقا فی تلج الدین صاحب حفظک اللہ تعالیٰ۔ بعد دعا و سلام سنون الاسلام آنکہ مسند وقوع طلاق صبی بوالشمس الائمة مرسلہ جناب میری نظر سے گذرا جس پر ثبت تھا کہ یہ حکم بوقوع طلاق صبی، فلاں صاحب (رقم) کتب یہ انتساب موجب تامل و ترک سہل ہوا۔ بعد التامل در عبارت شمس الائمة واضح ہوا کہ صبی کی طلاق در صورت سنو العیسیٰ در صورتیکہ صبی غیر محبوب اور بی بی اُس کی دونوں مسلمان ہوں واقع نہیں ہوتی نہ اصالتہ نہ نیابتہ قبل ازین بنا جرحن ضمن بعض از علماء بزارہ مجھے یاد آتا ہے کہ علاقہ دہن کے کسی سائل کو بلا تامل بوالقول شمس الائمة حکم بوقوع طلاق صبی در صورت مسطورہ بالا دیا گیا تھا اب غور کرنے پر معلوم ہوا کہ بعض العلماء کی تحقیق اور میری تقلید دونوں غلط تھیں۔ آدم بسر مدعی صبی کی اہلیت چونکہ قاصرہ ہے لہذا در صورت ضرر مثل طلاق و عتاق بتصریح فقہاء و اصولیین اُس کا قول باطل ہوگا۔ کما قالوا و فی الضرر المحض كالطلاق والوصیة يبطل اصلا۔

نیابت اس لیے نہیں کہ نیابت مختص ہے بصورت ارتداد صبی و عدم انتفاع انتظار کا محبوب پہلی صورت میں بوجہ ارتداد شارع کو اُس کی رعایت منظور نہیں۔ کما سر حواہ فی کتب الاصول وان کان قبیحا لا یحتمل غیرہ کالکفر لا یجعل عفوا یعنی لو ارتداد صبی معتبر دتہ عند ابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ فی حق احکام الدنیا و الآخرة حتی تبین منہ امراتہ و لا یرث من اقرار بہ المسلمین و عند ابی یوسف و الشافعی لا تصح ردتہ فی احکام الدنیا لانہا ضرر محض و انما حکمنا بصحة ایمانہ لکونہ نفعاً محضاً أنتھی بقدر الحاجة چونکہ شارع کو اضرار عورت مسلمہ کا جو تحت الکافر ہو منظور نہیں۔ اس لیے در صورت جنون جو امور معترضہ سماویہ سے ہے مثل سفر کی لکھتے ہیں۔ و اذا اسلمت امرأة المجنون يعرض الاسلام على ابويه فان اسلوا احدهما يحلوكو باسلام المجنون تبعاً۔ یہاں پر رعایت اسلام فوراً تفریق نہ کی جائے گی بلکہ بلوغ تک انتظار کیا جائے گا۔ وان ابی یفرق بینہ و بین امراتہ و لا فائدتہ فی تاخیر العرض لان الجنون لانہایہ لہ فیلزم الاضرار بامرأة مسلمة تحت کافر و ذالایحوز۔ اس صورت میں بوجہ کفر صبی واجب رعایتہ نہ ہوگا۔ عبارت منقولہ میں جملہ (ولا فائدتہ فی تاخیر العرض) سے صاف ظاہر ہے کہ تاخیر و انتظار صورت آفت سماویہ ممکن الزوال و الوقوع میں ہے نہ غیر ممکن الوقوع میں مثل محبوب کے شمس الائمة کے قول ذیل کو علماء اصول اسی مقام پر بعد میں تفصیل بالانقل کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ در صورت مندرجہ استفتاء یعنی صبی غیر محبوب اور بی بی اُس کی دونوں مسلمان ہوں تو وہی قاعدہ (و فی الضرر المحض يبطل اصلا) ملحوظ ہے گا۔ حاصل آنکہ در صورت کفر صبی و ارتدادش و ابتلاء بلائے سماوی غیر واقع الزوال شارع کو صبی کی رعایت منظور نہیں پس قول شمس الائمة یہ ہے (قال شمس الائمة ان طلاق الصبی واقع اذا دعت الیہ حاجتہ) حاجت بہ تصریح اصولیین مذکورہ بالا وہاں ہی ہوگی جہاں شارع کو رعایت اُس کی منظور نہیں۔ چنانچہ بعد اس کے فرماتے ہیں۔ الاتری انه اذا اسلمت امراتہ يعرض علیہ اسلام فان ابی فرق بینہما دھو طلاق عند ابی حنیفہ و محمد) دیکھئے یہ قول شمس الائمة کا اُس قاعدہ مذکورہ الصدر اعنی وان کان قبیحا لا یحتمل غیرہ کالکفر لا یجعل

عفو پر مبنی ہے۔ بعد اس کے فرماتے ہیں واذ ارتد وقعت الفرقة بينه وبين امرأته وهو طلاق عند محمد
 واذ اكان محبوبا فخاصته امرأته وطلبت التفريق كان ذلك طلاقا عند البعض انتهى بقدر الحاجة
 اس سے معلوم ہوا کہ صورت مستثناة میں بھی حکم بوقوع طلاق اتفاقی نہیں۔ چنانچہ عند البعض مندرجہ عبارت مذکورہ شمس الاممہ
 سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو یوسف وشافعی رحمہما اللہ تعالیٰ در صورت ارتداد صبی اور جہود در صورت محبوب قائل بوقوع طلاق
 صبی نہیں ہیں اس مقام پر لفظ (کما اذا) وامتثال بہ نظر اطلاق نفس مفہوم مثل لہ اذا صلی وطبعہ فقہار کرام کی عبارت میں مندرج
 ہے۔ فانہم ولا تغتربا يفهم من ظاہرہ ولما قلناہ نظائر کثیرة الاتری ان المعقولین مثلوا
 للکلی المنحصر فی الفرد الواحد الممتنع التعدد او الممكن الغیر الواقع بالواجب جل مجدلا والشمس
 ما نحن فیہ میں چونکہ صبی مسلمان ہے اور محبوب نہیں تو پھر صبی مرتد اور محبوب کا حکم اور وہ بھی غیر اتفاقی کیسے جاری ہو سکتا
 ہے۔ ع۔ بہ میں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ رہا اندیشہ زنا جو استفسار میں ظاہر کیا گیا ہے غالباً اس غرض سے کہ یہ بھی
 ایک حاجت ہے جو عین اور مفقود الخیر کی صورت میں بھی موجود ہے معہذا انتظار ضروری سمجھا گیا ہے ہذا ما ظہری بعد التامل
 والعلو عند اللہ وما البرئ نفسی وما انا علی الاخذ بالنواجذ لما قول بحریص وجدیر ربنا لا تو اخذنا
 بما نسینا او اخطانا و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا ابی
 القاسم وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الع
 الملتجی الی اللہ المدعو بہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بسم خود از گولڑا



نکاح کے متعلق متحرک مسائل

۶۱۔ یتیم کے نکاح میں وصی کے اختیار کا مسئلہ

حامدًا له ومصلياً

مشفق مکرّمی پیر سید مر علی شاہ صاحب السلام علیکم وعلیٰ من اتبع الهدی
 بعد اہدایہ تحائف اسلمہ مسنونہ حسب اُمید و ستانہ آپ کو ایک مسئلہ کی تحقیق کے لیے تکلیف دی جاتی ہے، جا کہ حتیٰ الامکان
 جلدی ہی سرور فرمادیں گے کہ زید نے اپنی اولاد صغار کا معاہدہ نکاح اپنے بھائی علی عمر کے ساتھ کیا۔ اور اس معاہدہ کے سر انجام کے
 لیے عمر موصوف کو وصی بنایا۔ بعد وفات زید عمر موصوف نے حسب الوصیت یتیمان موصی کا اپنی اولاد کے ساتھ نکاح کر دیا۔ اسی
 حالت میں متوفی کے عینی بھائی بکر کو بحیثیت ولی اقرب ہونے کے شرعاً اختیار ہے کہ وصی کے کردہ عقود کو ناجائز کر دے۔ بعض علما
 فتویٰ دیتے ہیں کہ بکر کو یتیمان کا حقیقی چچا ہے حق عدم الایجاز ہے کیونکہ ولایت قریبہ اسی کے لیے ہے اور معاہدہ نکاح نکاح
 نہیں۔ اور وصی کو بحیثیت وصی ہونے کے بموجب کتب ظاہر الروایت و اصول المذہب و دیگر کتب معتبرہ حق تزویج نہیں ہے
 چنانچہ کافی الحاکم و ذخیرہ و قاضی خان و جوہرہ و در مختار و شامی وغیرہا سے تحقیقاً ثابت ہے کہ لا ولایۃ فی الانکاح للوصی مطلقاً
 اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ بکر کو حکم فسخ نہیں ہے کہ انکاح وصی بحسب الوصیت جائز ہے خصوصاً صورت مسلولہ میں کہ انکاح موافق
 تعیین موصی ہے۔ اثبات کے لیے قول قاضی خان و بزازیہ وغیرہا جو کہ مبنی ہے بروایت ہشام عن الامام ان اوصی الیہ الاب
 جائزہ پیش کرتے ہیں اور فتح القدیر کی عبارت میں اپنی مطلب براری چاہتے ہیں کہ اُس نے صورت تعیین موصی کو بعد نفی
 علی الاطلاق مستثنیٰ کیا ہے۔ حدیث قال لیس لوصی الصغیرۃ ولایۃ تزویجھا وان اوصی الیہ الاب
 بالانکاح الا اذا کان الموصی عین رجلانی حیاتہ للتزویج فی زوجھا الوصی بہ کما لو وکل فی حیاتہ بتزویجھا
 وان لو یعین انتظر بلوغھا لتاذن کذا قیل و لیس بلازم لان السلطان یزوجھا اذا کان الوصی قریباً فیزوج
 بحکم القرابۃ لا الوصایۃ والا فالحاکم۔ فریق اول کہتا ہے کہ روایت ہشام و کلام ابن ہمام کی تضعیف و تردید بحر الرائق و
 فائد شرح کنز و منحة الخالق وغیرہم نے اچھی طرح کی ہے لہذا لائق حجت و قابل عمل نہیں۔ فریق ثانی کہتا ہے چونکہ قاضی خان و
 ابن ہمام من اصحاب التزیج بل من المجتہدین ہیں لہذا صاحب بحر و دیگر مضتغین کو جو کہ من المقلدین العامین ہیں کوئی حق نہیں
 کہ اُن پر اعتراض کریں اور کوئی مجاز نہیں کہ اُن کے کلام کی تضعیف و تردید کریں۔ فریق اول جواب دیتا ہے کہ روایت ہشام و
 استثناء ابن ہمام مخالف اصول مذہب و ظاہر الروایت ہیں۔ لہذا وہ ان کی تضعیف کر سکتے ہیں حالانکہ صاحب فتح نے مستثناة
 پر فتویٰ نہیں دیا اور نہ کوئی لفظ تزیج بیان فرمایا ہے۔ اگر اس کا فتویٰ ہوتا تو صاحب بحر وغیرہ جو کہ خود اس کو من المرجمین شمار فرماتے
 ہیں مخالفت کیوں کرتے۔ اگر بالفرض استثنایہ صحیح مان لیا جائے تو بھی صورت مسلولہ میں فریق ثانی کی مطلب براری نہیں کرتا بلکہ مقصد
 فریق اول کو ظاہر کرتا ہے کہ اس صورت میں اگرچہ تعیین موصی ہے لیکن ولی اقرب بکر بھی موجود ہے۔ اور استثناء اس صورت پر
 محمول ہے کہ وصی خود بھی ولی نہ ہو اور کوئی دوسرا ولی بغیر حاکم موجود ہو جیسا کہ اس کی مقابل صورت میں یعنی بحالت عدم تعیین موصی
 اس عبارت سے وان لو یعین انتظر بلوغھا الخ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر وصی خود ولی قریب ہو تو بحکم ولایۃ نہ وصایۃ
 نکاح کرے۔ ورنہ حاکم کو ولایۃ و اختیار ہے یا علی القول الضعیف بلوغ تک انتظار اور قرابتہ مبطل وصیت ہے کہ اس کے
 ہوتے ہوئے نہ حاکم کو اختیار ہے نہ بلوغ کی انتظار۔ خلاصہ مفہوم فتح یہ ہے کہ اس صورت میں کہ وصی خود بھی قریب نہ ہو اور نہ کوئی دوسرا

قریب موجود پھر اگر موصی نے نکاح بہ شخص معین کی وصیت کی ہو تو وصی کو حق نکاح ہے ورنہ حاکم کو اختیار یا بلوغ کی انتظار۔ پس صورت مذکورہ میں چونکہ ولی اقرب بکر موجود ہے تو مستثناة سے مستثناة ہے اور مطلق میں ملحق۔

امید ہے کہ آپ فریقین کے ادلہ و وجوہات کو مطالعہ فرما کر فیصلہ تحریر کر کے کہ کون فریق حق پر ہے اور عبارت فتح کس کے مفہوم کے موافق اور بھر خاص خود مزین کر کے جلدی اظہار حق فرمائی گے کہ مستفتیان و مفتیان کی انتظار رفع ہو۔

مرسلہ خادم الفقراء محمد دوم سید محمد صدر الدین تجارہ نشین

دربار حضرت پیر علیہ الرحمۃ از ملتان

مہربان من جناب سیادت پناہ سید صدر الدین صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کا عنایت نامہ شملہ روایات فریقین وصول ہو کر کاشف ما فیہا ہوا۔ مہربان من میرے خیال میں حسب مذہب حضرات احناف وصی کو اختیار نکاح یتیمان موصی حاصل نہیں ہے اگرچہ موصی نے وصیت کی ہو کہ میرے بعد میرے یتیم بچوں کی شادی وغیرہ کا اختیار میرے وصی کو ہے۔ کمانی الذخیرۃ لا ولایۃ لہ فی النکاح الصغیرۃ سواء اوصی الیہ الاب بالنکاح اولہ یوص الا اذا کان الوصی ولیاً فحنیث یملک النکاح بحکم الوالیۃ و فی الدر المختار و لیس للوصی من حیث ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقاً وان اوصی الیہ الاب بذلك علی المذہب نعم لو کان قریباً او حاکماً یملک بالولایۃ کمالاً یخفی۔

اور ہشام کی روایت ضعیف ہے جس کی تضعیف صاحب بحر وغیرہ نے پوری طرح کر دی ہے کمانی البحر وہ علم ان ما فی التبیین من انه لیس له ذلك الا ان یفوض الموصی ذلك رواۃ ہشام وہی ضعیفہ۔

اور عبارت فتح القدر الا اذا کان الموصی عین رجلاً فی حیاتہ للتزویج فی زوجہا الوصی کما لو وکل فی حیاتہ بتزویجہا یجوز و جوہ قابل استدلال نہیں ہے۔

اولاً۔ یہ قول ظاہر روایت کے خلاف ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جس وقت کوئی روایت ظاہر روایت کے مخالف ہو اور حقیقی علامات ترجیح سے خالی ہو تو ترجیح ظاہر روایت کو ہوتی ہے کمانی الشامی و کذا لو کان احد ہما ظاہر الروایۃ وبہ صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح بظاہر الروایۃ ثانیاً۔ جملہ متون و شروح کے یہ مسئلہ خلاف اور خالی عن وجہ الترجیح ہے اور بوقت اختلاف کذاتی متون کو ترجیح ہے کمانی الشامی و ینبغی تفتید التخییر ایضاً بما اذا العریکن احد القولین فی المتون لما قد مناہ عن البیری و لما فی قضاء الفوائت من البحر من انه اذا اختلف التصحیح و الفتوی فالعمل بما وافق المتون اولی۔ فکیف الحال بدون التصحیح و الفتوی کمانی ہہنا۔

ثالثاً۔ وکالت پر قیاس کرنا مع الفارق ہے اس واسطے کہ وکالت کذاتی بعد الموت باطل ہو جاتی ہے کمانی الدر المختار و ینغول بموت احد ہما الخ فلہذا قال فی البحر و فیہ نظر لانہ ان زوجہا من المعین قبل موت الموصی فلیس الکلام فیہ لانہ لیس بوصی وانما ہو وکیل وان کان بعد موتہ فقد بطلت الوکالۃ بموتہ و انقطعت ولایتہ فانقلت الوالیۃ للحاکم عند عدم قریب۔

باقی یہ امر کہ صاحب بحر وغیرہ کو حق اعتراض نہیں یہ خیال خام ہے لہذا قد یوجد فی المفضول ما لا یوجد

فی الفاضل - وکوترک الاول للآخر غیر مستبعدان یدخر لبعض المتأخرین ما عسر علی کثیر من المتقدمین -

رابعاً - صاحب فتح القدر کے اس قول کو قول ملفق لکھا ہے کما فی منحة الخالق فما فی فتح القدر من الوصی لایملک وان اوصی الیہ بہ موافق لظاهر الروایة وقوله الا اذا کان عین الموصی رجلاً موافق لاطلاق روایتہ ہشام فانہ علی ہذہ الروایة اذا کان یملک ذلک وان لوعین الموصی احد فیما اذا عین ذلک اولی فما فی الفتح ملفق من القولین وما فی الذخیرة هو المذہب اور حکم بالقول الملفق اجماعاً باطل ہے کذا فی الدر المختار وان الحکم الملفق باطل بالاجماع -

پس جو حضرات کہ اس قول کو اپنی حجت و دلیل ٹھہراتے ہیں - اُن کا قول قابل اعتبار و لائق عمل نہیں ہے - ہذا ما ظہری واللہ تعالیٰ اعلم بالخفی والجلی والسلام خیر ختام -

الع
الملتی الی اللہ المدعو بہ علی شاہ عفی عنہ بعتم خود از گولرہ

۴۲ غیر کفو میں سیدہ کے نکاح کا حکم الاستفتاء

چہ مے فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئلہ کہ مسمی محمد خان ساکن ملوٹ بہ حکم و اجازت مولوی عبدالحق ساکن ملوٹ بیکے از ہاشمیات سیدات فاطمیات عقد نکاح و ازدواج نمود غیر مسترضی من احد من الولاة القریبۃ او البعیدۃ هل یجوز ہذا النکاح امر لا -

الجواب هو الموفق للصدق والصواب

نکاح مذکور جائز نیست و مفتی بجازہ نہ تنہا بر ولایة سیدہ ظلم روا داشته بلکہ بر کافہ اہل اسلام کہ بمقتضائے آیت قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودۃ فی القربی و بفقوائے حدیث لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین مودۃ و حُب قرابت نبویہ را بر خود فرض و از اصول ایمان مے شمارند - جو بے حد و تم بعد نمودہ چہ پُر ظاہر است کہ در صحت نکاح سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ در غیر کفو بناً اعلی المودۃ فالحبۃ المذكورۃ ہزار ہا دل بوجہ بتک حُرمت اہل بیت رنجیدہ و شکستہ خواہند بود متون فقہ مملو اند و مشحون از عدم این چنین نکاح لعدم کفایۃ العجسی لایکون کفواً للعربیۃ ولو کان عالماً و سلطاناً و هو الاصح در مختار و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً و هو المختار للفتوی لفساد الزمان در مختار -

پس در صورت مسطورہ صحبت صحبت زنا خواہد بود - لہذا بر اہل اسلام لازم کہ سیدہ را از عجمی جدا کنند و مفتی صفا

را واجب کہ آئندہ باہمچین افادات کہ مستلزم بتک و حرمت و شان اہل بیت باشند توجہ نہ نماید و متمسک نباشد۔ بدینکہ سیادت قطعیہ نیست فان عدم قطعیۃ السیادۃ لایستلزم قطعیۃ عدم السیادۃ فراختہا تکفی مصادرة فی موجبات الہتک علی المحب اعادنا اللہ منہ فکیف حال الواد وقد طلب صلی اللہ علیہ وسلم منا المودۃ فی قرابتہ قال العامری ۷

احب لجنبها السودان حتی
وقال اشیح الاکبر قدس سرہ الاطہر فی بذالمعنی ۷

احب لجنبک الجشان طراً واعشق لاسمک البدر المنیرا

قیل کانت الکلاب السود تناولتہ وهو یحبب الیہا عنی المجنون فهذا فعل المحب فی حب من لایفیدہ محبتہ عند اللہ فهل هذا الا من صدق المحبة وثبوت الود فی النفس ولو صحت محبتک للہ ولرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ورأیت کل ما یصدر منہم فی حقک مما لایوافق طبعک ولا غرضک انه حمال تتنعم بوقوعہ منہم فتعلم عند ذلک ان هذا عناية من اللہ الذی اجبتہم من اجلہ (الی ان قال) واللہ ما ذلک الا من نقص ایمانک ومن مکر اللہ بک و استدراجہ ایاک من حیث لا تعلم وصورۃ المکران تقول وتعتقد انک فی ذلک تذب عن دین اللہ وشرعہ - والسلام خیر الختام

العبد

الملتی الی اللہ المدعو بہ مہر علی شاہ عفی عنہ اللہ

ترجمہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سستی محمد خان ساکن ملہوٹ نے مولوی عبدالحق ساکن ملہوٹ کے حسب حکم و اجازت ایک سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کیا ہے اور کسی قریبی اور بعیدی ولی کی رضامندی اس پر نہیں کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب وهو المذہول للصدق والصواب

نکاح مذکورہ جائز نہیں۔ اور جواز کا فتوے دینے والے نے فقط سیدہ مذکورہ کے ورثاء پر ظلم نہیں کیا، بلکہ تمام اہل اسلام پر بھی ظلم کیا ہے۔ کیونکہ حسب ارشاد الہی اور حدیث مذکورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت سے محبت رکھنا تمام اہل اسلام اصول ایمان سمجھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نکاح مذکورہ کی وجہ سے ہزار ہا دل اہل بیت کی بتک حرمت سے رنجیدہ ہوں گے اور تمام متون فقہ اس قسم کے عدم جواز پر متفق ہیں کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں ہے جیسا کہ درمختار سے نقل ہوا پس صورت مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہوگی۔ لہذا اہل اسلام پر لازم ہے کہ سیدہ کو غمی سے جدا کرائیں۔ اور مفتی پر لازم ہے کہ آئندہ اس قسم کے فتووں سے اجتناب کرے جن میں بتک حرمت اہل بیت کرام ہو۔ اور یہ وجہ پیش نہیں کرنی چاہیے کہ سیدہ کا اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا یقینی نہیں۔ کیونکہ اگر اس امر کا یقین نہیں تو یہ یقین کہاں سے حاصل ہو گیا کہ وہ غیر سیدہ ہے۔ لہذا سیادت کی بوجہ محبت والے پر بتک حرمت سے مستوجب منرا ہونے کے لیے

کافی ہے۔ خدا کی پناہ چہ جائیکہ مدعی مودت ایسا کرے۔ قیس بنی عام کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کی محبت میں سیاہ جیشیوں سے محبت کرتا ہوں حتیٰ کہ سیاہ کتوں سے بھی۔ اہل ادب کے لیے تھوڑی سی نسبت بھی کافی ہے۔ خیال کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت شیخ محی الدین اکبر رضی اللہ عنہ اسی بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سیاہ کتے مجھوں کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ مگر وہ ان سے محبت کرتا تھا۔ کیونکہ اس کی معشوقہ لیلیٰ کے نام کو لیل یعنی رات سے مناسبت تھی جو سیاہ ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ محبت خدا کے نزدیک کچھ مفید نہیں۔ پس اہل بیت کرام کی محبت اور مودت جس کا امر ہمیں سرکار مدینہ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہوا اور جو ہمیں خدا کے نزدیک مفید ہے اس کی کم از کم اتنی رعایت تو لازم ہے جتنی ایک مجازی محبت والا کرتا ہے۔ پس اگر تیری محبت اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے رسولؐ سے سچی ہے۔ تو ضرور حضورؐ کی اہلیت کو دوست رکھے گا۔ اور اُن سے جو امر تیری طبع کے خلاف واقع ہوگا اُسے یہ سمجھتے ہوئے کہ تفتدیر الہی ایسے ہی تھی لہذا اہل بیت سے تکلیف پہنچنے میں لذت محسوس کرے گا اور اُسے اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھے گا جس کی وجہ سے تو نے اہلیت سے محبت کی۔ پھر حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اہل بیت کی حرمت کا خیال نہ کرنے میں مکر الہی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تیرا خیال ہو کہ میں دین الہی کی حفاظت کر رہا ہوں۔

۴۳۔ حرمت رضاع کے لیے ثبوت شرعی

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء عظام و فقہاء کرام کہ زید اپنے بیٹے بکر کا زینب بنت مریم کے ساتھ نکاح کرانا چاہتا ہے اور لڑکی کی ماں مریم کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکے یعنی بکر کو دودھ پلایا ہے اور لڑکے کی پھوپھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ اور لڑکے اور لڑکی کے باپ اور بھائیوں و باقی عزیز و اقارب طرفین کو کوئی خبر نہیں ہے۔ لیکن لڑکے کی ماں انکار کرتی ہے کہ مریم نے میرے لڑکے بکر کو کبھی دودھ نہیں پلایا۔ اس صورت میں نکاح جاہل ہے یا نہیں؟

بینوا و توجروا۔

الجواب هو الصواب

ظاہر مذہب و متون فقہ کا مسئلہ تو اسی طرح ہے کہ رضاعت کا ثبوت بلا شہادت شاہدین یا شاہد و شاہدین کے نہیں ہو سکتا ہے۔ یعنی جب تک دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں رضاعت کی گواہی نہ دیں۔ اُس وقت تک رضاعت کا ثبوت نہ ہوگا۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ والرضاع بحجة المال وھی شهادة عدلین او عدل و عدلتین اور کنز میں ہے۔ وثبت الرضاع بما یثبت بہ المال۔ اور نجر میں ہے۔ وھی شهادة رجلین عدلین اور رجل و امرأتین فلا یثبت بشهادة امرأة واحدة۔ بنا۔ علیہ دعویٰ مریم بنا بر رضاعت بکر قضا۔ مسموع نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ نصاب شہادت کامل نہیں لیکن مقتضائے احتیاط و دیانت اس میں ہے کہ مخبر کی عدالت و

غیر عدالت کی طرف خیال کیا جاوے۔ اگر مخبر صادق ہے تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے۔ اور ایسے شک و الی جگہ میں نکاح نہ کیا جاوے۔ اور اگر تو گیا ہے تو بھی احتیاط اس میں ہے کہ ان میں تفریق کرادی جائے۔ چنانچہ شامی میں ہے قولہ وہی شہادۃ عدلین ای من الرجال و افاد انه لا یثبت بخبر الواحد امرأة کان او رجلا۔ قبل العقد او بعده و بہ صرح فی کافی و النہایۃ تبعا لمانی رضاع الخانیۃ لو شہدت بہ امرأة قبل النکاح فهو فی سعة من تکزینہا لکن فی محرّمات الخانیۃ ان کان قبلہ و المخبر عدل ثقة لا یجوز النکاح وان بعده و ہما کبیران فالاحوط التنزه و بہ جزم البزازی معلل بان الشک فی الاول وقع فی الجواز و فی الثانی فی البطلان و الدفع اسهل من الرفع۔ واللہ اعلم و علمہ اتع۔

العقد
الملحقی الی اللہ المدعو بہ علی شاہ عفی عنہ ربہ از گولڑہ

۶۲ خیار البلوغ میں مسلمان قاضی کی غیر موجودگی میں فسخ نکاح کی شرعی صورت

السؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب صغیرہ کا اپنے نکاح قبل البلوغ کو اپنے خیار البلوغ سے روبرو کو اہان بوقت بلوغ فسخ کرنا صحیح فرقت اور بطل نکاح نہیں ہوتا جب تک کہ قاضی فسخ عقد نکاح نہ کرے جیسا کہ قاضی خان میں ہے۔ و فی خیار البلوغ لا یقع الفرقة ولا یبطل النکاح ما لو یفسخ القاضی العقد بینہما۔ تو زمانہ حال میں جہاں سلطنت غیر اہل اسلام کی ہے مثل ہندوستان و پنجاب وغیرہ وہاں قاضی سے فسخ نکاح کرانے کی کیا صورت ہے۔ آیا حکام وقت چاہے مسلمان ہوں یا ہندو قائم مقام قاضی ہو سکتے ہیں۔ اگر نہیں ہو سکتے ہیں۔ تو پھر کیا صورت ہے۔ بینوا و توجروا۔

الجواب هو الصواب

واقعی صغیرہ مخیرہ بخیار البلوغ کا انفساخ نکاح مشروط بقضاء قاضی ہے۔ تا وقتیکہ قاضی اس نکاح کو فسخ نہ کرے منفسخ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور شرع میں قاضی اس شخص کو کہتے ہیں کہ مع اہلیت قضاء فضل خصومات و قطع نزاعات کے لیے مقرر ہو۔ عام اس سے کہ تراضی مسلمین ہو یا بتولیۃ حکام وقت ہو۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ حاکم وقت مسلم ہی ہو۔ حاکم کافر کی طرف سے اگر کوئی شخص قاضی مقرر کیا جائے تو وہ عند الشرع قاضی شمار کیا جائے گا۔ اور اس کا اجراء احکام مثل قاضی سلطان اسلام متصور ہوگا۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ ویجوز تقلد القضاء من العادل و الجائر ولو کان کافرا و الاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السلطان الذی یقلد (شامی) فاما بلاد علیہا و لایة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع و الاعیاد و یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب

عليه وان يلقموا واليا مسلما منهم - پس فی زمانہ اس حکومت نصاریٰ میں اصحاب ذیل فسخ نکاح و دیگر امور محتاجہ قضاء کے مجاز و قائم مقام قاضی ہو سکتے ہیں۔ اول مشائخ کرام و علماء عظام جو مع اہلیت قضاء و دیانت و تقویٰ بتراضی المسلمین رفع نزاعات و فصل خصومات کے لیے مقرر ہوں۔ اور مخلوق خدا انہیں مقدمات پیش کر کے فیصلہ کراتی ہو۔

دوسرے وہ شخص جو حاکم وقت کی طرف سے بشرائط اہلیت قضاء اجراء احکام شرعیہ کے لیے منصوب ہو جسے بڑے بڑے شہروں میں حاکم وقت کی طرف سے ایسے شخص مقرر ہیں۔

تیسرے وہ حاکم مسلم بھی جو ولایت کفار کی طرف سے مطلق اجراء احکام کے لیے مقرر ہے۔ مگر اس میں اہلیت قضاء شرعی بھی موجود ہے وہ بھی نکاح مخیرہ بخیار بلوغ کو فسخ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس پر تعریف قاضی شرعی صادق آتی ہے۔ باقی عام حکام ماتحت ولایت کفار جو مسلمان نہ ہوں یا مسلمان ہوں۔ مگر اہل قضاء نہ ہوں وہ ایسے امورات شرعیہ کے فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ کما لایخفی۔

چوتھے محکم بالفتح۔ بتراضی الطرفین اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔ مگر یہ بھی عام آدمی کا کام نہیں ہے محکم میں بھی صلاحیت قضاء ہونی چاہیے۔ و شرطه من جهة المحکوم صلاحیتہ للقضاء و یشرط الاہلیة المذكورة۔ شامی۔

الع
اکملتی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بستم خود از گو لڑہ

۴۵۔ مزنیہ خود کی لڑکی سے نکاح کا بیان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مزنیہ خود کی دختر کے ساتھ نکاح کیا۔ پھر اس نے علماء سے معلوم کیا کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے پھر اسی عورت یعنی دختر مزنیہ کا نکاح دوسرے شخص سے کرنا چاہا۔ اب اس عورت کی عدت یا طلاق ہے یا نہیں۔ اور اس کا نکاح باطل ہے یا فاسد۔ اب اس عورت یعنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ سوائے طلاق یا عدت کے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب هو الصواب

حسب قاعدہ فقہاء احناف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کل نکاح اختلف العلماء فی جوازہ کالنکاح بلا شہود نکاح فاسد والدخول فیہ موجب للعدۃ والا فلا صورت مستولہ میں نکاح فاسد ہے اس واسطے کہ نکاح زانی ہمسراہ بنت مزنیہ بھی مختلف فیہ ہے۔ چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بنت مزنیہ

کے ساتھ نکاح زانی جائز و درست ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور جب حرمت مصاہرت کا ثبوت نہ ہو تو نکاح خود درست ہو جائے گا۔ چنانچہ ہدایہ و دیگر کتب فقہ میں موجود ہے۔
ومن زنا بامرأة حرمت علیہ امہا و بنتہا۔ وقال الشافعی الزنا لا یوجب حرمة المصاہرة لانہا
نعمة فلا تنال بالمحذور۔ پس جب نکاح فاسد ہو تو تفریق قاضی بین الزوجین یا متارکہ و طلاق زوج بالقول
ضروری و لازم ہوگا۔ بعد التفریق و المتارکہ وغیرہ دیکھا جائے گا کہ یہ واقعہ بعد الدخول وقوع میں آیا ہے یا قبل الدخول۔
اگر بعد الدخول ہے تو عدت واجب ہوگی اور مہر مثل دلایا جائے گا۔ ورنہ تفریق کے سوا کچھ لازم نہ آئے گا۔ چنانچہ درمختار
میں ہے۔ و یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطئی لا بغيرہ و لو یزید علی المسمی و لكل واحد منهما
فسخه و لو بغير محض من صاحبه دخل بها و لا یوجب العدة من وقت التفریق او متاركة الزوج
و ایضاً فی باب العدة و فی النکاح الفاسد بعد التفریق او المتاركة ای اظهار العزم من الزوج علی
ترك و طيئها بان یقول بلسانه تركتک بلا و طئی و نحوہ و منه الطلاق۔ واللہ اعلم و علمہ اقر۔

الع
اھلتھی الی اللہ المدعو بہ علی شاہ عفی عنہ ربہ بستم خود از گولڑہ

۶۶۔ نکاح بنت منکوحہ کی حرمت استفسار

جناب عالی میں اصل غرض عرض کرنے سے پہلے اپنی شناسائی کو ضروری خیال کرتا ہوں اور بواپسی حضور کے
فتویٰ کا طالب ہوں۔ میں جناب قبلہ دیوان صاحب پاک پتن شریف کا پڑانا غلام احمد علی سب انسپکٹر پولیس ہوں۔ جو
برابر بارہ تیرہ سال سے عرس گنج شکر پر حضور کی قدم بوسی پاک پتن شریف میں حاصل کیا کرتا ہوں۔ اس جگہ ایک مسئلہ
تحقیق طلب ہے۔ براہ مہربانی جواب سے مشکور فرمائیں۔ خاوندی و عنایت ہوگی۔

مسئلہ آیت شریف و ربائبہ کو الاتی فی جحور کھو من نساء کھو الاتی دخلتہن بہن یعنی عورتوں کی دہ
بیٹیاں حرام ہیں جو گود میں ہوں یعنی پرورش میں ہوں۔ مگر کیا دہ لڑکی جو گود میں نہ ہو۔ حرام ہے یا نہ۔ امام بخاری صاحب نے
اپنی کتاب صحیح بخاری جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۵ فیض الباری میں درج فرمایا ہے کہ جناب علیؑ اور جناب عمر فاروقؓ صاحب نے
اپنے زمانہ خلافت میں اس کو جائز رکھا ہے کہ اگر لڑکی گود میں نہ ہو تو اس سے نکاح جائز ہے۔ روایت کیا اس کو ابن منذر
وغیرہ نے امام صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر اس میں اجماع حادث نہ ہوتا تو اس کا لینا اولیٰ تھا۔ کیونکہ حرام ہونا مشروط
ہے۔ اور حدیث کے اکثر طریقوں اور قرآن میں حجر کی قید لگائی گئی ہے جس کا اعتبار کرنا قوی ہوا۔ مندرجہ بالا رائے امام
بخاریؒ کی ہے۔ آپ کا فتویٰ درکار ہے اور اس کی تفصیل بھی درکار ہے کہ بصورت جواز اور فتویٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اور حضرت امیرؓ اور کون مخالفت اس کو زیر کر سکتی ہے۔ اور کیا اس سے زبردست فتویٰ اور کیا ہو سکتا ہے براہ کرم بخشی

اپنی رائے سے بواپسی اطلاع فرمادیں کہ آپ اس لڑکی کے نکاح کو جو گود میں نہ ہو جائز فرماتے ہیں یا حرام۔
احمد علی سب انسپکٹر تھانہ دھرم کوٹ ضلع فیروز پور

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

مخلص فی اللہ احمد علی صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام آنکہ محبت نامہ آپ کا مشتمل برسئلہ تحقیق طلب مندرجہ ذیل پہنچا رکھا وہ لڑکی جو گود میں نہ ہو حرام ہے یا نہیں۔ جناب علی مرتضیٰ اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایسی لڑکی جو گود میں نہ ہو، کے نکاح کو جائز رکھا ہے روایت کیا اس کو ابن المنذر وغیرہ نے، اقول والعلوم عند اللہ وهو اعلم وعلیہ اتم
وہ لڑکی جو گود میں نہ ہو اس سے اس کی والدہ کے شوہر کا نکاح حرام ہے نص میں قید (فی حجورکم) کا ذکر بنا بر عادت ہے۔ اس کو حل و حرمت میں وجوداً و عدماً دخل نہیں ہے۔ لہذا (وان لوتکن فی حجورکم) کا آیتہ میں ذکر نہیں (کما جاء فان لوتکونوا دخلتکم بہن) جناب سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ جس کو ابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے وہ من حیث الاسناد والمتن ہر دو وجہ سے ضعیف ہے۔ کیونکہ منجملہ روایتہ ابراہیم وقد تکلم فیہ فقاح ومعدک قد تقررت فی محلہ ان الجرح مقدم علی التعديل۔

و نیز راوی کا عمل علی القول المذكور متفرد اعن اہل الاجماع مذکور نہیں۔ بظاہر معنی اجماع وعدم ذکر تفرد اسی امر کا مؤید ہے کہ راوی کا عمل بالقول المروی نہیں وهو منجملہ امارات الضعف کما فی کوثر النبی وغیرہا من کتب اصول الحدیث۔ واما ضعفه متنافلان غیر معقولیۃ المعنی ایضاً من اسباب الضعف کما تقررت فی محلہ۔ وقید فی حجورکم۔ لایورث الجزئیۃ ولا شہہا کما ہو حال قید الدخول لہذا صار مبني علیہ لاحکام الحل والحرمت وجوداً و عدماً فکون الربائب فی الحجور مثل التبني بل ادون منه وما یدور علیہ رحی الحل والحرمة فانه قد ورد فلما قضی زید منہا وطراً زوجنکھا کی لایکون للمؤمنین حرج فی ازواج ادعیاتھم اذا قضوا منہن وطراً۔ میری ناقص رائے میں اہل اجماع کا تفرد و علیہ ہونا قول نکو سے اور متروک العمل سمجھنا اس وجہ سے ہے اعنی الضعف بالوجهین اسناداً و الا فکیف یتصور ترک العمل بما جاء عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقد ورد (واقضکم علی) خصوصاً و اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اقتدیتم، عموماً مع ورود (لن تجتمع امتی علی الضلالة) ہذا ما عندی واللہ اعلم وعلیہ اتع والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوة والسلام منہ باطنا علیہ ظاہراً۔

العبد
الملحق والمشتکی الی اللہ المدعو بہ علی شاہ عفی عنہ ربہ بستم خود از گولڑا

شیعہ حضرات کے چند سوالات کے جواب

۶۷۔ بارہ امامین کے متعلق شیعہ حضرات کے سوالات کا جواب

مکتوب ذیل حضور اقدسؐ نے مسمی فقیر الہی بخش مدرس عربی قریہ دادنونی ضلع ملتان ڈاک خانہ تحصیل شجاع آباد کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا:-

تیمنا بذکرہ الاعلیٰ

اسولۃ الشیعۃ علی اهل السنة والجماعۃ

مورخہ ۷۔ رجب ۱۳۳۳ھ

- ۱۔ چہ مے فرمایند علمائے کرام و فضلائے عظام حفاظ حدیث خیر الانام اندریں مسائل مفصلۃ الذیل :-
 ۱۔ آیا بودن ائمہ اثنا عشر بعد سید الجحش و البشر با صحاح اخبار اخیر ثابت یا غیر ثابت بر تقدیر اول مراد خلفاء اربعہ مع الامراء یا اشخاص دیگر بر تقدیرین اسامی دوازده مرادہ مفصلاً از کتب سیر معتبرہ مرقوم فرمایند۔
- ۲۔ از امام ثانی یعنی حضرت حسنؑ تا حضرت مہدی علیہ السلام کلمہ ملقب بہ لفظ امامت مشہور فیما بین الجمهور اند آیا اطلاق لفظ مذکور بریں اہل طہور صحیح یا نہ و بر تقدیر اول، چہر ائمہ حقہ ایشان را قرار دادہ نہ شد و بر تقدیر ثانی کہ امام اہل سنت و جماعت اند بسند قویہ تحریر فرمایند۔
- ۳۔ تقیہ کہ مذہب اہل شیعہ است نزد اہل سنت و الجماعت مسلم است یا نہ۔ و بر تقدیر ثانی چہ رسول اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در غار ثور تقیہ فرمودہ بودند۔ اجوبہ جمیع اسولہ محققہ معقولہ و منقولہ عاجلاً عطا شوند کہ بندہ کاتب الحروف در پنجہ اہل تشیع شیعہ گرفتار آمدہ جماعت کثیرہ منتظر اجوبہ اند۔

الجواب وهو المذہب للصواب

- ۱۔ بودن ائمہ اثنا عشر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانخبار صحاح ثابت چنانچہ در بخاری بروایت جابر بن سمرہ آمدہ۔
 قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یكون اثنا عشر امیراً فقال کلمة لم اسمعها فقال ابی انه قال کلهم من قریش و در روایت سفیان بن عیینہ لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیهم اثنا عشر رجلاً و در روایت ابی داؤد و لا یزال هذا الدین قائماً حتی یكون علیکم اثنا عشر خلیفة کلهم تجتمع علیہ الامة و طبرانی بلفظ لا یضرهم عداوة من عا داهم و حاکم از ابی حنیفہ بلفظ لا یزال امر امتی صالحاً حتی یمضی اثنا عشر خلیفة کلهم من القریش۔
- ۲۔ و مراد خلفاء اربعہ و من بعد ہم بستند لکن لا مطلقاً بلکہ کسانیکہ اسلام در عہد اوشان صورت اعزاز و قیام پذیرفتہ چہ خلافت عبارت است از ریاست عامہ برائے اقامت دین از احیاء علوم دینیہ و قیام بالجہاد و قضا و رفع مظالم بطریق نیابت از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ و مستحق این نیابت از امت مرحومہ سائے بستند کہ جو بنفس اوشان قریش جو بنفس انبیا مخلوق شدہ پس جامع باشند صورت خلافت یعنی ریاست عامہ و معنی اور یعنی قریش بنفس اوشان انبیا مثل خلفائے اربعہ

علیہم الرضوان فرق اس قدر است کہ بعد خلفائے ثلاثہ نفاذتہ و اجتماع مسلمین علی سبیل الکمال صورت پذیرفتہ و در عہد رضوی معنی کامل یعنی قرب بنفوس انبیاء بود۔ و صورت ناقص یعنی ریاست عامہ و اجتماع مسلمین مثل زمانہ خلفائے ثلاثہ نہ بود۔ باصورت باقی و معنی بوجہ اتم مفقود۔ چنانچہ در زمانہ امیر معاویہ و در حدیث اہدنتہ علی دخن ہمیں معنی ارد۔ باز تدریجاً تدریجاً خلافت جابرہ یا دعوت بر ابواب جہنم کما جار فی الحدیث پیدا گشت باز انقلاباً بحسب مشیت ایزدی رنگ تشبیہ بخلافت راشدہ بظہور آمد چنانچہ خلافت عمر ابن عبد العزیز۔ الحاصل خلافت مجموع امرین را کہ گویند۔ ریاست عامہ و تشبہ بالانبیاء علیہم السلام۔ و گاہے مجازاً برہر یکے از دو امر نیز اطلاق کردہ شود و مراد از حدیث مذکور یعنی اثنا عشر امیراً او خلیفہ مطلق خلافت است، در صورت مجموع امرین باشد یا در رنگ یکے از اں ہر دو۔ چنانچہ در حدیث الخلفاء من بعدی ثلاثون سنۃ۔ خلافت خاصہ کاملہ مراد است نہ مطلقہ۔ و کسے را از فریقین سنی و شیعہ شکے نیست در حصول معنی خلافت خاصہ یعنی تشبہ بالانبیاء و تقدس مراد از وہ امہ علیہم الرضوان را تا مہدی علیہ السلام پس از رؤیے حصول معنی ممکن است کہ مراد داشته شوند در حدیث مذکور، لیکن فقہان ریاست عامہ و خصوص تعبیر بعنوان (کلہوم من القریش) نہ بہ (کلہوم من بنی ہاشم) مؤید احتمال اول است و آیتہ کریمہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمْ الَّذِیْ رِضِیْ لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا یَعْبُدُوْنَ نَبِیًّا لَا یَشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا و مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ط افادہ تعیین احتمال اول مے بخشد۔ گو محدود باشد۔ لیکن ممکن و تبدیل تا بعد عثمان کمالاً بخفی علی الماہر لیکن بریں تقدیر تعیین دو از وہ بقید اسامی بعد خلفائے اربعہ مصرح نیست۔ ضروری ہمیں قدر کہ تا قیام قیامت ایں عدد دو از وہ تمام نخواہد شد۔

۳۔ اطلاق لفظ امام بلحاظ بطون خلافت نزد اہل سنت و خصوص معنی مصطلح علیہ عند الشیعہ برائتہ اہل بیت علیہم السلام صحیح و مجازاً۔ عند صاحبہ غیر اوشان رانیز اگرچہ بلحاظ مقتدائے دین بودن امام گفته شود۔ اما خصوصیات مخصوصہ بنفوس قدسیہ اوشان محصور و محدود اند در ذوات مقدسہ اوشان علیہم الرضوان۔

۴۔ تقیہ عند اہل سنت غیر مسلم۔ و در غار تقیہ نبود۔ چہ تقیہ عبارت است از اختفائے چیزے کہ امر کردہ شدہ است بہ تبلیغ آں۔ نہ از مخفی و پوشیدہ شدن شخص۔ بلکہ ایں اختفائے پوشیدگی در غار برائے ہجرت و اظهار ما امر بتبلیغ بود۔ فی الجملہ تقیہ شیعہ بدان ماند کہ شخصے را قاضی و فیصلہ کنندہ گردانیدہ شود و معہذا ما مور باشد بہ خاموشی و عدم تکلم۔ و فساد ایں معنی بر ہر ذی بصیرت پیدا ہویدا است۔ والسلام
الراقم داعی مہر علی شاہ از گولڑہ بقلم خود

ترجمہ چند سوالات بابت شیعہ اور ان کے جوابات

مورخہ، رجب ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فضلاء عظام حفاظ حدیث خیر الانام مسائل مفصلہ ذیل میں :-

۱۔ کیا سید الجمن و البشر کے بعد ائمہ اثنا عشر (بارہ امام) کا ہونا اخبار اخیر صحیحہ سے ثابت ہے یا غیر ثابت۔ اگر ثابت

ہے تو کیا ان سے مراد خلفاء مع الامر ہیں یا اور اشخاص۔ دوازدہ امام مقصودہ کے اسماء مفصلاً کتب معتبرہ سیرت سے مرقوم فرمادیں۔

۲۔ امام ثانی یعنی حضرت امام حسنؑ سے لے کر حضرت مہدی علیہما السلام تک سبھی کے نام کے ساتھ امام کا لقب جموڑیں مشہور آتا ہے۔ کیا اس لفظ کا اطلاق ان پاک لوگوں پر صحیح ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو ان کو ائمہ برحق کیوں قرار نہیں دیا جاتا اور صحیح نہ ہونے پر ائمہ اہل سنت و جماعت کون ہیں بہ سند ات قویہ تحریر فرمائیں۔

۳۔ تقیہ جو اہل شیعہ کا مذہب ہے، کیا یہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک مسلم ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار ثور میں کیوں تقیہ فرمایا تھا۔ سب سوالات کے جواب عقلی نقلی محقق طور پر تعجبیل عطا فرمادیں۔ کہ بندہ کاتب الحروف اہل تشیع تشنع کے پنجہ میں گرفتار ہے اور جماعت کثیرہ جو ابات کی منتظر ہے۔

الجواب وهو المذهب للصواب

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ اماموں کا ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بخاری شریف میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے (اکلا کلمہ وہ نہ سن سکے تو ان کے والد نے بتایا کہ آپ نے فرمایا، وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

سفیان بن عیینہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ لوگوں کا معاملہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ ان پر بارہ آدمی حاکم ہوں گے۔“

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ یہ دین بارہ خلفاء تک غالب رہے گا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ دین قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ تم پر بارہ خلفاء مقرر ہوں گے جن پر ساری امت متفق ہوگی۔ طبرانی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ انہیں دشمن کی عداوت ضرر نہیں پہنچائے گی۔ اور حاکم نے ابی جحیفہ سے نقل کیا ہے کہ میری امت میں بارہ خلفاء قریش سے ہوں گے جن کے زمانہ میں دین معزز ہوگا۔

۲۔ ان سے مراد خلفاء اربعہ اور ان کے بعد آنے والے وہ خلفاء ہیں جن کے زمانہ میں اسلام کو اعزاز و قیام حاصل ہوا کیونکہ خلافت کا معنی وہ ریاست عامہ ہے جو حضور علیہ السلام سے بطور نیابت حاصل ہو۔ اور جس کا مقصد اقامت دین، احیاء علوم دینی، دائے فریضہ جہاد اور رفع مظالم وغیرہ ہو۔ اس نیابت نبوی کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس کے قریب ہو پس اسے صورت خلافت یعنی ریاست عامہ اور معنی خلافت یعنی قرب انبیاء دونوں کا جامع ہونا چاہیے جیسا کہ خلفاء اربعہ علیہم الرضوان تھے۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں صورت خلافت یعنی ریاست عامہ اور اجتماع مسلمین بدرجہ اتم موجود تھا۔ اور عہد مرقوم میں اگرچہ معنی خلافت یعنی قرب نبوی بدرجہ کمال تھا لیکن ریاست عامہ اور اجتماع مسلمین خلفائے ثلاثہ کے دور کی طرح نہ تھا۔

خلفائے اربعہ کے بعد خلافت کی صورت ہی باقی رہی اور معنی بالکل ختم ہو گیا جیسا کہ امیر معاویہؓ کا دور حکومت، چنانچہ حدیث شریف میں ہدنة علی دخن (یعنی صلح بفساد) کے جو الفاظ وارد ہیں ان کا یہی مفہوم ہے۔ اس کے بعد سلسلہ خلافت بالکل جبری حکومت اور دعوت الی جہنم تک پہنچ گیا لیکن مشیت ایزدی کے تقاضے سے پھر ایک ایسا

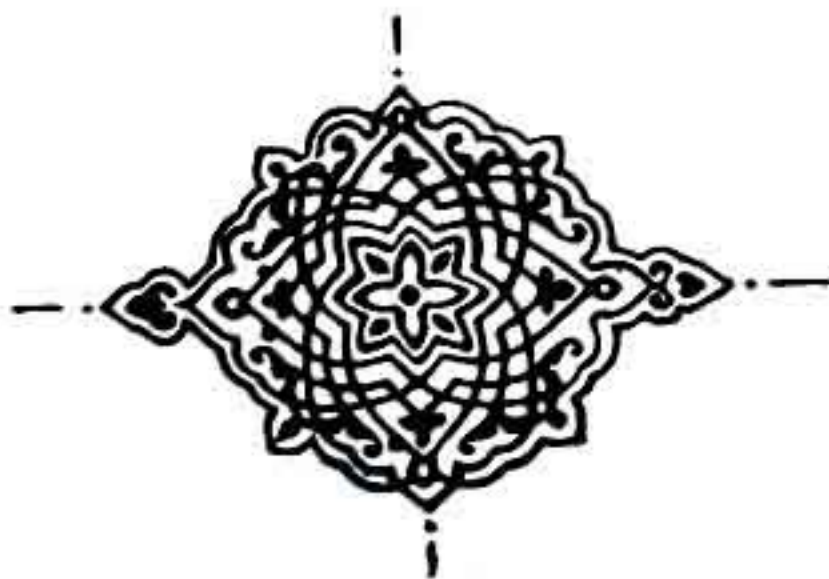
انقلاب رونما ہوا جس میں خلافت راشدہ کی جھلکیاں اور تابانیاں نظر آنے لگیں۔ یہ مبارک دور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خلافت، ریاست عامہ اور مشابہت انبیاء علیہ السلام کا مجموعہ ہے البتہ گاہے گاہے مجازاً ان دو امور میں سے ایک پر بھی اس کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ حدیث شریفین میں اثناعشر امیراً و خلیفۃً (بارہ امیر یا خلفاء) سے مراد مطلق خلافت ہے خواہ وہ دو نو معنی کا مجموعہ ہو یا اس میں سے ایک ہی رنگ پایا جائے اور الخلفاء من بعدی ثلاثون سنۃ (میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی) والی حدیث میں صرف خلافت خاصہ کا مراد ہے سنی و شیعہ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ بارہ امامان اہل بیت میں خلافت خاصہ اور مشابہت انبیاء والا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لیے معنی خلافت کے پیش نظر، لیکن ہے وہ اس حدیث کے مصداق ہوں لیکن ریاست عامہ کا فقدان اور الاممہ کلہم من بنی ہاشم کے بجائے کلہم من قریش کے الفاظ کا فرمانا اس احتمال کا مؤید نہیں (یعنی اگر حدیث میں بارہ امامین اصطلاحی طور پر مراد ہوتے تو ایک تو ریاست عامہ کا ذکر ہوتا۔ دوسرے الفاظ کلہم من القریش کی تعمیم نہ ہوتی بلکہ کلہم من بنی ہاشم کی تخصیص ہوتی۔ مترجم) اسی طرح آیت استخلاف (وَعَدَا اللّٰهُ الْاٰمِنُوْنَ) بھی پہلے احتمال (یعنی خلفاء اربعہ و ما بعدہم) کی مؤید ہے گو محدود چنانچہ تمکین اور حصول امن حضرت عثمان کے عہد تک ہی مسلم ہے۔ باقی رہی بارہ ناموں کی تعیین تو خلفاء اربعہ کے بعد اس کی تصریح نہیں ملتی البتہ اتنا ضرور ہے کہ قیامت سے قبل بارہ کا عدد پورا ہو جائے گا۔

۳۔ اہل سنت کے نزدیک خلافت کے باطنی مفہوم کے لحاظ سے اور اہل شیعہ کے نزدیک اصطلاحی معنی کے لحاظ سے امام کے لفظ کا اطلاق ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر صحیح اور جائز ہے۔ ان حضرات کے علاوہ دوسرے حضرات کو دینی پیشوا ہونے کی بنا پر امام کہا جاسکتا ہے لیکن ان حضرات کی خصوصیات مختصہ انہی کی ذات مقدسہ تک محدود ہیں۔

۴۔ اہل سنت کے نزدیک تقیہ غیر مسلم ہے۔ غار میں تقیہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ تقیہ کا معنی ہے ایسی چیز کا چھپانا جس کی تبلیغ کا حکم کیا گیا ہو کسی انسان کے پوشیدہ ہونے کو تقیہ نہیں کہتے بلکہ غار میں حضور علیہ السلام کا چھپنا ہجرت اور دینی تبلیغ کے اظہار کے پیش نظر تھا۔ فی الجملہ شیعہ حضرات کے تقیہ کی مثال یہ ہے جیسے ایک آدمی کو پہلے قاضی اور فیصل مقرر کیا جائے اور پھر اسے خاموشی کا حکم دیا جائے اور اس معنی کا فساد کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔

(الراقم داعی مہر علی شاہ از گولڑا بقلم خود)



علم تجوید کا ایک مسئلہ

حرف ض کے صحیح تلفظ کے متعلق ارشاد استفادہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ "ض" معجمہ آوازیں قریب ظاہر معجمہ کے ہے یا دال مہملہ کے۔ از روئے کتب فقہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم بیان فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب هو الصواب

یہ مسئلہ متعلق بہ تجوید ہے جس سے اکثر لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ صرف عبارات کتب دیکھ کر حکم لگانا ایسا ہے جیسے کسی نابخبر بہ کار طبیب کا صرف کتابوں میں سے مسائل طبیہ دیکھ کر علاج و معالجہ کرنا اور تشخیص مرض سے ناواقف ہونا یا کسی پیدائشی مفقود الذائقہ شخص کا اشیاء عالم کا ذائقہ بیان کرنا۔ اس واسطے کہ امور تجوید کی دریافت عمل پر موقوف ہے اور عمل موقوف ہے سماعت قرأت استاد کامل پر۔ جس کا وجود فی زمانہ کم ہے خصوصاً اس ملک میں تو شاذ و نادر ہی دستیاب ہوتا ہے پس اس بارے میں گفتگو کرنا ہمارے منصب کے بالکل خلاف ہے۔ مگر چونکہ یہ مسئلہ متنازع فیہا ہے اور مسائل نے خواہ مخواہ اس کی تحقیق یہاں پر منحصر رکھی ہے۔ لہذا ناچار بقدر رسائی فہم ناقص بعد تمہید مقدمات کے ضرورت کے مطابق مختصر اُبیان کیا جاتا ہے۔

تمہید مقدمات

مقدمہ اولیٰ :- اتحاد صفات متلزمہ اتحاد صوت یا مشابہت صوت نہیں ہے یعنی اگر دو حرف متحد فی الصفا ہوں تو ان کا متحد فی الصوت ہونا ضروری نہیں ہے چنانچہ حار، مہملہ و ثار صفت ہمس و رخوة و استعلاء و انفتاح میں شریک ہیں اور آوازیں کوئی شرکت نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس باموحدہ اور جمیع معجمہ موصوف بصفات جہر، و استعلاء و انفتاح و شدۃ و قلقلہ ہیں۔ اور ان کی آوازیں اتحاد نہیں بلکہ تغاّر ہے۔ اسی واسطے امام القراء امام جعزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نشر میں فرماتے ہیں۔ کل حرف شارك غیرہ فی مخرج فانہ لا یمتاز عن مشارکہ الا بالصفات وکل حرف شارك غیرہ فی صفات فانہ لا یمتاز عنہ الا بالمخرج۔

غرضیکہ امتیاز بین الحرفین کی دو صورتیں ہیں۔ اگر متحد المخرج ہیں تو بذریعہ صفات کے ممتاز کیے جاتے ہیں۔ اور اگر مشارک فی الصفات ہیں تو مخرج کے ذریعہ امتیاز دیئے جاتے ہیں۔

مقدمہ ثانیہ :- صوت حروف دو قسم کی ہے ایک صوت ذاتی یعنی بلا اشتراک صفات، دوم صوت صفاتی یعنی بلحاظ صفات۔ مثلاً ظاہر کی نسبت اہل فن فرماتے ہیں کہ لولا الاطباق فی الظاہر لکان ذالاً۔ اس سے معلوم ہوا کہ صوت ظاہر بعینہ صوت ذال ہے سوائے اطباق کے لیکن یہ امر تاہنوز مخفی رہا کہ جس صوت میں ذال اور ظاہر شریک ہیں آیا وہ مخرج کی وجہ سے ہے یا صفات کے لحاظ سے ہے۔ پس جس وقت ہم نے ذال کے صفات کی طرف خیال

کیا تو ذال کو مجہورہ۔ رخوہ منفتحہ منخفصہ پایا۔ پھر اور حرفوں کے صفات کی طرف نظر ڈالی تو عین کو ذال کی جمیع صفتوں میں شریک پایا۔ حالانکہ عین اور ذال کے صوت میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ پس اس غور و فکر کے بعد یہ امر صاف ظاہر ہو گیا کہ ذاتہ ذال کہ جس میں ظاہر شریک ہے صوت ذاتی ہے نہ صوت صفاتی۔ کیونکہ اگر صفات کی وجہ سے اتحاد فی الصوت بین الذال والظاہر ہوتا تو عین کو بھی ذال کے ساتھ متحد فی الصوت ہونا چاہیے تھا اس واسطے کہ عین جمیع صفات ذال میں شریک ہے۔

مقدمہ ثالثہ: - حروف باعتبار اداء و قسم کے ہیں۔ اصل یعنی جن کی ادا اپنے مخرج سے پوری طرح ہوتی ہے۔ اور فرعیہ یعنی جن کی ادا اپنے مخرج سے پوری طرح نہیں ہوتی ہے بلکہ مخلوط المخرج و الصوت ہو کر نکلتے ہیں اور فرعیہ کی پھر دو قسم ہیں فصیحہ و غیر فصیحہ، چنانچہ شافیہ میں ہے۔ و مخرج المتفرع واضح و الفصیحہ ثمانیۃ ہمزۃ بین بین وھی ثلثۃ۔ والنون الخفیۃ۔ والفاء الامالۃ ولام التفخیم۔ والصادک الزاء والشین کالجیم۔ واما الصادک السین والطاء کالتا والفاء کالباء۔ والصاد الضعیفۃ والکاف کالجیم فمستہجنۃ۔ وقال فی الرضی شرح الشافیۃ قال السیرانی انہالغۃ قوم لیس فی لغتہم ضاد فاذا احتاجوا الی تکلم بہا فی العربیۃ اعتاصت علیہم فریما اخرجوها ظاء معجمۃ لاخراجہم ایاہا من طرف اللسان واطراف الثنایا وریما تکلفوا فی اخراجہا من مخرج الضاد فلو محصل لہم فخرجت بین الضاد والطاء المعجمتین وقال فی النظامیہ شرح الشافیۃ الضاد الضعیفۃ ای التي تكون بین الضاد والطاء وقال فی الکافیہ شرح الشافیۃ الضاد الضعیفۃ بین الضاد والطاء تہید مقدمات کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضاد نہ دال کے ساتھ متحد بصورت ذاتی ہے اور نہ صوت صفاتی میں مشترک ہے۔ اتحاد صوت ذاتی تو اس واسطے نہیں کہ دونوں کا مخرج جُدا جُدا ہے۔ نہ متحد المخرج ہیں نہ قریب المخرج۔ اور عدم اشتراک صوت صفاتی اس وجہ سے ہے کہ دونوں کے صفات میں بالکلیہ منافات ہے مثلاً ضاد رخوہ ہے۔ دال شدیدہ۔ ضاد ساکنہ ہے۔ دال قلقلہ۔ ضاد مطبقہ ہے۔ دال منفتحہ۔ ضاد مستعلیہ ہے۔ دال مستقلہ۔ ضاد مضغہ ہے۔ دال مرققہ۔ ضاد مستطیلہ ہے۔ دال قصیر۔ اور اسی طرح صوت ظاہر کے ساتھ بھی اس کا صوت متحد بصوت ذاتی نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کا مخرج بھی علیحدہ علیحدہ ہے اور یہی نشانہ اتحاد صوت ذاتی تھا۔ جیسا کہ مقدمہ دوم میں بیان کیا گیا ہے۔ اور صوت صفاتی کے ساتھ بھی بالکلیہ مشابہت نہیں ہے۔ اولاً اس واسطے کہ اتحاد صفات مستلزم اتحاد صوت کا نہیں۔ چنانچہ مقدمہ اولیٰ میں مہد ہو چکا ہے۔ دوم۔ اس وجہ سے کہ جس وقت صفت مختصہ موجود ہو تو وہ باوجود اتحاد مخرج کے اشتباہ صوت کو دور کر دیتی ہے اور بوقت عدم اتحاد مخرج تو بدرجہ اولیٰ امتیاز حاصل ہوگا جیسا کہ مقدمہ اولیٰ میں بعبارت نشر پوری طرح سے واضح کیا گیا ہے۔ پس استطالۃ ضاد ایسی صفت ہے جو عدم استطالۃ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ ضرور جس وقت کہ استطالۃ پائی جائے گی تو عدم استطالۃ مرفوع ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے امتیاز کا پورا پورا استحقاق ہوگا۔ کما صرح بہ امام القراء الامام البحرزی رحمۃ اللہ علیہ فی المقدمۃ للمنظومۃ فی علم القراءۃ حیث قال۔

والضاد باستطالۃ و مخرج مہیز من الظاء وکلہا تجی

وان تلاقيا البيان لا ذم ظهرک بعض الظالم
اور جو لوگ مشابہت کے قائل ہیں وہ بوجہ اشتراک صفات اس طرف مائل ہیں۔ نہ یہ کہ عنینیت و اتحاد
کے قائل ہیں جیسا کہ ان کے ادلہ سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام جزری رحمۃ اللہ علیہ تہید فی علم التجوید میں فرماتے
ہیں۔ واعلم ان هذه الحروف ليس في الحروف ما يعسر على اللسان مثله والناس يتفاوتون
في النطق به فمنهم من يجعله ظاء لانه يشارك الظاء في صفاتها كلها ويزيد عليها باستطالة
فلولا الاستطالة واختلاف المخرجين لكانت ظاء وهو اكثر الشاميين واهل المشرق
اور حاشیہ جہد المقل میں مسطور ہے فمنهم من يجعلها ظاء هذا ليس بعجب لثبوت التشابه وعسر
التمييز بينهما۔ اور وہ امر جو کہ عبارات فقہیہ سے سمجھا جاتا ہے کہ مدارِ فسادِ صلوة و عدم فسادِ حصول تیار بین الحرفین
بمشقت و بلا مشقت پر ہے۔ یا بر تقدیر تغیر معنی صورت مشقت میں تعمد موجب فساد ہے اور عدم تعمد عفو ہے۔ یہ سب
محمول بعموم بلوی و عدم امتیاز عوام مخارج حروف پر ہے۔ یا اجماعاً مشابہت صوت بزلتہ قاری پر۔ نہ یہ کہ فقہانے
اس کو متحد الصوت مانا ہے۔ اور خواہ نخواہ بایں مشابہت پڑھنے کے واسطے حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ یہ مضمون عبارات
فقہاء سے بخوبی واضح ہے۔ چنانچہ خزائن الروایات میں مرقوم ہے۔ لو قرأ الضاد مكان الظاء أو على العكس
تفسد عند ابی حنیفة و محمد رحمہما اللہ۔ وعند عامة المشائخ كابي مطيع و محمد بن
سلمة لا۔ لان للعجم بلوی عام۔ وفي الغياثية ان قرأ الله السمد مكان الله الصمد او السيف
مكان الصيف او السالحين مكان الصالحين او قرء غير المغضوب بالطاء والضالين بالظاء
او الذال قال بعضهم لا تفسد لانه بلوی عام فان العوام لا يميزون ولا يعرفون مخارج
الحروف منهم ابو القاسم و محمد بن سلمة وكثير من المشائخ افتوا به وبعضهم قالوا ان
تغير المعنى تفسد صلوة منهم ابو مطيع وقال القاضي الامام ابو الحسن والقاضي الامام
ابو عاصم ان تعمد في ذلك تفسد وان جرى على لسانه او لا يعرف التمييز لا تفسد وهذا
اعدل الاقويل وهو المختار۔ وفي الزخيرة ان الحرفين اذا كانا من مخرج واحد۔ او كان
بينهما قرب المخرج واحد هما يبدل بالآخر كان ذكر هذا الحرف كذا كره هذا الحرف فلا
يوجب فساد الصلوة۔ وكذا اذا لم يكن بين الحرفين اتحاد المخرج ولا قرابه لان فيه بلوی
العامة نحو ان ياتي بالذال مكان الضاد وان ياتي بالزاء المحض مكان الذال والطاء مكان الضاد
لا تفسد عند بعض المشائخ اور غنیۃ المستملی میں ہے۔ غیر المغضوب بالطاء والذال المعجمتین
تفسد اذ ليس لهما معنى۔ واما الضالين بالطاء المعجمة والذال المهملة لا تفسد لوجود لفظهما
في القرآن وقرب المعنى لصحة تقديره ولا الظالين امی المستمرين في الظلال والذالين امی
القائلين هل ندلكو على رجل (الآية) خلاصہ یہ کہ صلوة کا جواز و عدم جواز محض عموم بلوی وغیرہ کے لحاظ سے ہے
نہ مشابہت صوت کی وجہ سے اور تشابہ صوت کو مدار جواز صلوة قرار بھی کیسے دیا جائے جب تشابہ بالظاء وغیرہ ضاد کا اصلی
صوت نہیں ہے۔ بلکہ باحداث بعض عن بعض پیدا ہوا ہے جیسا کہ مقدمہ ثالثہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر اسی تشابہ صوت

کا نام ضاد ہوتا تو اس کا اخراج مشکل ہی کیا تھا۔ یہ تو وقوع میں آیا ہوا ہے۔ تمام عجمی اسی طرح اس کو ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ صاحب جابر بردی فرماتے ہیں ولاضداد الا فی العربیة و لذلک قال علیہ السلام انا افصح من تکلم بالضاد یعنی انا افصح العرب۔ الحاصل تشابہ بصوت الظاء وغیرہ ضاد کا اصلی صوت نہیں ہے بلکہ اس کا ایک مستقل صوت ہے جو سماعتِ قرآۃ اُستادِ کامل پر موقوف ہے عبارت میں نہیں آسکتا ہے۔ پس جب اس کا اصلی صوت مشابہ دال مہملہ و یا ظا بمعجمہ وغیرہ کے نہ ہو تو ایک دوسرے کی تغلیط کرنا یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا بالکل بے فائدہ ہے۔ ہاں اگر اصلی صوت کے حصول کے واسطے تحریریں دی جائے اور اس کی تحصیل کے واسطے کوشش کی جائے تو بہت ضروری ہے چنانچہ تمام ائمہ قرآۃ اس بارے میں متفق ہیں۔

والاخذ بالتجوید حتم لازم	من لم یجود القرآن آثم
لانه به الاله انزل لا	وهكذا منه الينا وصلنا
وهو ايضا حلية التلاوة	وزينة الاداء والقرآنة
وهو اعطاء الحروف حقها	من صفة لها ومستحقها
ورد كل واحد لاصله	واللفظ في نظيره كمثله
مكلا من غير ما تكلف	باللطف والنطق بلا تعرف

ولیس بینہ و بین ترکہ

الا ریاضة امرء بفقہ

باقی رہا جو از صلوة وہ بلحاظ بلوی عام دونوں صوتوں میں ہو جائے گا۔ گو قائلین تشابہ بصوت الظاء بکثرت میں اور مشابہت بصوت الدال المہملہ کم مگر علت بلوی عام دونوں جگہ میں پائی جاتی ہے۔ پس ترجیح کی وجہ نہیں ہے مگر قلت و کثرت قائلین۔

لہذا اگر بایں لحاظ بصوت ظاء عدم تمیز و عدم تعارف مخارج پڑھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اکثر فقہاء کرام بصورت تشابہ صوت الظاء عدم فساد صلوة کے قائل ہوئے ہیں۔ بکذا حکم الکتاب واللہ اعلم بالصواب ط

الع

الملتجی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ لعلم خود از گولرہ



حضرت قبلہ عالم سیدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی قدس سرہ

تصنیفات

۱۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق { یہ کتاب کلمہ طیبہ کی تشریح اور مسئلہ وحدت الوجود کے بیان میں ہے جو حضرت نے

فرمائی۔ شاہ صاحب لکھنوی نے مسئلہ وحدت الوجود کو کلمہ طیبہ کا مدلول ثابت فرما کر تمام امت محمدیہ کو اس کشفی مسئلہ کے ساتھ مکلف فرمادیا تھا۔ حضرت پیر صاحب نے اپنی خداداد علمی و عرفانی قابلیت سے نہ صرف شاہ صاحب کے اس خطرناک نظریہ کی تردید فرمائی بلکہ صوفیائے کرام کے مسلک کے مطابق مسئلہ مذکورہ کی ایسی مدلل تشریح فرمائی جو ارباب علم و ذوق کے لیے خضر راہ ہے۔ کتاب کے آخر میں صوفیائے وجودیہ کے طریقہ سلوک کو توجہ کو عمدہ انداز میں بیان فرما کر مگر دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختصر سیرت طیبہ کا بھی بیان فرمایا ہے۔ ۲۱۱ صفحات پر مشتمل تیسرا ایڈیشن جس میں عربی اور فارسی کی عبارات کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

۲۔ شمس الہدایہ { یہ کتاب حضرت سیح ابن مریم کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت کے قریب پس زمین پر نزول فرمانے کے موضوع پر قرآن و

نبیہات کی مدلل تردید تحریر ہے۔ ۶۶ صفحات پر مشتمل تیسرا ایڈیشن

۳۔ سیفِ چشتیانی { ہر طبقہ کے علمائے کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ حیاتِ مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت کے موضوع پر اس سے

بے حد مقبول ہے۔ ۲۲۰ صفحات پانچواں ایڈیشن

۴۔ اعلاء کلمۃ اللہ { یہ کتاب وما اهل به لغیر اللہ کی تفسیر ہے جس میں حضرت نے مسائل نذر و نیاز سماع موئے، استمداد

چلے آ رہے ہیں انہیں اعتدال و انصاف کے ساتھ ختم کرانے کی کوشش فرمائی ہے۔ ۱۴۶ صفحات، پانچواں ایڈیشن

۵۔ مکتوباتِ طیبہ { یہ کتاب پنجاب کے خطوط اور تحریرات کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے احباب اور متعلقین کی طرف تحریر فرمائے

ان میں بہت سے مسائل شریعت و طریقت کا حل موجود ہے۔

۶۔ الفتوحاتِ الصمدیہ { اس کتاب میں مخالفین کی طرف سے حضرت پر کئے گئے ان دس مشکل سوالات کے جوابات دیئے گئے جن پر مخالفین کو بہت ناز تھا۔ کتاب کے آخر میں حضرت کی طرف سے پوچھے گئے بارہ سوالات بھی

درج ہیں جن کے جوابات مخالفین آج تک نہ دے سکے۔

۷۔ تصفیہ یابین سنی و شیعہ { اپنی اس تصنیف لطیف میں حضرت نے خلافتِ راشدہ کی حقانیت کے ساتھ ساتھ اہل بیت کرام کے فضائل کو ازرے کتاب سنت انتہائی متوازن انداز میں ثابت فرمایا ہے۔ یہ کتاب توازن و

استدلال مسلک کا شاہکار ہے۔

۸۔ ہدیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم { فارسی زبان میں لکھی گئی یہ کتاب حضرت قبلہ عالم کی طرف سے مرزا ایتھ کی مکمل تردید پر مشتمل ہے۔ اسکے مندرجات کی تفصیل پہلے شمس الہدایہ اور سیفِ چشتیانی کے عنوان سے شائع شدہ کتابوں کی صورت

اردو زبان میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اب اصل کتاب فارسی بھی فارسی دان حضرات کیلئے شائع ہو چکی ہے اور دستیاب ہے۔

۹۔ مہرِ مبینہ { آنجناب کی شہرہ آفاق سوانح عمری، آپ کے مصدقہ حالات زندگی، علمی و روحانی مجاہدات و کمالات کا تفصیلی تذکرہ، تصنیف کے مختصر حالات وصال ساواں ایڈیشن ۶۳ صفحات، بہترین کاغذ، آفسٹ طباعت، خوبصورت جلد

۱۰۔ ملفوظاتِ طیبہ { آپ کے علمی ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ، بارچہارم، آفسٹ طباعت، مجلہ نیا ایڈیشن

۱۱۔ مرآة العرفان { آپ کا عارفانہ اور روحانی کیفیات سے بھرپور منظوم کلام، مرقع ایڈیشن۔ دو رنگوں میں آفسٹ طباعت

صلنے کا پتہ: آستانہ عالیہ غوثیہ۔ گولڑا شریف، ضلع اسلام آباد

